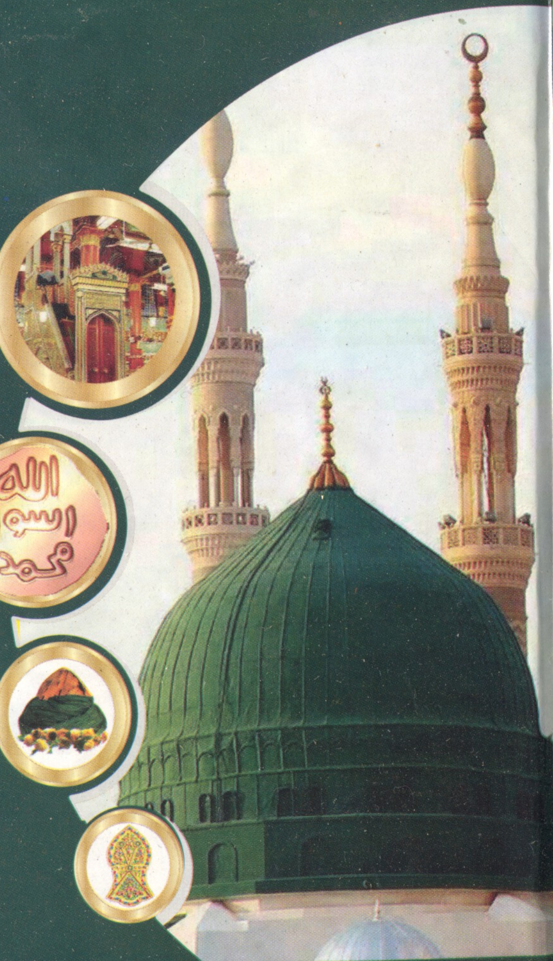
عقیدہ ختم نبوت



تالیف

علامہ مفتی محمد عبد الحلیم نقشبندی

مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ
لائن پارک چکوال

ناشر
تحریک فروغ اسلام چکوال

عقیدۂ ختم نبوت

تالیف

علامہ مفتی محمد عبدالحلیم نقشبندی

ضمیمہ

اہل چکوال اور مرزائیت

تالیف

عابد حسین شاہ پیرزادہ

تحریک فروغ اسلام چکوال

نام کتاب : عقیدۂ ختم نبوت

تالیف : استاذ العلماء علامہ مفتی محمد عبدالحلیم نقشبندی

ضمیمہ : عابد حسین شاہ پیرزادہ

نظرثانی : علامہ ثاقب اقبال نعیمی

زیرنگرانی : صاحبزادہ ظہیر احمد نعیمی

خصوصی کاوش: حافظ محمد ہاشم، حافظ شفیق الرحمٰن

ناشر : تحریک فروغ اسلام چکوال

بہ اہتمام : بزم حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، چکوال

قیمت:-/200 روپے

ملنے کا پتہ

☆...... جامعہ انوارالاسلام غوثیہ رضویہ: محلہ لائن پارک چکوال

فون 0543-552243

☆...... جامعہ مطلوبیہ: للہ شریف ضلع جہلم،

فون 0544-217217

☆...... کشمیر بک ڈپو، تلہ گنگ روڈ چکوال

فہرست عنوانات

ضمیمہ

اہل چکوال اور مرزائیت

تالیف......عابد حسین شاہ پیرزادہ

انتساب

سند العلماء، قطب زماں اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی احمدی مجددی

(للہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم)

اور

علامۃ الدہر فرید العصر اعلیٰ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ

(بیربل شریف، ضلع سرگودھا)

کے نام

جنہوں نے انکار ختم نبوت اور انکارِ حدیث جیسے فتنوں کے تعاقب میں تقریری وتحریری خدمات سرانجام دیں۔

☆

خانقاہ نقشبندیہ للہ شریف کے فیض یافتہ عالم اجل

فخر پنجاب مفتی غلام دستگیر قصوری

کے نام

جنہوں نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر اولین فتویٰ (عربی و اردو) جاری کیا۔

ابتدائیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: **انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔**

ترجمہ: میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر مسلمان کا ایمان رکھنا بنیادی اور اجماعی عقیدہ ہے۔ تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی نص مبارکہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی سلسلہ بعثت انبیاء ورسل اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گیا ہے۔ اب صورت اس طرح ہے کہ قیامت تک نہ کوئی نبی پیدا ہو گا اور نہ ہی کوئی رسول، کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ کا اس پر اتفاق اور اجماعی عقیدہ ہے جو آدمی نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے گا کذاب و دجال، مرتد و کافر ہو گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گا اور قیامت تک نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت جاری وساری ہے اور رہے گی۔

مجھے جناب محترم عابد حسین شاہ صاحب حضرت بہاء الدین زکریا لائبریری والوں نے کہا کہ آپ ختم نبوت پر کچھ لکھیں۔ بعد ازاں محترم جناب ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ عرفان محمود برق بھی تھے اور ڈاکٹر نیازی صاحب نے بھی مجھے حکم فرمایا کہ ختم نبوت پر آپ ضرور کتاب لکھیں تا کہ کل قیامت کے دن نبی کریم ﷺ ہماری شفاعت فرمائیں۔ عرفان محمود پہلے مرزائی تھے، پھر مسلمان ہوئے اور بڑی خوبصورت کتاب لکھی جس کا عنوان ہے: ”قادیانیت' اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں“۔ عنوان اور مشمولات کے اعتبار سے یہ کتاب نئی اور اچھوتی معلومات کی حامل ہے۔ عوام میں اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب متعدد مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔

حافظ عبدالحلیم نقشبندی (لائن پارک)

20-01-2015

☆☆☆☆

دیباچہ

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

(سابق ڈپٹی کمشنر، چکوال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولآ ان ھدٰنا اللہ۔ اللّٰھم صلِ علیٰ محمد ن النبی الامی وازواجہ امھات المومنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علیٰ ابراھیم انک حمید مجید۔

دورِ حاضر میں قادیانیت' اسلام کے لیے ایک انتہائی خطرناک سازش اور بدترین فتنہ ہے۔ پنجاب سول سروس کے ایک اعلیٰ سطحی آفیسر جناب احمد علی ظفر صاحب نے چند سال پہلے مجھے چند مسلم علماء کی کتابیں دیں جو ردّ قادیانیت پر تھیں۔ میں نے پہلی دفعہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں کو ان کتابوں میں پڑھا اور میری آنکھیں کھل گئیں کہ قادیانیت واقعی اسلام کے خلاف ایک انتہائی خطرناک سازش ہے۔ چنانچہ مزید مطالعہ کے بعد میں نے ایک کتاب بعنوان نبی اکرم ﷺ بطور ”خاتم النبیین“ تحریر کی، اس کتاب کو سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور نے شائع کیا۔

جناب احمد علی ظفر صاحب نے گزشتہ سال میرا تعارف عرفان محمود برق سے کرایا جو ختم نبوت کے ایک عظیم نوجوان مبلغ ہیں۔ میں نے عرفان محمود برق کی مدد سے مرزا غلام احمد قادیانی کی ناپاک تحریروں پر مزید تحقیق کی۔ عرفان محمود برق ایک سو سے زیادہ قادیانیوں کو

مسلمان کر چکے ہیں جو ایک عظیم کارنامہ ہے۔ میں نے بھی تحفظِ ناموسِ رسالت اور تحفظِ ختم نبوت کو اپنی زندگی کا شعار اور مشن بنالیا ہے۔ جب عرفان محمود برق پنجاب کے مختلف اضلاع میں تبلیغ کے لیے جاتے ہیں تو میں بھی ان کے اس عظیم مشن میں ان کا ہم سفر ہوتا ہوں۔ ہم نے سوچا کہ قادیانیوں کو فرداً فرداً تبلیغ کرنے کے بعد انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں کا عکسی دستاویز بھی بھجوا دیا کریں تا کہ وہ ان ناپاک تحریروں میں غور وفکر کر کے اسلام قبول کر سکیں۔

ہم نے تبلیغ کے دوران یہ محسوس کیا کہ اکثر قادیانی پیدائشی طور پر قادیانی ہیں، لیکن انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی ناپاک تحریروں کو بہت کم پڑھا ہے۔ اسی طرح ہم نے یہ بھی محسوس کیا کہ کئی مسلمان اہل علم بھی مرزا قادیانی کی ناپاک تحریروں سے ناواقف ہیں۔ لہذا ہم نے یہ سوچا کہ ہم مرزا قادیانی کے بارے میں معلومات مہیا کریں تا کہ نہ صرف قادیانی، بلکہ مسلمان اہل علم بھی مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کے بارے میں آگاہی حاصل کر کے فریضۂ تحفظ ختم نبوت ادا کر سکیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ختم نبوت کے نظریہ کا دفاع کرے۔ مسلمان اہل علم حضرات، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ کرام، میڈیا کے حضرات، صحافیوں اور علماء کرام کا یہ فرض ہے کہ وہ عوام میں تحفظ ختم نبوت کا شعور پیدا کریں اور انفرادی سطح پر قادیانیوں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں اور انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی ناپاک تحریروں سے آگاہ کریں۔

اُستاذ الاساتذہ حضرت علامہ حافظ عبدالحلیم نقشبندی صاحب مدظلہ العالی کئی دینی کتب کے مصنف ہیں۔ آپ کی ردِ قادیانیت اور ختم نبوت کی فضیلت پر یہ کتاب قابل قدر ہے۔ میں انہیں اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ کرے یہ کتاب دربارِ رسالت مآب ﷺ میں شرفِ قبولیت پائے اور حضرت علامہ عبدالحلیم نقشبندی کے لیے توشۂ

آخرت بنے۔ (آمین)

علامہ صاحب ضلع چکوال میں تحریک ختم نبوت کے دوستوں کی فرمائش اور التماس پر ختم نبوت کے تحفظ کے لیے آگے بڑھے ہیں۔ آپ اس لحاظ سے ضلع چکوال میں تحریک ختم نبوت کے سرپرست بھی ہیں۔ سینکڑوں علمائے کرام، مشائخ عظام اور دینی طلباء آپ کے تعلق دار ہیں۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ علامہ صاحب ان سب حضرات کو ساتھ لے کر چلیں گے اور قادیانیوں تک ختم نبوت کا پیغام پہنچائیں گے۔

اس ضمن میں میری چند تجاویز ہیں:

(۱) علمائے کرام ختم نبوت پر حتی المقدور کانفرنسیں کروائیں تا کہ عوام اور علماء کرام میں ختم نبوت کی عظمت اجاگر ہو۔

(۲) علماء کرام اور پیرانِ عظام کو دعوت دی جائے کہ وہ اپنے جمعہ کے خطبوں میں ختم نبوت اور ردّ قادیانیت پر گفتگو کریں اور تبلیغ کے لیے ضلع بھر میں دورے کریں۔

(۳) ردِّ قادیانیت پر ضلع چکوال میں لٹریچر تقسیم کیا جائے اور علماء اور طلباء کو ردِّ قادیانیت کی تبلیغ کے لیے ٹریننگ دی جائے۔ اس کے لیے علمائے کرام انتظام فرمائیں۔

(۴) رتوچھ اور دوالمیال وہ بدنصیب علاقے ہیں جہاں قادیانی آباد ہیں، ہمارے مبلغین کی ٹیم ان علاقوں میں جائے اور قادیانیوں تک اسلام کا پیغام دلائل کے ساتھ پہنچائے۔

میری التماس ہے کہ حضرت علامہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد فرماتے رہا کریں۔

بندہ عاجز
ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، لاہور
۲۹ جنوری ۲۰۱۵ء بمطابق ۸ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ بروز جمعرات
0324-4998366

تقریظ

پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی

ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج قائد آباد ضلع خوشاب

پرنسپل جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال

زمانہ ماہ وسال کے جال بنتا ہوا صدیوں کی مسافتیں طے کرتا رہتا ہے۔ وقت مدتوں زندگی کے مرکب پر سوار کسی دانائے راز کی جستجو میں محو رہتا ہے، تاریخ ماضی کے عبرت کدوں کا مشاہدہ کرتی ہوئی عہد حاضر کی تمناؤں اور آرزوؤں سے کھیلتی زمانہ مستقبل کے رازی، غزالی، بوعلی سینا، فارابی، ابن خلدون، جامی اور رومی جیسے رجال کے لیے محو آرزو رہتی ہے اور پھر جب زندگی قضاوقدر کی ہمہ گیریت کے پس منظر میں اپنا مدعا ڈھونڈتی ہے تو محسن اہل سنت محقق العصر علامہ عبدالحلیم نقشبندی کی صورت میں ایک ہمہ گیر شخصیت اس حقیقت کا مصداق بن کر عطا ہوتی ہے۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید برون

اللہ نے آپ کو جمال ظاہری اور باطنی سے نواز رکھا ہے، اگرچہ آپ کی صورت و سیرت کا کما حقہٗ نقشہ کھینچنا کوئی آسان کام نہیں لیکن چونکہ اس بندہ پر تقصیر کو بے شمار دفعہ حضرت کی زیارت وصحبت کا شرف حاصل ہوا اور اس لیے آپ کا جو نقشہ لوحِ ذہن پر اُبھر کر سامنے آتا ہے وہ کچھ یوں ہے:

مسند خطابت پر بیٹھا ہوا ایک معجز بیان خطیب، سر پر فضل علم کا بندھا ہوا عمامہ زبان میں

گوہر معارف لٹاتا ہوا خزانہ، جسم اطہر پر تار فقر سے بُنا ہوا جامہ، کانوں میں رس گھولتی زبان، ذہنوں میں خمار بھرتا بیان، ورد بہاروں کی جلوہ گاہ، وجود آیۃ من آیاتِ اللہ۔ جلوس میں سلیمانی وقار، ہاتھوں میں موسوی یدِ بیضا کی چمک، حسب میں اسلاف کی نجابت، ہر نگاہ گلزار کرامت، ہر گام ایک کوہِ استقامت، علم وعمل میں کامل بے ریائی اور بے نفسی میں مکمل، زہد و اتقاء میں اکمل، یہ ہیں میرے ممدوح محقق العصر علامہ عبدالحلیم نقشبندی مدظلہ الاقدس۔

خالق کائنات نے اس مردِ قلندر کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں آپ نے یادگار کردار ادا کیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ تحریک ختم نبوت میں آپ نے چکوال میں بے مثال کردار ادا کیا۔ جمعیت علماء پاکستان چکوال کے لیے ایک طویل عرصہ تک گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ میدان تدریس کے بھی شہ سوار ہیں اور عرصہ 40 سال سے جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ کے منتظم بھی ہیں اور مسند تدریس پہ بھی فائز ہیں اور ایسے ایسے دُرِ یکتا پیدا کیے کہ دنیا حیران ہے۔ مفتی اصغر صدیقی، قاری امیر خان، پروفیسر حافظ اختر، قاری علامہ ثاقب اقبال جیسے فضلائے زمانہ شاگرد اِن کی بے مثال تدریس کے شاہد عادل ہیں۔ آپ عرصہ 40 سال سے جامعہ انوار الاسلام کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور سامعین کو عشق مصطفیٰ ﷺ کے جام پلا رہے ہیں۔ آپ آسمان تصنیف کے بھی نیّر ضیا بار ہیں۔

آپ فیوض الحدیث (حصہ اول/حصہ دوم)، جمال مسائل شرعیہ، مسئلہ سود، مسئلہ زکوۃ، جمال کریم، جمال تصوف، اسلامی ارکان، اسلامی تعلیم، تحفہ اعتکاف، ہم زکوۃ کیسے ادا کریں، صاحب حدیث کون، ضرورت شیخ، مسائل قربانی اور خواتین کے شرعی مسائل، جیسی تحقیقی کتب لکھ کر اہل علم سے دادِ تحقیق حاصل کر چکے ہیں۔

آپ کی زیر نظر کتاب "عقیدۂ ختم نبوت"، مختصر مگر جامع کتاب ہے جس میں آپ نے

قرآن وحدیث کی روشنی میں ختم نبوت ،حیات عیسیٰ علیہ السلام ،مرزا قادیانی کی شخصیت ، مرزا کے نظریات وغیرہ جیسے موضوعات پر نہ صرف پر لکھا بلکہ لکھنے کا حق ادا کر دیا۔اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ قادر مطلق ان کا سایہ تادیر اہل سنت کے سر پر قائم ودائم رکھے۔

خاکپائے علماء حق...... محمد ظفر الحق

۲۲-۰۸-2015

☆☆☆☆

ہدیۂ تبریک (سلامِ عقیدت)

وہ پُرفتن دور جس میں ہر طرف کفر وشرک کا دَور دَورہ تھا مسلمانوں کے دلوں سے عشق رسول ﷺ کا نور نکالنے کے لیے ہر حد تک کوشش کی جارہی تھی۔قرآن کریم کے نسخے جلائے جارہے تھے۔فسق وفجور کی تاریک فضا طاری تھی۔مکار انگریز مسلمانوں کے ایمان کو لوٹنے کے لیے جھوٹے نبی کو متعارف کروانے کی سرتوڑ کوشش کررہے تھے۔غیرتِ ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمان میدانِ عمل میں نکلے ،اپنے مذہب وشریعت کا تحفظ کرتے ہوئے جھوٹے بانیان مذہب وعقیدہ کا پیچھا کیا،ان مجاہدین ختم نبوت میں ستاروں کی مانند روشن نام اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے ، جہاں ضرورت پڑی مخالفین کے ساتھ علمی سطح پر مناظرے بھی کیے اور مخالفین کے دلائل کا رد اور سوالات کے منہ توڑ جوابات پیش کیے۔یہاں تک کہ آپ پر الزامات لگا کر آپ کو مقدمات میں الجھایا گیا لیکن ہر معاملہ میں اللہ پاک کی رحمت شامل حال رہی۔اس ضمن میں ایک مشہور واقعہ زینت قرطاس کرنے کی جسارت کرتا ہوں جو بھیرہ کے مقام پر پیش آیا جب حکیم نورالدین بھیروی (غیر مقلد ثم قادیانی) وہابیت کا لبادہ اوڑھ کر بھیرہ میں آیا یہ شخص انتہائی ذہین اور تیز تھا۔آپ نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا۔تمام تر ہوشیاری کے باوجود حکیم نورالدین لاجواب ہو گیا اور شرمندگی کے تحت سیالکوٹ چلا گیا۔وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مل کر نئے مذہب قادیانیت کی بنیاد رکھی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات پر اس جماعت کا پہلا خلیفہ بنا۔ایسے مخالفین نے لاجواب ہو کر آپ کو مقدمات میں اُلجھانے کی کوشش بھی کی،ان لوگوں نے گجرات میں حضرت (خواجہ غلام نبی للّٰہی) کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ کر دیا۔اس زمانہ میں جج عموماً

غیر مسلم ہوا کرتے تھے۔ آخری تاریخ پر مقدمہ کے فیصلہ پر آپ کو کچھ تردّد ہوا تو تاریخ پر جاتے ہوئے گجرات کے قریب پہنچے تو ایک مجذوب نے سامنے آکر شعر پڑھا:

اَعُبَادُ الْمَسِیْحِ یَخَافُ صَحْبِیْ

وَنَحْنُ عَبِیْدُ مَنْ خَلَقَ الْمَسِیْحَا

(کیا مسیح کے بندے میرے دوستوں کو ڈراتے ہیں، حالانکہ ہم اس کے بندے ہیں جس نے مسیح کو پیدا کیا۔)

یہ شعر سن کر آپ نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا ہے تاکہ میری تسلی ہو چنانچہ مخالفین ناکام و نامراد رہے۔ (تاریخ مشائخ نقشبندیہ، صفحہ ۱۳۶)

اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی نے مقدمہ کے دوران اپنے خلیفہ فضل محمد صاحب کو کہا کہ مراقبہ کر کے حضرت خواجہ نقشبند سے استمداد کریں۔ انہوں نے بتایا کہ خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ قید نہیں ہوگی، صرف تیس روپے جرمانہ ہوگا۔ چنانچہ فیصلہ کے دن تیس روپے جیب میں ڈال کر گئے اور اتنا ہی جرمانہ ہوا۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے پھر مراقبہ کیا، خواجہ نقشبند نے فرمایا اپیل کرو یہ جرمانہ بھی معاف ہو جائے گا چنانچہ اپیل کی گئی اور یہ جرمانہ بھی معاف ہو گیا۔ (مکتوبات اعلیٰ حضرت للّٰہی صفحہ ۲۸۶)

سلام عقیدت پیش کرتا ہوں ان تمام ہستیوں کو جنہوں نے ختم نبوت کے عظیم مشن کو جاری رکھنے کے لیے اَن تھک محنت کی، بالخصوص حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی اور اعلیٰ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمہما اللہ تعالیٰ کو، جنہوں نے محنت شاقہ سے قادیانیت کے قبیح چہرہ سے مکاری کا نقاب کھینچ اُتارا۔

عبدالحلیم نقشبندی
مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ
محلہ لائن پارک، چکوال

میرے خامہ بسم اللہ

الحمد للہ ربّ العلمین والصلوٰۃ والسّلام علی خاتم الانبیاءِ والمرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (پارہ ۲۲، آیت ۴۰ سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: "محمد" تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر: اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ جو کوئی اب کسی نبی کے آنے یا آنے کا امکان مانے تو وہ مرتد ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم: لا نبی بعدی۔

(بخاری، حدیث نمبر ۳۴۵۵، مسلم، حدیث نمبر ۱۸۴۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

جس طرح "لا الہ الا اللہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا اسی طرح "لا نبی بعدی" سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی آدمی کسی نبی کا آنا یا اس کے آنے کا امکان مانے تو وہ مرتد و کافر ہے، اسی طرح رسول کریم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں کوئی نبی نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں اسی لیے سب نبیوں سے آخر میں آپ کو بھیجا گیا۔ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

اُمت کا اجماعی عقیدہ:

ختم نبوت رسول کریم ﷺ کی اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی

تشریف آوری کے بعد زمانے کے اعتبار سے کسی معنی میں بھی کوئی نبی نہ آ سکتا ہے، نہ ہو سکتا ہے، نہ ظلی نہ بروزی اور نہ کسی اور اعتبار سے کوئی نبی بن سکتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔

ختم نبوت کے عقیدہ پر باری تعالیٰ کی آخری کتاب ''کلام اللہ''، یعنی قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے جس میں ختم نبوت کے حوالے سے بے شمار تصریحات موجود ہیں۔ قرآن حکیم جس طرح بطور ثبوت قطعی ہے اسی طرح دلالت کے لحاظ سے بھی قطعی ہے اور ہر شک و شبہ سے بھی پاک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی ختم نبوت پر ایک سو سے زیادہ آیات بینات دلالت کرتی ہیں۔ اسی اعتبار سے ختم نبوت پر احادیث مبارکہ بھی تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور تواتر بھی اسی طرح کا ہے جس کی مثال احادیث متواترہ کے ذخیرہ میں نہیں۔ تقریباً دو سو احادیث مبارکہ سے عقیدۂ ختم نبوت ثابت ہوتا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ قرآن و حدیث میں اس قطعیت کی مثال کسی اور مسئلہ میں نہیں ملے گی کیونکہ امت محمدیہ کا بھی اس پر اجماع ہے، نہ صرف امت محمدیہ کا بلکہ یوں سمجھا جائے کہ تمام کتب سماویہ اور تمام انبیاء کرام کا بھی اس پر اجماع ہے۔

اجماعی عقیدۂ تحفظ ختم نبوت:

اسلام کی تاریخ میں تحفظ ختم نبوت کا اظہار اس طرح ہوتا رہا کہ جب بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا تو عاشقانِ رسول نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

یہ تحفظ ختم نبوت کا عملی ثبوت تھا جو اسلام کے ہر دور میں ہوتا رہا جس پر امت محمدیہ کا عمل تسلسل سے جاری رہا اگر اسلامی تاریخ کو دیکھا جائے تو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی جہاد کی ابتداء بھی مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگ یمامہ سے ہوئی اور سات سو حفاظ صحابہ شہید ہوئے جو اہل القرآن (یعنی قرآن والے) کے لقب سے مشہور تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسی عقیدے کی حفاظت کرنے کے لیے عملی ثبوت صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شہادت سے ملتا ہے۔ اسی بنیادی عقیدہ ختم نبوت کو مضبوط کرنے کے لیے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام نے خون کی قربانیاں پیش کیں۔

اس عقیدہ تحفظ ختم نبوت کی خاطر جو سب سے پہلے معرکہ حق و باطل برپا ہوا اس میں

رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام کے مقدس خون نے اس باغیچہ کو سیراب کیا۔ یہ باری تعالیٰ کی حکمت بالغہ تھی کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب جیسے فتنوں کی سرکوبی کرا کر قیامت تک آنے والی امت کو واضح کر دیا کہ خاتم النبیین کے بعد جو بھی دعویٰ نبوت کرے وہ جھوٹا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ رسول کریم ﷺ کی امت کو اس کے ساتھ کیا کرنا ہوگا۔ اسی صورت کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور سے لے کر آج تک امت محمدیہ تحفظ ختم نبوت کے لیے کسی وقت بھی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے پیچھے نہیں ہٹی۔

قرآن کریم اور ختم نبوت

ربّ کریم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾۔ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد، تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔

''خاتم النبیین''، یعنی آخری نبی:

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ رسول کریم آخری نبی ہیں۔ یہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ نبی کریم کی تشریف آوری کے ساتھ نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ قیامت تک نبوت و رسالت کے منصب پر کوئی فائز نہیں ہو سکتا جو دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا و دجال ہوگا۔

علماء لغت کے نزدیک ''خاتم النبیّن'' کا معنی:

امام راغب اصفہانی (المتوفی ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں: وخاتم النبیین لانه ختم النبوة

اى تمما بمجينه۔ (المفردات' کتاب الخاء)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو "خاتم النبیین" اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے نبوت کو ختم فرمایا یعنی آپ کی تشریف آوری سے نبوت تمام ہو چکی ہے۔

علامہ ابن منظور (المتوفی ۷۱۱ھ) فرماتے ہیں:

وختام القوم وخاتمهم وخاتمهم اخرهم و محمد ﷺ خاتم الانبياء عليه وعليهم الصلوٰة والسلام۔

(لسان العرب جلد۱۲، حرف المیم فصل الخاء)

ترجمہ: ختام القوم، خاتم القوم (بکسر التاء) اور خاتم القوم (بفتح التاء) ان سب کا معنی ہے قوم کا آخری فرد۔ اسی نسبت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء فرمایا (کیونکہ آپ بھی باعتبار بعثت گروہ انبیاء کے آخری فرد ہیں۔)

نوٹ: اہل لغت کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے کہ "خاتم النبیین" کا معنی یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی تشریف آوری سے نبوت تمام ہو چکی ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

علمائے تفاسیر کے نزدیک "خاتم النبیین" کا معنی:

تمام علماء تفاسیر کے نزدیک، خواہ علمائے متقدمین ہوں یا متاخرین سب نے "خاتم النبیین" کا معنی آخری نبی اور نبوت کا سلسلہ ختم کرنے والا فرمایا۔ چند عبارات پیش خدمت ہیں:

تفسیر ابن عباس:

ختم الله به النبيين قبله فلا يكون نبى بعده۔

ترجمہ: "خاتم النبیین" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ انبیاء نبی کریم ﷺ کی ذات پاک پر ختم فرمادیا ہے پس آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر ابن عباس: ۲۶۲)

تفسیر انوار التنزیل:

واخرهم الذى ختمهم او ختموا به و لا قادح فيه نزول عيسىٰ بعده لانه اذا نزل كان على دينه۔

ترجمہ: آپ (بعثت کے اعتبار سے) انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ نے (تشریف لاکر) ان کے سلسلہ کو ختم کردیا اور سلسلہ نبوت پر مہر لگا دی ہے اور حضرت عیسیٰ کا نبی کریم ﷺ کے بعد (دوبارہ قرب قیامت میں) نازل ہونا آپ کی ختم نبوت میں قادح نہیں ہے (کیونکہ انہیں آپ ﷺ کی بعثت سے قبل منصب نبوت پر فائز کیا گیا تھا) چنانچہ اب وہ نبی کریم ﷺ کے دین اور شریعت کے متبع اور پیروکار کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ (انوار التنزیل ج۲ صفحہ: ۲۴۷)

تفسیر جلالین:

و كان الله بكل شىء عليما منه بان لا نبى بعده و اذا نزل السيد عيسىٰ يحكم بشريعته۔ (تفسیر جلالین، صفحہ: ۳۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور نبی کریم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جب سیدنا عیسیٰ (دوبارہ) نازل ہوں گے تو وہ نبی کریم ﷺ کی شریعت کے متبع اور پیروکار رہوں گے۔

تفسیر مظہری:

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "خاتم" بفتح التاء کا معنی "آخر" اور "خاتم" بکسر التاء کا معنی ہے: **الذى ختم النبيين حتىٰ لا يكون بعده نبى۔** یعنی آپ نے سلسلہ انبیاء کو ختم فرمادیا ہے اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

مزید فرماتے ہیں:

ولا يقدح فيه نزول عيسىٰ بعده لانه اذ ينزل يكون على شريعته مع ان عيسىٰ عليه السلام صار نبيا قبل محمد صلى الله عليه وسلم و ختم الله سبحانه الاستنباء بمحمد وبقاء نبى سابق لا

ینافی ختم النبوۃ۔ (تفسیر مظہری ج:۹، صفحہ:۳۸۴ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نازل ہونا اس میں قادح نہیں ہے کیونکہ ان کی حیثیت نبی کریم کی شریعت کے متبع کی ہوگی ساتھ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعثت محمدی سے قبل کے نبی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم فرمادیا ہے اور کسی سابق نبی کا باقی رہنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔

تفسیر روح المعانی:

حضرت محمود احمد آلوسی "روح المعانی" میں فرماتے ہیں:

والمراد بالنبی ماھو اعم من الرسول فیلزم من کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کونہ خاتم المرسلین والمراد بکونہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتمھم انقطاع حدوث وصف النبوۃ فی احد من الثقلین بعد تحلیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھا فی ھذہ النشأۃ۔

(روح المعانی جلد ۲۱، ۲۲ صفحہ:۲۹۰)

ترجمہ: "نبی" کا لفظ عام اور "رسول" خاص۔اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے یہ لازم ہوجاتا ہے کہ (رسول کریم ﷺ) خاتم المرسلین بھی ہیں، چنانچہ آپ کے خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونے کے بعد جن وانس میں سے اب کسی کو یہ منصب عطا نہ ہوگا۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

وکونہ خاتم النبیین مما نطق بہ الکتاب و صدعت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ۔

(روح المعانی الجز ۲۱، ۲۲ صفحہ ۳۰۰، بیروت، لبنان)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس طرح کی حقیقت ہے جس کی تصریح

خود کتاب اللہ نے فرمادی اور اس کی توضیح وتشریح سنت نے فرمادی اور اس مسئلہ پر اُمت کا اجماع بھی ہے اب جو بھی اس مسئلہ کے خلاف دعوی کرے گا قرآن و سنت اور اجماع امت کا منکر ہوگا اور کافر، مرتد ہوگا اور یوں سمجھیں کہ وہ خارج از اسلام ہوگا۔

احادیث رسول اور ختم نبوت

احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں لفظ "خاتم النبیین" کا معنی متعین کرنا ہے چنانچہ لفظ "خَاتَم" کی (تاء زبر کے ساتھ) اور "خَاتِم" (تا کی زیر کے ساتھ) دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی "سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا- آخری نبی" اس کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن ہمیں نبی کریم ﷺ کی سنن واحادیث مبارکہ کی روشنی میں "خاتم النبیین" کے معنی کو دیکھنا ہے تاکہ ہم خوب جان سکیں کہ رسول کریم ﷺ نے "خاتم النبیین" کا معنی کیا ارشاد فرمایا۔

حدیث رسول اور قصر نبوت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الاموضع لبنۃ من زاویہ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ (بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب خاتم النبیین صفحہ ۵۰۱)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایک ایسے آدمی کی طرح ہے جس نے ایک حسین وجمیل گھر بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے گرد چکر لگاتے اور اس کی خوبصورتی اور عمدگی پر اظہار تعجب کرتے اور کہتے کہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی (کاش یہ بھی لگ جاتی تاکہ گھر مکمل ہوجاتا' آپ ﷺ نے مزید فرمایا) میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔"

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نبوت جس کی خشت اول حضرت آدم علیہ السلام تھے اور خشت آخر نبی کریم ہیں۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اب چوں کہ گھر کی عمارت اپنی تکمیل کو پہنچ چکی ہے لہذا اس کے بعد کسی خشت کی گنجائش نہ رہی جو قصر نبوت میں لگ سکے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عیسیٰ جو قرب قیامت میں دوسری بار تشریف لائیں گے وہ "من قبلی" میں شامل ہیں۔ وہ ان انبیاء میں سے ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے منصب نبوت عطا کیا گیا۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مثلی و مثل الانبیاء کرجل بنی دارا فاکملها واحسنها الا موضع لبنة فجعل الناس یدخلونها و یتعجبون و یقولون لو لا موضع البنة۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: میری اور دوسرے (گذشتہ) انبیاء کی مثال یوں ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا اور اس کو مکمل اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ پس لوگ اس گھر میں داخل ہوتے اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش یہ ایک اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ ہوتی۔ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں۔

اس روایت کے متعلق حضرت غزالی زماں مولانا سید احمد سعید کاظمی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نہایت ایمان افروز واقعہ ملتا ہے چناں چہ ایک بار دوران خطاب آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں کم سن تھا، ابھی میری داڑھی نہیں اُتری تھی کہ میں قادیان گیا اور قادیانی علماء سے مناظرہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ میری اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا' **فاکملها و احسنها** - اس نے اسے مکمل اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کاش یہ اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔

پھر میں نے قادیانی علماء سے پوچھا کہ نبوت کی عمارت میں فقط ایک اینٹ کی گنجائش تھی جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پُر کر دیا' اب تم بتاؤ تو مرزا قادیانی کو کہاں ڈالو گے؟ وہ سب سوچ میں پڑ گئے، پھر ان میں سے ایک بولا: عزیز! بات یہ ہے کہ جب عمارت بنائی جاتی ہے تو اس کا پلستر بھی کیا جاتا ہے تو ہم مرزا صاحب کا پلستر کر دیں گے۔ میں نے کہا تم مرزا صاحب کا پلستر بھی نہیں کر سکتے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**فاکملها**" - بنانے والے نے عمارت کو مکمل کر دیا اور پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہو سکتی۔

پھر ایک اور نے ہمت کی' وہ کہنے لگا کہ دیکھو عزیز! ٹھیک ہے پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہوتی، عمارت کا رنگ و روغن بھی تو کیا جاتا ہے۔ ہم مرزا صاحب کا روغن کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا تم مرزا صاحب کا روغن بھی نہیں کر سکتے، کیوں کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**و احسنها**" - بنانے والے نے عمارت کو حسین وجمیل بنایا اور عمارت کا حسن رنگ و روغن سے ہی ہوتا ہے۔ پس آپ کے اس زور استدلال کے سامنے قادیانی بے بس و لاچار ہو گئے۔ (غزالی زماں کا طرز استدلال از حافظ امانت علی سعیدی، صفحہ: ۷۹)

نوٹ: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ نے نبوت کو محلی حسی کے ساتھ تشبیہ دے کر لادین قادیانی اور ملحد کے ان تمام ذہنی لحاظ اور خود تراشنے والے کو جڑ سے نکال پھینکا ہے اور ختم نبوت کے مسئلہ کو اپنے ذہن سے نکال کر دائرہ محسوسات میں داخل کیا گیا ہے۔ لیکن دیکھا جائے کہ جس میں ذہنی حیثیات و اعتبارات کا احتمال ہی نہ ہو۔ چنانچہ ہر آدمی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتا ہے اور یہ فیصلہ بھی کر سکتا ہے کہ قصر نبوت کی تکمیل ہو چکی ہے اس میں زیادتی کی قطعاً کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مثال: اگر کوئی گھر بنایا جائے اور اس کی تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر مکمل کر دیا جائے اور ختم کر دیا جائے تو کوئی مزدور یہ نہیں کہتا کہ تعمیر کا کام ختم کر دینا نقص ہے، اسی طرح مالک و مختار اور **علی کل شیء قدیر** نے بھی قصر نبوت کی تکمیل کا اعلان فرما دیا کہ اب دیکھنا چاہیے کہ کس کی طاقت ہے کہ تعمیر کو جاری رکھنے کا رب العلمین سے مطالبہ کر سکے۔

پہلی نبوت اور ختم نبوت:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال قال النبیصلی اللّٰہ علیہ وسلم اول المرسلین ادم واخرھم محمد۔ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) (جامع الاحادیث جلد۳،صفحہ۳۱۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سارے رسولوں سے پہلے حضرت آدم ہیں اور تمام رسولوں سے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ختم نبوت کی حتمی حیثیت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کوئی بھی کسی معنی کے اعتبار سے نبی اور رسول نہیں ہوسکتا۔

آخری نبی اور آخری مسجد:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

فانی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اخر المساجد۔ (مسلم شریف جلداول کتاب الحج باب فضل الصلاۃ فی :لمسجد)

ترجمہ: بے شک میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد (مسجد نبوی) آخری مسجد (مساجد انبیاء میں سے) ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام کو تعمیر فرمایا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو تعمیر فرمایا اور مسجد نبوی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا چنانچہ اس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسی اعتبار سے انبیاء کی تعمیر کردہ مساجد میں سے یہ آخری مسجد ہے لہذا پتہ یہ چلا کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا تو اسی وجہ سے کسی نبی کی مسجد بھی نہ ہوگی۔

صاحب کنز العمال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بیان فرماتے ہیں:

انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم المساجد الانبیاء۔

(کنز العمال جلد۱۲صفحہ:۲۷۰،فصل الحرمین والمسجد الاقصیٰ من الاکمال)

ترجمہ: میں انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں اور میری مسجد (مسجد نبوی) مساجد انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والی ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا' اسی اعتبار سے مسجد نبوی بھی انبیاء کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

نبی اکرم ﷺ کے بعد اگر کوئی نبی ہوتا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ " لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب۔

(ترمذی شریف جلد۲ "ابواب المناقب" مناقب عمر صفحہ:۲۰۹)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی امت میں اگر کوئی نبی ہوتا یا کسی کو نبوت ملنا ہوتی تو وہ عمر بن خطاب ہوتے لیکن ان کو نبوت کا منصب نہ ملنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ سلسلہ نبوت کا اجراء ختم ہوگیا ہے۔

آخری نبی اور آخری اُمت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم۔

(ابن ماجہ شریف،ابواب الفتن باب فتنۃ الدجال،صفحہ:۳۰۷)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء میں میں آخری نبی ہوں اور امتوں میں تم آخری اُمت ہو۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

لا نبی بعدی و لا امة بعد امتی۔(ابن کثیر جلد ۹، سورۃ قمر، صفحہ:۳۶۹)

حدیث مبارکہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

فقال له علي يا رسول الله تخلفني مع النساء والصبيان فقال له رسول الله ﷺ اما ترضى ان تكون مني بمنزلة هارون من موسىٰ الا انه لا نبوة بعدي۔ (ترمذی شریف ابواب المناقب علی)

ترجمہ: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو (پیچھے مدینہ میں) چھوڑ گئے۔ حضرت علی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ کر جا رہے ہیں (میں بھی ساتھ جانا چاہتا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے علی) کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو۔ جیسے موسیٰ کے لیے ہارون مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں۔

چنانچہ مسلم شریف جلد دوم میں اس طرح آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔

(مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۸، باب فضائل علی رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: (اے) علی! تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون ہے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (کیونکہ میں آخری نبی ہوں)

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے اپنا نائب بنا کر حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف چھوڑ گئے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ ایک غزوہ پر تشریف لے جاتے وقت اہل مدینہ کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرما گئے چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اسی اعتبار سے نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے واضح ارشاد فرمادیا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی نبوت ہے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ کسی کو مغالطہ نہ ہو' حضرت ہارون علیہ السلام تو نبی تھے جب کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نبی

نہیں ہیں۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت سرکار ﷺ کی امت میں سے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور کوئی آدمی نبوت کا دعویٰ کر کے منصب نبوت پر نہیں آسکتا اگر کوئی آدمی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے تو نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہ دجال، کذاب اور جھوٹا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدعیان نبوت کی پیشگی اطلاع دی اور ان کی تعداد بھی ارشاد فرمادی۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ولا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريبا من ثلاثين كلهم بزعهم انه رسول الله۔ (بخاری شریف جلد ا کتاب المناقب، باب علاماة النبوت فی الاسلام، صفحہ ۵۰۹)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں گے، ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انه سيكون في امتي ثلاثون كذابون كلهم بزعم انه نبي وانا خاتم النبيين لا نبي بعدي۔ (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۴۵)

میری امت میں تیس جھوٹے آدمی پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے (مگر سن لو) میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "خاتم النبیین" کا معنی بھی فرمادیا کہ آپ آخری نبی ہیں اور یہ بھی فرمادیا کہ قیامت تک کوئی نبی و رسول پیدا نہ ہوگا جو دعوی نبوت کرے گا وہ کذاب و دجال ہوگا۔

اسمائے رسول کریم ﷺ اور نبوت کا اختتام:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں:

ان النبی صلی الله علیه وسلم قال انا محمد وانا احمد وانا

الماحی الذی بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی وانا العاقب الذی لیس بعده نبی۔(مسلم شریف جلد۲، صفحہ:۲۶۱)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے (اپنے مختلف اسماء مبارکہ ارشاد فرمائے) کہ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، میرے ذریعے کفر کو مٹا دیا جائے گا، میں حاشر ہوں، لوگوں کا حشر میرے پیچھے ہوگا۔ اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا حدیث شریف سے اسماء مبارکہ بھی معلوم ہوئے اور ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بھی پتہ چلا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

☆

اکابرینِ امت کے نزدیک ''خاتم النبیین'' کا معنی

قرآن وحدیث، اہل لغت اور اہل تفاسیر نے خاتم النبیین کا معنیٰ بیان فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم آخری نبی ہیں وہ پیش کر دیا گیا ہے۔ اب احناف کے امام جن کے ہم مقلد ہیں ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کا موقف پیش کرتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۵۰ہجری)

وتنبا رجل فی زمن ابی حنیفه رحمه الله وقال امهلونی حتیٰ اجیئی بالعلامات وقال ابو حنیفه رحمه الله من طلب منه علامة فقد کفر لقول النبیصلی الله علیه و اله وسلم لانبی بعدی۔

(مناقب الاعظم ابی حنیفہ جلد اص صفحہ:۱۶۱، باب ۷)

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تا کہ اپنی نبوت پر دلائل پیش کروں۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا جو آدمی نبی کریم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ بھی کافر ہے اور جو اس سے دلیل طلب کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا بھی اور اس پر دلیل طلب کرنے والا بھی کافر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا پھر دلیل کس کی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۵۰۵ہجری)

ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم النبی بعده ابداً وعدم رسول ابدا وانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص فمنکر هذا لایکون منکرا اجماع۔

(الاقتصار فی الاعتقاد، صفحہ:۱۱۴)

ترجمہ: بے شک تمام امت محمدیہ ﷺ نے اس لفظ یعنی (خاتم النبیین اور لانبی بعدی) سے اور قرائن احوال سے یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔ نیز یہ کہ اس میں کسی قسم کی نہ کوئی تاویل ہو سکتی ہے اور نہ تخصیص، پس اس کا منکر اجماع امت کا منکر ہے۔

علامہ سعد الدین المعروف تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۷۹۱ہجری)

علامہ تفتازانی نے اس کی شرح بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وقد دل کلامه وکلام الله المنزل علیه انه خاتم النبیین وانه مبعوث الیٰ کافه للناس بل الی الجن والانس ثبت انه اخر الانبیاء

(عقائد نسفیہ، صفحہ:۹۹)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کا کلام (یعنی حدیث شریف) اور کلام باری تعالیٰ جو رسول کریم پر نازل ہوا (یعنی قرآن کریم) دونوں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سلسلہ نبوت کو ختم فرما دیا اور وہ (نبی کریم ﷺ) تمام کائنات انسانی بلکہ تمام جن و انس کی طرف (رسول بن کر) مبعوث ہوئے ہیں۔

قرآن وحدیث سے معلوم یہ ہوا کہ رسول کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔

سوال: احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا پھر کیسے رسول کریم ﷺ آخری نبی ہوئے؟

جواب: علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور اب وہ رسول کریم ﷺ کی شریعت کے متبع اور رسول کریم ﷺ کے خلیفہ کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور دوسرے لوگوں کے مطابق سیدنا امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ (عقائد نسفیہ: ۹۹)

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۹۲۳ ہجری)

وخاتم النبیین آخر هم الذی ختمهم او ختموا به۔

(ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۶ کتاب المناقب)

ترجمہ: خاتم النبیین کا معنی ہے کہ نبی کریم ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے آپ نے سلسلہ نبوت کو ختم فرما دیا اور اس پر مہر لگا دی۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۹۷۳ ہجری)

اعلم ان الاجماع قد انعقد علی انه ﷺ خاتم المرسلین کما انه خاتم النبیین۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲، صفحہ: ۳۷)

ترجمہ: جان لو! امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سلسلہ رسل ختم فرمادیا ہے، جس طرح رسول کریم ﷺ نے سلسلہ انبیاء ختم فرمادیا ہے۔

علامہ شعرانی نے شیخ ابن عربی کے حوالہ سے بھی اس طرح لکھا کہ ”ابن عربی“ نے فتوحات میں بیان فرمایا کہ؛

هذا باب اغلق بعد موت ﷺ فلا یفتح لاحد ای یوم القیامة۔

(الیواقیت والجواهر، جلد ۲، صفحہ: ۳۷)

ترجمہ: یہ (وحی نبوت کا) باب نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بند ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۰۱۶ ہجری)

ودعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالا جماع (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲)

ترجمہ: ہمارے نبی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے بعد دعویٰ نبوت

بالاجماع کفر ہے۔

امام نسفی فرماتے ہیں:

و اول الانبیاء آدم آخر هم محمد ﷺ (عقائد نسفی، صفحہ: ۹۹)

ترجمہ: انبیاء میں سے پہلے نبی حضرت آدم ہیں اور سب سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقہ حنفی کا معتبر اور مستند فتاوی:

فتاویٰ عالمگیری اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند کی ہدایت پر بارہویں صدی ہجری میں اجل علماء نے مدون فرمایا اس میں اس طرح مذکور ہے:

اذالم یعرف الرجل ان محمداً ﷺ اخرا لانبیاء علیهم وعلیٰ نبینا فلیس بمسلم (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ کتاب السیر فی احکام المرتدین)

ترجمہ: جو آدمی یہ نہ جانے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

کچھ آگے لکھتے ہیں:

وکذالك لو قال انا رسول الله او قال بالفارسیة من پیغمبرم بریدیه من پیغام برم بکفر۔ (فتاویٰ عالمگیری، جلد ۲، کتاب السیر باب فی احکام المرتدین)

ترجمہ: اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے کہ میں پیغمبر ہوں (اور اس کی) مراد یہ ہو کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا جو آدمی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں وہ کافر ہو جائے گا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۳۴۰ ہجری)

حضور پُر نور خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک وشبہ

کو بھی راہ دے، کافر مرتد اور ملعون ہے۔ آیت مبارکہ ﴿ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین﴾ اور حدیث متواترہ لا نبی بعدی سے تمام امت مرحومہ سلفاً خلفاً یہی معنی سمجھے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یا رسول کریم کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۵۷)

دوسری جگہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں ضروریاتِ دین کا جس طرح انکار کفر ہے یوں ہی ان میں شک وشبہ اور احتمال ماننا بھی کفر ہے، یوں ہی ان کے منکر یا ان میں شک کو مسلمان کہنا یا اسے کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ صفحہ ۵۷)

نوٹ: علمائے حق نے بیان فرمایا کہ باریٔ تعالیٰ فرماتے ہیں "خاتم النبیین" رب العلمین کی طرف سے وصیت ہے اور اہل جہان کو آگاہ اور متنبہ کرنا ہے کہ یہ محمد رسول اللہ آخری پیغمبر ہیں اور آخری حجت ہیں جو پوری فرمادی گئی ہے آپ کا دین آخری دین ہے اور آخری پیغام باری تعالیٰ ہے، ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی محروم ہو جاؤ، اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ کسی قوم کا مقتدا اور رئیس اس طرح کہے کہ یہ میری تم سے آخری بات ہے اور آخری عہد و وصیت ہے۔ اس طرح نہ ہو کہ تم اس کو ضائع کر ڈالو اور وقت ہاتھ سے نکل جائے اور یہ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنی امت کے لیے ہیں اور خاتم الانبیاء سابقین کے لیے۔

ثابت یہ ہوا کہ علمائے کرام نے بہت لطیف نکتہ بیان فرمایا کہ اس آیت مبارکہ کا باہمی ربط واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور نہ کسی کو مانو۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن کریم سے:

رب العلمین کے جلیل القدر نبی و رسول حضرت عیسیٰ بن مریم کو قوم بنی اسرائیل کی طرف رسول کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پونے چھ سو سال پہلے مبعوث کیا گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہودیوں نے صلیب پر لٹکانے اور قتل کرنے کا ناپاک پروگرام مرتب کیا تو رب العلمین نے یہودیوں کی اس سازش کو ناکام بنا دیا اور باری تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا چنانچہ حضرت عیسیٰ تو سو رہے تھے اور ملائکہ آئے حضرت عیسیٰ بن مریم کو زندہ اٹھا کر لے گئے۔

حضرت عیسیٰ کا ایک یہودی سخت دشمن تھا اور اس قتل والے پروگرام میں بھی شامل تھا باری تعالیٰ نے اس کی صورت کو بدل کر عیسیٰ والی کر دی یہودیوں نے اس کو پکڑا اور سُولی پر بھی چڑھا دیا۔

باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وما قتلوہ وما صلبوہ۔ (پارہ ۶، سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۵۷)

ترجمہ: اور نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سُولی دی بلکہ زندہ آسمان پر (عیسیٰ) کو اٹھا لیا گیا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرب قیامت میں دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر زندہ تشریف لائیں گے درآں حال یہ کہ حضرت عیسیٰ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوں گے دمشق کی مشرقی جانب نمازِ صبح کے وقت جامع مسجد میں حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا۔ حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کریں گے۔ حضرت عیسیٰ کی شادی اور اولاد بھی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ کا وصال مبارک طبعی ہوگا جس طرح باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" اور نبی کریم ﷺ کے پہلو مبارک میں گنبد خضریٰ کے اندر حضرت عیسیٰ کو دفن کیا جائے گا۔

نوٹ: امت مسلمہ کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ارشاد مبارک کے مطابق حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام زندہ آسمان سے زمین پر اُتریں گے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر قادیانیوں کی باطل دلیل:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق قادیانی اس آیت مبارکہ سے دلیل پکڑتے ہیں، جو کہ درست نہیں ہے۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ

اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ۔

(سورۃ آل عمران پارہ ۳، آیت ۵۵)

ترجمہ: یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو میں تم میں فیصلہ فرمادوں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

مذکورہ بالا آیت میں لفظ "متوفیك" سے مرزائی وفات مراد لے کر دلیل دیتے ہیں کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ باری تعالیٰ جس بات کا حکم فرمائیں وہ پورا نہ کریں اور وفات نہ دیں چنانچہ "و رافعك" سے یہ دلیل لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی روح کو آسمان پر اُٹھالیا گیا تھا نہ کہ جسم کو "لہذا حضرت عیسیٰ کا اٹھانا روحانی تھا نہ کہ جسمانی"

قرآنِ کریم سے جوابات: قادیانیوں کی اس فکر وتصور کو ختم کرنے کے لیے قرآن کریم کی روشنی میں "متوفیك" کا لفظ اور اس کے معنی ومفہوم کا تعین کرنا ہوگا چناں چہ لفظ "متوفی" وفات سے مشتق ہے جس کا معنی بنتا ہے پورا کرنا یا پورا دینا، قرآن کریم میں لفظ متوفیك مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ہم یہاں اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

۱۔ اجر یا بدلہ پورا دینا:

باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ۔

(سورۂ بقرہ، پارہ ۳، آیت نمبر ۲۸۱)

ترجمہ: پھر پورا پورا دیا جائیگا ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہے اور ان پر زیادتی نہ کی جائے گی۔

باری تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ۔

(سورۃ آل عمران، پارہ ۳، آیت ۵۷)

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور کیے نیک کام تو اللہ پورے دے گا انہیں ان کے اجر اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظلم کرنے والوں سے۔

ایک اور مقام پر بھی ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ اُجُوۡرَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ۔

(سورۃ آل عمران، پارہ ۴، آیت نمبر ۱۸۵)

ترجمہ: اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

۲۔ وعدہ پورا کرنا:

باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ۔

(سورۃ المائدہ، پارہ ۶، آیت نمبر ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے وعدوں کو پورا کرو۔

معلوم یہ ہوا کہ "اوفوا" یا "وفا" کا معنی "موت" نہیں بنتا بلکہ "پورا کرنا" بن رہا ہے۔

ایک اور مقام پر باری تعالیٰ کا ارشاد آتا ہے:

اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ اِنَّ الۡعَهۡدَ کَانَ مَسۡئُوۡلًا۔

(سورہ بنی اسرائیل، پارہ ۱۵، آیت نمبر ۳۴)

ترجمہ: عہد پورا کرو بے شک قیامت کے دن عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا آیات بینات سے ثابت ہوتا ہے کہ "توفی" اور "وفات" کا معنی "پورا دینا" ہے۔ اگر "وفات" کا حقیقی معنی "موت" ہی ہوتا تو اللہ پاک کبھی اجر اور بدلہ پورا پورا دینے کے لیے اس کا استعمال نہ فرماتے۔

قبضے میں لے لینا:

رب العٰلمین ارشاد فرماتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى۔

(پارہ ۷، سورہ الانعام، آیت نمبر ۶۰)

ترجمہ: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہرائی ہوئی معیاد پوری ہو۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ "یتوفی" یا "وفات" کے معنی موت نہیں بلکہ قبضہ میں لے لینا ہے۔

دوسری جگہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ (پارہ ۲۴، الزمر، آیت نمبر ۴۲)

ترجمہ: اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں، پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اس سے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک معیاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔

وفات اور موت میں فرق:

مذکورہ بالا آیات بینات سے پتہ چلتا ہے کہ وفات اور موت دونوں الگ الگ ہیں اس لیے غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ "يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ" میں وفات تو ہے مگر موت نہیں۔ چنانچہ غور فرمائیں کہ باری تعالیٰ حالت نیند میں روح کو اپنے قبضہ میں لے لیتے ہیں اور بیداری کے وقت پھر لوٹا دیتے ہیں چنانچہ "يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ" میں روح قبضے میں لے لی جاتی ہے لیکن اس سے لوٹایا نہیں جاتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ موت کا وقت آنا الگ چیز ہے اور روح کا قبضہ میں آنا یا وفات

پانا ایک الگ چیز ہے۔ پس ثابت یہ ہوا کہ عمر کا پورا ہونا اور روح کا قبضے میں لے لینا، قبضے سے واپس لوٹا دینا اور موت کا وقت پر آنا یا نہ آنا یہ سب الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ لیکن صورت اس طرح ہے کہ اپنے قبضہ میں لے لینا یہ بھی "وفات" کا معنی ہے اور عرصہ حیات پورا کرنا یہ بھی "وفات" کا معنی ہے۔ پتہ یہ چلا کہ قرآن کریم سے "وفات" کا معنی عمر پوری کرنا اور قبضہ میں لے لینا ثابت ہے، تو پھر لغت سے معنی تلاش کرنا نص قرآنی پر زیادتی ہے، اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "متوفيك" کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

پہلا معنی: اے عیسیٰ! تیرا عرصہ حیات پورا کرنے والا میں ہوں یہ یہودی جتنی بھی منصوبہ بندی کریں ان کے باعث تیری موت واقع نہ ہوگی بلکہ اس طرح ہے کہ "ورافعك الیّ" میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔

دوسرا معنی: اے عیسیٰ! میں تجھے اپنی حفاظت میں لے لوں گا یہ یہودی جتنی بھی قتل وصلیب کی سازشیں کریں یہ لوگ ناکام ہی ہوں گے۔

معلوم یہ ہوا کہ "متوفيك" میں "وفات" بمعنی موت نہیں اور جب "وفات" بمعنی موت نہیں تو "ورافعك" سے مراد "رفع روح" اور "رفع درجات" نہیں بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی زندہ شخصیت کو اوپر اُٹھالینا ہے لیکن دوسری صورت اس طرح ہے کہ لفظ "متوفيك" میں اگر وفات بمعنی موت بھی (مجازاً) لیا جائے جس طرح قادیانیوں کا موقف ہے تو اس طرح بھی حضرت عیسیٰ کی موت ثابت نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ "متوفيك" کا معنی اس طرح ہوا کہ اے عیسیٰ! بے شک موت دینے والا میں ہوں، یہ قتل کے منصوبے بنائیں اور سازشیں کریں، یہ تجھے موت نہیں دے سکتے کیونکہ موت دینے والا میں ہوں۔

نذر پوری کرنا:

باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ۔ (پارہ ۲۹، سورۃ الدھر، آیت نمبر ۷)

ترجمہ: وہ (نیک لوگ) اپنی منتوں اور نذروں کو پورا کرتے ہیں۔

ناپ تول پورا کرنا:

باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔

(پارہ ۸، سورۃ الانعام، آیت نمبر ۱۵۲)

ترجمہ: اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔

مذکورہ آیات بینات سے معلوم ہوا کہ "اوفوا"، "یوفون" یا "وفات" کا معنی موت نہیں بلکہ پورا کرنا ہے۔

قادیانیوں کا غلط استدلال:

قادیانیوں کے دلائل سے "متوفیك" سے موت مسیح ثابت نہیں ہوتی کیونکہ مذکورہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "وفات" کا حقیقی معنیٰ موت نہیں بلکہ پورا پورا دینا ہے، چنانچہ مجازی طور پر "وفات" کا معنی موت کرتے ہیں۔ اُصولی بات یہ ہے کہ اگر ایک لفظ کا ایک معنی حقیقی ہو اور دوسرا معنی مجازی ہو، معنی حقیقی کو مجازی پر ترجیح دی جائے گی۔

ایک صورت اس طرح ہے کہ اگر کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس کے سبب سے حقیقی معنیٰ مراد لینا مشکل ہو تو پھر مجازی معنی مراد لیا جائیگا جبکہ "متوفیك" میں ایسا کوئی قرینہ نہ پایا گیا جس کے سبب سے حقیقی معنی مشکل ہو۔ اس لیے یہاں پر مجازی معنی مراد نہیں لیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ لفظ "متوفیك" سے موت مسیح ثابت نہیں ہوتی۔

صاحب تفسیر قرطبی رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں:

ان عیسیٰ لایمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامه۔

(تفسیر قرطبی جلد ۳، جز ۳، صفحہ ۲۰۲)

ترجمہ: بے شک عیسیٰ پر موت واقع نہیں ہوئی اور وہ تمہاری طرف قیامت بپا ہونے سے قبل دوبارہ آئیں گے۔

قرآن کریم سمجھنے کا اُصول:

قرآن کریم کے کسی مقام کو سمجھنا اس وقت تک مشکل ہوگا جب تک اس کا سیاق و

سباق نہ دیکھا جائے، اس لیے لفظ "متوفیك" کا معنی ومفہوم سمجھنے کے لیے ان آیات کا پورا مضمون دیکھنا پڑے گا۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔

(پارہ ۳، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۵۲)

ترجمہ: پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا تو بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف، حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں پہلے جملہ میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ﴾ ترجمہ: جب عیسیٰ نے ان کا کفر محسوس کیا۔

دوسرا جملہ ﴿قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ترجمہ: آپ نے کہا اللہ کی طرف کون لوگ میرے مددگار ہیں۔

سوال: یہ واقعہ کس کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟ یا اس کا پس منظر کیا ہے یا ان یہودیوں کا کفر کیا تھا اور کیوں آپ نے مدد طلب کی؟

جواب: یہودیوں کا کفر اصل میں یہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور مصلوب کرنے کا ناپاک ارادہ رکھتے تھے اور قتل کا پروگرام بھی بنا لیا تھا لیکن جب ان کے ناپاک ارادہ کا پتہ چلا اور ان کے پروگرام کو جان کر خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے سوال کیا کہ آج کون ہے جو میری مدد اللہ کے لیے کرے تو اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے سورۃ نساء میں اس طرح فرمائی:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔ (سورۃ النساء، پارہ ۶، آیت ۱۵۷)

ترجمہ: اور نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ سُولی دی۔

قتل کی وضاحت اسی جگہ اس لفظ میں بیان ہوگئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس اعتبار سے مدد طلب کی وہ تو قتل کے خلاف پائی جاتی تھی۔ پتہ چلا کہ یہودیوں کا کفر تو قتل کا پروگرام تھا لیکن ان کے اس پروگرام کے خلاف اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔

(سورۃ آل عمران، پارہ ۳، آیت نمبر ۵۴)

ترجمہ: پھر (عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے) انہوں نے خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ نے بھی (عیسیٰ کو بچانے کی) خفیہ تدبیریں کیں (یعنی کفار کی تدبیر کارد کیا) اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ نے تین باتیں بیان فرمائیں:

۱۔ باری تعالیٰ کا ان کے خلاف تدبیر کرنا۔

۲۔ باری تعالیٰ کا بہتر تدبیر فرمانے والا ہونا۔

۳۔ یہود کا مکر کرنا۔

اس مقام میں سارے واقعہ کو کنایہ میں بیان کیا گیا ہے، یہ بھی نہیں فرمایا گیا کہ یہود نے کیا مکر کیا یا باری تعالیٰ نے کیا تدبیر فرمائی یا اللہ تعالیٰ کس طرح تدبیر کرنے والا ہے۔

باری تعالیٰ نے اس سارے واقعہ کی تفصیل سورۃ النساء میں بیان فرمادی، چنانچہ اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۔ (سورۃ النساء پارہ ۶، آیت نمبر ۱۵۸)

ترجمہ: اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم، اللہ کے رسول کو شہید کیا اور یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انھوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

مذکورہ بالا آیات بینات سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز قتل نہیں ہوئے

بلکہ انہیں مغالطے میں رکھا گیا وہ اس طرح کہ ایک یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سخت دشمن تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے پروگرام میں شامل تھا لیکن اس کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہوگئی اور یہودیوں نے اس کو سولی دے دی، چنانچہ ملائکہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور اللہ کی یہ بہتر تدبیر تھی یہودیوں کو معلوم بھی نہ ہوا جو ظالم تھا مارا گیا لیکن جس کو بچایا گیا اور بچ گئے اس کے بارے میں وہ شکوک وشبہات میں قیامت تک رہیں گے۔

پھر اس آیت کے بعد اگلی آیت میں مزید تاکیدی حکم دیا گیا کہ یہودیوں نے ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ (النساء، پارہ ۶، آیت نمبر ۱۵۸)

ترجمہ: بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔

"متوفيك" کا درست مفہوم:

درست مفہوم "متوفيك" کا اس طرح ہوا کہ قتل اور صلیب کے پروگرام حضرت عیسیٰ کو مار نہیں سکتے، لیکن حیات کا وقت پورا کرنے والا میں ہوں جو حیات کا وقت زمین پر رہنے کا ہے میں اس وقت کو اس طرح پورا کروں گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھا کر پھر دوبارہ زمین پر اُتار دوں گا اور باقی زندگی پوری ہو جائے گی اور پھر موت آجائے گی۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول مبارکہ سے لے کر وصال شریف تک حضرت عیسیٰ کا عرصہ حیات متوفيك میں پایا جاتا ہے۔

سوال: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھانا جسمانی تھا؟

پہلا جواب: باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾

ترجمہ: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اُٹھالیا۔

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانا جسمانی ہے نہ کہ بلندی درجات اور اٹھانا روحانی اٹھانا کیونکہ "اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ" سے امر جسمانی بنتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ (پارہ ۶، آیت نمبر ۱۵۷، النساء)

قرآن کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ قتل اور مصلوب کرنے کا تعلق جسم کے ساتھ ہے نہ کہ روح کے ساتھ، معلوم یہ ہوا کہ جب اٹھانا ہوگا تو غرض یہ ہوگی کہ قتل اور صلیب سے بچایا جا سکے۔ ثابت یہ ہوا کہ یہ اٹھانا جسمانی ہوگا نہ کہ روحانی اگر یہ بات بھی مان لی جائے تو یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب پر لٹکانے کا منصوبہ تیار کیا تو باری تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلندی درجات عطا فرمائی اور ان کی روح کو اوپر اٹھا لیا تو یہ قرآن کریم کے الفاظ کے خلاف ہے۔ یعنی حکم قرآن کے خلاف ہے اس لیے مقصد تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو با حفاظت بچا لیا جائے۔

اگر مقصد بھی پورا نہ ہوا تو اس اٹھانے کا کیا مطلب؟

دوسرا جواب: باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْماً﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾

ترجمہ: اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

ثابت یہ ہوا کہ باری تعالیٰ کی ان دو (۲) صفات (حکمت والا ہونا اور بہتر تدبیر والا ہونا) کا تقاضا بھی اس طرح ہے کہ باری تعالیٰ کا پروگرام ایسا ہو جہاں تک یہ گمان بھی نہ کر سکیں اور ان کی عقل و سوچ کی رسائی بھی نہ ہو۔ اسی لیے ان کی صورت ایسی بنی کہ ان کو زندہ سلامت باری تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا، اگر یہ صورت مان لی جائے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تو ثابت یہ ہوگا کہ یہود اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا "خیر الماکرین" بہتر تدبیر کرنے والا ہونا اور "عزیزاً حکیما" غالب حکمت والا ہونا ثابت ہی نہیں ہوتا کیا یہ صورت مانیں گے کہ نعوذ باللہ گویا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے خلاف بنائے گئے پروگرام کو کامیاب دیکھتا رہا اگر یہ بات مان لی جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب قتل کر دیا گیا تو قبضے میں لے لیا اور رفع درجات عطا کر دیا گیا اس طرح کی سوچ رکھنا گمراہی اور قرآنی نص کے خلاف ہے اس طرح کی سوچ رکھنے والا مرتد و گمراہ ہے۔

سوال: کیا جسم کا اٹھانا قانونِ قدرت کے اعتبار سے درست ہے؟

جواب: قانون قدرت سے پتہ چلتا ہے کہ جسم کا اٹھانا درست عمل ہے

حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا.

ترجمہ: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا تھا اور ہم نے اس کو بلند مقام پر اٹھا لیا۔ (سورۃ مریم پارہ ۱۶، آیت نمبر ۵۶-۵۷)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

بخاری و مسلم کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شبِ معراج مبارک میں حضرت ادریس کو آسمانِ چہارم پر دیکھا اور ملاقات فرمائی۔ لہذا اس مذکورہ عبارت سے ثابت یہ ہوا کہ جسمانی اعتبار سے کسی کو اٹھا لینا قانونِ قدرت کے خلاف نہیں ہے۔

فیصلہ: قرآن کریم کی جملہ عبارات و تصریحات سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ قرب قیامت دجالِ اعظم کو ختم کرنے حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جامع مسجد دمشق کے مشرقی گوشہ میں فجر کی نماز کے وقت اُتریں گے اور نماز کی امامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ فرمائیں گے۔ احادیث مبارکہ میں جن تمام اُمور کی تفصیل ہے، سر انجام دیں گے پھر اپنی طبعی وفات پائیں گے اور نبی کریم ﷺ کے پہلو مبارک میں دفن کر دیے جائیں گے۔

نوٹ: بڑی زیادتی اور نا سمجھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی، جس نے تاویلات فاسدہ کر کے اپنی جھوٹی نبوت کو با اعتبار ثبوت پیش کرنے کی مذموم کوشش کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کی اور تمام اُمت کے متفقہ عقیدے کو متزلزل کرنے کی جسارت کی۔

حضرت عیسیٰ کا اُترنا احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام رسول کریم ﷺ کے ارشاد مبارکہ کی روشنی میں

آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ یہ تھا کہ "وہ مسیح موعود جس کا ذکر احادیث میں آنے کا پایا جاتا ہے وہ مسیح موعود میں ہوں" اسی اعتبار سے اپنے آپ کو مسیح موعود بھی کہتا تھا۔

سوال: کیا مرزا قادیانی مسیح موعود تھا؟

جواب: ہمیں ارشادات رسول یعنی احادیث مبارکہ سے پتہ کرنا ہوگا کہ مرزا قادیانی معیار احادیث پر اترتا ہے یا نہیں اگر وہ اُترتا ہے تو دعویٰ میں سچا ہے اگر وہ احادیث کے معیار پر نہیں اترتا تو دجال وکذاب ہوگا۔

احادیث مبارکہ اور نزولِ مسیح علیہ السلام:

اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے نزول مسیح پر کچھ احادیث پیش کی جاتی ہیں تا کہ طوالت نہ ہو۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویمنع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد"

(بخاری شریف جلد اول، صفحہ: ۴۹۰، نور محمد اصح المطابع کراچی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، عن قریب تم میں ابن مریم اُتریں گے (چونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ کو آسمان پر زندہ اٹھالیا تھا اب قیامت کے نزدیک دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے) جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں گے صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کریں گے اور (اس وقت) مال اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ اسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا (ہر آدمی خوشحال ہوگا)۔

نوٹ: بخاری شریف جلد اول کتاب الانبیاء، مسلم شریف کتاب الایمان، ترمذی شریف ابواب الفتن میں یہ حدیث مبارکہ مذکور ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور حدیث بیان فرمائی جس کے راوی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"کیف انتم اذا نزل ابن مریم منکم وامامکم منکم"

ترجمہ: تم کیسے ہوگے جب تمہارے پاس (عیسیٰ علیہ السلام) ابن مریم اُتریں گے اور تمہارا امام (اس وقت) تم میں سے ہوگا۔ (بخاری شریف جلد اول، صفحہ: ۴۹۰، نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام ابن ماجہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد بیان فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسیٰ ابن مریم حکما مقسطاً واما ماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویمنع الجزیة اور یفیض المال حتیٰ لا یقبلہ احد" (ابن ماجہ شریف)

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ عیسیٰ ابن مریم حاکم عادل اور امام بن کر نازل ہوں گے پس وہ (آکر) صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور (اس وقت) مال اتنا زیادہ ہو جائیگا کہ اسے کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عیسیٰ ابن مریم لیس بینی و بینہ نبی ولا رسول الا انہ خلیفتی فی امتی من بعدی"

(در منثور، بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: خبردار میرے اور عیسیٰ ابن مریم کے مابین نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول مگر یہ کہ وہ میرے بعد میری امت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابع۔ (طبرانی)

ترجمہ: سیدنا عیسیٰ ابن مریم کو رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کے ساتھ (گنبد خضریٰ کے اندر) دفن کیا جائے گا۔ پس چوتھی قبر آپ کی ہوگی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولدلہ" (کنز العمال، المواھب اللدنیہ)

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام زمین پر اُتریں گے آپ شادی کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی۔

خلاصۂ حدیث:

سنن ابن ماجہ میں حدیث مبارکہ جس میں رسول کریم ﷺ نے نزولِ عیسیٰ کے بارے میں بیان فرمایا اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

"ایک دن صبح کے روز مسلمانوں کا امام نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنے میں نازل ہوں گے امام آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہے گا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت فرمائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس (امام) کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آگے بڑھو اور امامت فرماؤ بے شک تمہارے لیے اقامت کہی گئی ہے اور وہ امام (یعنی امام مہدی) لوگوں کو نماز پڑھائیں گے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے) نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے "دروازہ کھولو" پس دروازہ کھولا جائے گا اس وقت دجال ستر ہزار یہودیوں کے ساتھ باہر موجود ہوگا۔ جب دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلے گا جس طرح پانی میں نمک پگھلتا ہے، چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگ نکلے گا، آخر کار حضرت عیسیٰعلیہ السلام (فلسطین میں) "بابِ لُد" کے پاس اسے پکڑلیں گے اور قتل کردیں گے پھر باری تعالیٰ یہودیوں کو شکست دے گا۔ (ابن ماجہ شریف' ابواب الفتن باب فتنۃ الدجال)

محترم قارئین! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جس مسیح کے آنے کا ذکر فرمایا وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہیں۔ اب دوبارہ انہی کا نزول ہوگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی جو خصوصیات وعلامات بیان فرمائیں وہ کوئی بھی مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتیں۔

مثال کے طور پر ملک شام میں اس کا نزول نہ ہوا اس کے دور میں نہ اسلام کا غلبہ ہوا، نہ اس نے حج وعمرہ کیا اور نہ اس کو گنبد خضریٰ کے اندر دفن کیا گیا۔ چنانچہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ مسیح موعود باطل ہے اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ بھی مرزا قادیانی نے کیا تھا لیکن مہدی کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے بالصراحت فرمادیا تھا کہ میرے اہل بیت میں سے امام مہدی ہوں گے اور میرے، ہم نام ہوں گے یعنی محمد ان کا نام ہوگا اور میری والدہ ماجدہ کے نام پر ان کی والدہ کا نام ہوگا (یعنی آمنہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امام مہدی حکومت بھی کریں گے، انصاف کا بول بالا روئے زمین پر ہوگا اور ظلم وستم کا خاتمہ ہوجائے گا، کوئی ایک خصوصیت بھی ان میں سے مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے اور اس کے والد کا نام غلام مرتضیٰ مغل ہے اور مرزا قادیانی کی والدہ کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی ہے اس کا اہل بیت کے ساتھ کوئی نسبی تعلق بھی نہیں ہے۔

مغل خاندان کے ساتھ مرزا قادیانی کا تعلق تھا اور اس کے دور میں عدل وانصاف کا بول بالا بھی نہ ہوا، نہ ہی اس کو کبھی حکومت ملی۔

یادرہے کہ ہمارے لیے مسیح موعود یا امام مہدی پرکھنے کا جو معیار ہے وہ احادیث رسول ہے عقل کسی صورت میں پرکھنے کا معیار نہیں۔

نوٹ: ہم رسول کریم ﷺ کے فرمودات مبارکہ کے مقابلے میں کوئی بھی تاویلات اور تصورات باطلہ نہ سننے کو تیار ہیں نہ ماننے کو۔

مسیح دجال:

مسیح دجال نبوت کا دعویٰ بھی کرے گا اور خدا ہونے کا بھی دعویٰ کرے گا اور کانا بھی ہوگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذکر الدجال بین ظھرانی

الناس فقال ان اللّٰه تعالیٰ باعور الاوان المسیح الدجال اعور العین الیمنی کان عینه عنبة طافئة"

(مسلم شریف جلد ثانی کتاب الفتن واشراط الساعة باب ذکر الدجال، صفحہ:۳۹۹)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "باری تعالیٰ کانا نہیں ہے سنو! مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کی آنکھ ایسے ہوگی جیسے پھولا ہوا انگور۔

مسلم شریف میں ہے:

ثم ذکر الدجال فقال انی لا نذر کموہ مامن نبی الاقد انذر کموہ لقد انذرہ نوح قومه ولکن اقول لکم فیه قولا لم یقله نبی لقومه تعلموا انه' اعور وان اللّٰه تبارك و تعالیٰ لیس باعور

(مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعة باب ذکر ابن صیاد جلد ثانی، صفحہ:۳۹۸، ۳۹۹)

ترجمہ: پھر (رسول کریم ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا اور کہا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں خبردار کر رہا ہوں ہر نبی نے اپنی قوم کو اس کے بارے میں خبردار کیا ہے لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی جان لو کہ وہ بلاشبہ کانا ہوگا اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الدجال اعور العین الیسریٰ جفال الشعر معه جنة ونار فناره جنة وجنته نار"

(مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۴۰۰ کتاب الفتن واشراط الساعة باب ذکر الدجال)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور بال گھنے ہوں گے، اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی اس کی دوزخ حقیقت میں جنت ہے اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"یاتی الدجال المدینة فیجده الملئکة یحرسونها فلا یدخلها

الطاعون ولا الدجال ان شاء اللّٰه"

(ترمذی شریف ابواب الفتن باب ماجاء فی صفة الدجال)

ترجمہ: دجال مدینہ پاک کے پاس آئے گا اور فرشتوں کو اس کی حفاظت کرتے ہوئے پائے گا۔ پس نہ تو طاعون (بیماری) مدینہ پاک میں آئے گی اور نہ ہی دجال۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ دجال خدائی اور نبوت کا دعویٰ بھی کرے گا اور سرزمین مبارکہ مدینہ طیبہ پر دجال کے ناپاک قدم نہیں لگیں گے اور دجال کانا بھی ہوگا ایک روایت میں یوں ہے کہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور اس طرح بھی ہے کہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا بلکہ اس طرح بھی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایک نہیں تیس (۳۰) دجال پیدا ہوں گے جو دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا وہ بڑا دجال ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے دجال کو قتل کریں گے اور باقی دجال چھوٹے ہوں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ طویل حدیث بیان فرماتے ہیں کہ دجال مرد مومن سے کہے گا کہ کیا تم مجھ پر ایمان لائے ہو؟ وہ (بندہ مومن) کہے گا تم مسیح کذاب ہو (میں بھلا کیسے ایمان لاؤں؟)

صاحب سنن ابن ماجہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دجال لوگوں کو کہے گا کہ "اَنَا نَبِیٌّ" میں نبی ہوں "انا رَبُّکُم" میں تمہارا خدا ہوں۔

احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ دجال نبوت وخدائی کا دعویٰ کرے گا۔

تحقیقی وفکری بات:

صاحب سنن ابوداؤد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان فرماتے ہیں:

"لا تقوم الساعة حتی یخرج ثلثون دجالا کلهم یزعم انه رسول اللّٰه" (ابوداؤد، باب ابن صیاد)

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس (۳۰) دجال پیدا نہ ہو جائیں ان میں سے ہر کوئی دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

نوٹ: ثابت یہ ہوا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک تیس (۳۰) دجال

پیدا نہ ہوں گے اور ہر کوئی رسول ہونے کا دعویٰ بھی کرے گا لیکن وہ دجال و کذاب ہو گا۔

قادیانیت و مرزائیت:

قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی بعثت انبیاء و رسل اپنے کمال کو پہنچ چکی، انبیاء و رسل کی مُہر لگ گئی کہ قیامت تک کوئی نبی و رسول نہیں آ سکتا۔ چنانچہ مسلمانوں کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ جو آدمی رسول کریم ﷺ کے بعد نبی ہونے یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ دجال و کذاب کافر و مرتد اور اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔ قیامت تک نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت ہی جاری و ساری رہے گی اور یہی عقیدہ ختم نبوت پکارا جاتا ہے۔ اسی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے اندر ہی حیاتِ اُمت مصطفوی پنہاں ہے۔ مسئلہ ختم نبوت بہت حساس ہے اور ہو بھی کیوں نہ۔ چنانچہ ہمیں جب اچھی طرح معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی و رسول ہیں اور کسی نئے نبی کے آنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے اگر تصور کیا تو تعلق اپنے نبی سے ٹوٹ گیا۔

اس کی مثال اس طرح کی ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والا موسیٰ علیہ السلام کا انکار نہ کرے اور یوں کہے میں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرتا ہوں تو وہ موسوی نہ رہا بلکہ عیسائی بن گیا۔ اسی اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار بھی نہ کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی بھی اختیار کر لے تو اب وہ عیسوی نہ رہا بلکہ محمدی بن گیا۔ اب صورتِ مسئلہ اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والا اگر رسولِ کریم ﷺ کی شان و عظمت کا اقرار تو کرتا ہے لیکن ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کی چوکھٹ تھام لے اور اس کے مقام اور شان کا اقرار کرے تو وہ محمدی نہ رہا بلکہ وہ واضح قادیانی بن گیا۔

"قادیانیت کیا ہے؟"

قادیانیت۔ نبی کریم ﷺ سے بغاوت کا نام ہے۔

قادیانیت۔ نبی کریم ﷺ سے تعصب و نافرمانی کا نام ہے۔

قادیانیت۔ نبی کریم ﷺ کے خلاف علمِ عداوت بلند کرنے کا نام ہے۔

قادیانیت۔ نبی کریم ﷺ کی نافرمانی اور بغض و عناد کا ایک شعلہ آتش فشانی کا نام ہے۔

قادیانیت۔ نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کا نام ہے۔

قادیانیت۔ خاتم النبیین ﷺ کی سچی نبوت کے مقابل مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کو لانے کا نام ہے۔

قادیانیت۔ حقیقت میں یہودیت کا دوسرا نام ہے۔

قادیانیت۔ مسیلمہ کذاب کے غلیظ و پلید مشن کا نام ہے۔

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ: قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔

مرزا قادیانی خود اسلام کے خلاف ایک بہت بڑا فتنہ ہے نسل شیطانی، جہنم مکانی، مرزا قادیانی نے ۱۹۰۱ء میں اشارہ فرنگی پر کبھی نبوت و رسالت تو کبھی خدائی کا دعویٰ بھی کیا۔ بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کی تحصیل بٹالہ کے ایک چھوٹے اور غیر معروف گاؤں قادیان کے رہنے والے اس کذاب نے ایک جست میں صرف نبوت کا دعویٰ ہی نہیں بلکہ یہ بدبخت کبھی عالم کے روپ میں سامنے آیا تو کبھی ایک سازش کے تحت عیسائیوں سے مناظرے کر کے ایک مناظر کی شکل میں روشناس ہوتا رہا اور سادہ لوح مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرتا رہا کبھی دجل و فریب سے پُر کتابیں لکھ کر خود کو ایک مصنف کی حیثیت سے متعارف کرواتا رہا کبھی اپنی تعلیمات کے اشتہارات شائع کر کے سستی شہرت حاصل کرنے کی ناپاک کوشش کرتا رہا کبھی اپنے آپ کو "مجدد"، کہا کبھی "مامور من اللہ"، بنا کبھی "ملہم"، بنا کبھی خود کو "محدث"، کہا کبھی "مسیح موعود" ہونے کا اعلان کیا کبھی "ظلی و بروزی نبی"، بنا تو کبھی ظلی طور پر "محمد رسول" بنا اور آخر کار ۱۹۰۱ء میں تمام حدود کو پھلانگتے ہوئے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کر دیا۔ (تحفظ ختم نبوت، صفحہ ۵۶)

قادیانیوں کے عقائدِ باطلہ و خبیثہ:

مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں نے کس طرح شعائر اور اصطلاحات اسلامی کو مسخ کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے اس حوالے سے کچھ عبارات بطور ثبوت پیش کی جا رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انکی خباثتیں پڑھ کر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ان کی عقل نہیں

ع عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

بہرحال کچھ قادیانی نظریات پیش خدمت ہیں:

مرزائیوں کے نزدیک مرزا قادیانی: خدا کا برگزیدہ نبی و رسول (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کی باتیں: احادیث (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کا خاندان: اہل بیت (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کا بیٹا (بشیر احمد، ایم اے): قمر الانبیاء، فخر المرسلین (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کی بیٹی: سیدۃ النساء (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کی بیویاں: اُمہات المومنین (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کے ساتھی: صحابہ کرام (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کا شہر: مدینۃ المسیح (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کے جانشین: خلفائے راشدین کے طرز پر خلفاء (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کا قبرستان: جنت البقیع کے مقابلے میں بہشتی مقبرہ (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کے ۳۱۳ گماشتے: اصحاب بدر (نعوذ باللہ)

قادیانیوں کا نظریہ اور کلمہ:

قادیانیوں کے عقیدہ کے بارے میں مرزا بشیر احمد (ایم اے) لکھتا ہے:

''کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں ''محمد رسول اللہ'' سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ تشریف لائے اس لیے ہم مرزائیوں کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔'' (کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۵۸)
(نعوذ باللہ من ذلک)

مرزا کا مقام:

''مرزا قادیانی کی ٹھیک وہی شان، وہی نام اور وہی رتبہ ہے جو آنحضرت ﷺ کا تھا۔'' (اخبار الفضل، ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء قادیانی مذہب: صفحہ ۲۷۵)

نوٹ: مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں کی عبارات دیکھی جائیں تو ہوش مند بندہ سوچتا ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کی ذرّیت کیا کرتی ہے اور کیا کرتی رہے گی۔

مرزائیت کے عقائد و خیالات:

''چودھویں صدی کے تمام انسانوں کے لیے نبی اور رسول مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔'' (نعوذ باللہ) (تذکرہ صفحہ ۳۶۰ طبع دوم)

''رحمۃ اللعالمین مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔'' (نعوذ باللہ) (تذکرہ صفحہ ۸۳ طبع دوم)

مرزائی اخبار الفضل مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''وہ مرزا وہی ختم المرسلین تھا وہی فخر الاولین و آخرین ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ اللعالمین بن کر آیا تھا۔'' (نعوذ باللہ) (قادیانی مذہب صفحہ ۲۶۴)

قادیانی عقیدہ ہے:

''آسمان و زمین اور تمام کائنات کو صرف اور صرف مرزا کی خاطر پیدا کیا گیا۔'' (نعوذ باللہ) (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹)

قادیانی عقیدہ ہے کہ؛

''آسمان سے بہت تخت اُترے لیکن مرزا قادیانی کا تخت سب سے پہلے بچھایا گیا۔'' (نعوذ باللہ) (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹)

قادیانی عقیدہ ہے کہ؛

''آں حضرت ﷺ کے زمانہ کا اسلام پہلی رات کے چاند کی طرح ناقص اور بے نور تھا اور مرزا قادیانی کے زمانے کا اسلام چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں اور درخشاں ہے۔'' (نعوذ باللہ) (خطبہ الہامیہ صفحہ ۹۳ طبع اول)

قادیانی عقیدہ ہے کہ؛

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک ہر ایک نبی سے مرزا قادیانی پر ایمان لانے اور اس کی بیعت و نصرت کا عہد لیا تھا۔'' (نعوذ باللہ) (اخبار الفضل ۲۶ فروری ۱۹۲۴ء قادیانی مذہب، صفحہ: ۳۴۰)

قادیانی عقیدہ ہے کہ؛

"مرزا قادیانی کی روحانیت آں حضرت ﷺ سے اقویٰ اکمل اور اشد ہے۔"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱)

قادیانی عقیدہ ہے کہ؛

"اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کی پیروی باعث نجات نہیں، صرف مرزا قادیانی کی پیروی سے نجات ہوگی۔" (نعوذ باللہ) (اربعین، نمبر ۴، صفحہ ۷، حاشیہ)

قادیانی عقیدہ ہے کہ؛

"قادیان کی سرزمین پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔"

(نعوذ باللہ) (بیان میاں محمود احمد ابن مرزا قادیانی، اخبار الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۳۲ء)

قادیانی عقیدہ ہے کہ؛

"مرزا قادیانی جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ مرزا قادیانی کے حکم سے فی الفور ہو جاتا ہے۔" (نعوذ باللہ) (تذکرہ صفحہ ۵۲۵، حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۵)

نوٹ: مرزا قادیانی کی کذب بیانی سے بچو کیونکہ مرزا بہت بڑا کذاب ہے قادیانیوں سے محفوظ رہا کرو۔

مرزا قادیانی کے متعلق اکابرین اہل سنت کا موقف

مفتی غلام دستگیر قصوری:

مفتی غلام دستگیر قصوری اہل سنت کے جید عالم دین تھے۔ آپ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضوری کے داماد، شاگرد و خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی سے بھی کسب فیض کرتے رہے۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں سب سے اول جامع فتویٰ کفر لکھا اور علمائے پنجاب و حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کیں۔ آپ کے اردو فتوی کا نام "تحقیقات دستگیر یہ رد ہفوات براہینیہ" ہے۔ اسی فتوی کا عربی ترجمہ بنام "رجم الشیاطین برداغلوطات البراھین" کر کے علمائے حرمین شریفین کو بھجوایا۔ آپ نے مرزا قادیانی کو مناظرہ و مباہلہ کا چیلنج بھی دیا لیکن مرزا قادیانی کو آپ کے سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی۔ جس کی روداد آپ نے اپنے رسالہ "فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی" میں درج کی ہے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں ایک اور کتاب بنام "تصدیق المرام بتکذیب قادیانی و لیکھ رام" لکھی۔

مولانا فیض الحسن سہارن پوری:

مولانا فیض الحسن سہارن پوری عربی ادب کے ماہر تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج میں عربی کے پروفیسر رہے۔ جب مرزا قادیانی نے اپنی ضلالت پھیلانی شروع کی تو آپ نے اپنے عربی اخبار "شفاء الصدور" میں اس کا خوب رد کیا۔

مولانا فقیر محمد جہلمی:

مولانا جہلمی نے ۱۸۸۵ء میں جہلم سے ہفت روزہ اخبار "سراج الاخبار" جاری کیا اور اس میں مرزا قادیانی کا بھرپور رد کیا۔ مولانا کرم الدین دبیر اس اخبار کے ایڈیٹر رہے۔ مرزا قادیانی نے مولانا کرم الدین دبیر اور مولانا فقیر محمد جہلمی پر متعدد مقدمات دائر کیے اور سب

میں ذلیل ورُسوا ہوا۔ اس کی تفصیلی روداد سراج الاخبار میں بہ طورِ ضمیمہ شائع ہوتی رہی۔ بعد ازاں مولانا کرم الدین دبیر نے ''تازیانۂ عبرت'' کے نام سے شائع کی۔ سراج الاخبار کی دستیاب فائلوں سے مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کے رد میں شائع ہونے والی خبروں، رپورٹوں، نظموں وغیرہ مع روئیداد مقدمات قادیانی پر مشتمل ایک کتاب بنام ''ردِ قادیانیت اور سُنّی صحافت'' (جلد اول) مکتبۂ اعلیٰ حضرت، لاہور سے شائع ہوئی ہے جو کہ اہم اور قیمتی معلومات کا ذخیرہ ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی:

نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ مارتے دیکھ کر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی تڑپ گئے اور مسلمانوں کو مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کے زہر سے بچانے کے لیے انگریز کے ظلم و بربریت کے دور میں علم حق بلند کرتے ہوئے خبردار کیا اور ہمت و جرأت کے ساتھ قادیانیوں کے کفریہ عقائد، مرزائی اور مرزائی نوازوں کے بارے میں فتویٰ ارشاد فرمایا:

''قادیانی مرزائی مرتد اور منافق ہیں۔ مرتد، منافق وہ کہ کلمہ اسلام بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے، اس کا ذبیح محض نجس، مردار، حرام قطعی ہے۔ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم وناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔'' (احکام شریعت صفحہ ۱۱۲، ۱۲۲، ۱۷۷)

فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ میں مزید فرمایا:

''اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت وحیات کے سب علاقے ان سے قطع کردیں، بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ صفحہ ۵۱)

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی:

سید پیر مہر علی شاہ نے فرمایا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے مجھے خواب میں حکم فرمایا کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی غلط تاویل کی قینچی سے میری احادیث کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔'' (ملفوظات طیبہ، صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷)

سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے میدان میں نکل آئے اور مسلمانوں کو اس کی شرانگیزیوں سے آگاہ کیا۔ آپ کی شبانہ روز جدوجہد و مساعی سے بدحواس ہو کر قادیانی جماعت کے ایک وفد نے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ مرزا قادیانی سے مباہلہ کرلیں۔ ایک اندھے اور ایک لنگڑے کے حق میں آپ دعا کریں، دوسرے اندھے اور لنگڑے کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے۔ جس کی دعا سے اندھا اور لنگڑا ٹھیک ہو جائیں وہ سچا ہے۔ اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ سید پیر مہر علی شاہ نے جواب دیا کہ ''یہ بھی منظور ہے اور جاؤ مرزا قادیانی سے یہ بھی کہہ دو کہ اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجاؤ۔ مہر علی شاہ مردے زندہ کرنے کے لیے بھی تیار ہے۔ سچ ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرتا ہے اس کی پشت پر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ ہوتا ہے''۔ قادیانی وفد یہ جواب پا کر واپس چلا گیا اور کچھ پتہ نہ چلا کہ مرزا قادیانی اور ان کے حواری کہاں ہیں۔ (تحریک ختم نبوت از آغا شورش کاشمیری)

باطل کو چیلنج: حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی نے مرزا قادیانی کو چیلنج کرتے ہوئے کہا:

''حسب وعدہ شاہی مسجد میں آؤ، ہم دونوں اس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا جو کاذب ہوگا مرجائے گا۔ مرزا قادیانی نے جواب میں اس طرح چپ سادھی گویا دنیا سے رخصت ہوگیا۔''

(تحریک ختم نبوت، صفحہ: ۵۲ آغا شورش کاشمیری)

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری:

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ نے محاذِ ختم نبوت پر گراں قدر خدمات سر انجام دیں آپ کی ذات قادیانیوں کی شہ رگ پر نشتر تھا جب مرزا قادیانی کا نام نہاد خلیفہ نور الدین نارووال ضلع سیالکوٹ میں وارد ہوا اور قادیانیت کی تبلیغ شروع کی، آپ اس وقت صاحب فراش تھے، چار پائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا لیکن عاشق رسول ﷺ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ نور الدین دندناتا پھرے اور میں یہاں لیٹا رہوں۔ فوراً حکم دیا کہ میری چار پائی اٹھا کر نارووال لے چلو، آپ نے وہاں پہنچ کر نور الدین اور اس کے باطل مذہب کی ایسی مرمت کی کہ نور الدین وہاں سے بھاگ گیا۔ (عشق خاتم النبیین ﷺ صفحہ:۴)

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کی ہلاکت کی پیش گوئی بدیں الفاظ فرمائی:

''ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیش گوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے، خدا کے فضل وکرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی سچا ہے اور میں صدق دل سے اس سچے نبی کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس (۲۴) گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا۔''

آپ نے یہ پیشین گوئی فرمائی اور ہزاروں مسلمانوں نے یک زبان ہو کر آمین کی صدائیں بلند کیں۔ یہ پیشین گوئی آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح کو دس بج کر دس منٹ پر مرزا جی آں جہانی ہو گئے۔ (رد قادیانیت اور سُنّی صحافت، جلد دوم، ص:۴۲۶ مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور، بحوالہ جہان امیر ملت:۲۱)

اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی اور حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی:

اعلیٰ حضرت مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی نے بھی اپنے فکر وعمل سے علماء کے اس تاریخی کردار کو زندہ رکھا اور اسلاف کی اس عظیم روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنے استاذ و مرشد حضرت مولانا خواجہ غلام نبی للّٰہی کے ساتھ مل کر خاص طور پر غیر مقلدیت اور قادیانیت

کے فتنوں کا زبردست رد کیا اور اپنے زیر اثر علاقے (مغربی ووسطی پنجاب) میں اپنی خداداد بصیرت وفراست اور عدیم المثال ہمت وکوشش سے ان کے آگے بند باندھ دیا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، ۲۰۱۴ء جون از ڈاکٹر محمد طفیل سالک)

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی:

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں برکت علی اسلامیہ ہال میں بلائے گئے تمام مکاتب فکر کے کنونشن میں پیکر جرأت وغیرت قمر الملت خواجہ قمر الدین سیالوی نے انتہائی جذباتی انداز میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا، قادیانیوں کا مسئلہ باتوں سے حل نہیں ہوگا آپ مجھے حکم دیں میں قادیانیوں سے نمٹ لوں گا اور چند روز میں ربوہ کو صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔

شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری:

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مراقبہ فرمایا اور مرزا قادیانی کو قبر میں باؤلے کتے کی شکل میں دیکھا کہ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی ہے اور وہ انتہائی خوفناک آوازیں نکال رہا ہے، بڑی پھرتی سے گھوم گھوم کر منہ سے دُم پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ غصہ میں آ کر کبھی اپنی ٹانگوں کو کاٹتا ہے اور کبھی سر زمین پر پٹختا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس لعین کے عذاب میں اضافہ فرمائے، آمین ثم آمین) (عقیدہ ختم نبوت، صفحہ:۳۳۲)

صاحب زادہ فیض الحسن شاہ:

خطیب ختم نبوت جناب صاحبزادہ فیض الحسن شاہ نے ملتِ اسلامیہ کی سوئی ہوئی غیرت کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا جو جناب خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ اپنی ماں، بہن کی عزت کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا۔ (عشق خاتم النبیین، صفحہ:۳،۴)

نوٹ: مسلمانو! مرزا قادیانی کے ماننے والے گمراہ ودجال ہیں، کوشش کرو مرزا قادیانی کی جماعت کو حقائق سے آگاہ کرو تا کہ وہ ختم نبوت پر ایمان لائیں۔

☆☆☆☆

مرزا قادیانی کی غلیظ زبان

ہم ذیل میں مرزا قادیانی کی چند عبارات نقل کر رہے ہیں' قارئین کرام خود اندازہ کریں کہ کیا ایسی زبان والا نبی ہو سکتا ہے؟ ''ہرگز نہیں''۔

۱۔ ہر مسلمان مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے پر ایمان لاتا ہے، مگر زنا کار کنجریوں کی اولاد، جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔ (آئینہ کمالات اسلام، صفحہ:۵۴۷)

۲۔ جھوٹے آدمی کی یہی نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔ (حیات احمد، جلد۱، صفحہ:۲۵)

۳۔ سعد اللہ لدھیانوی بے وقوفوں کا نطفہ ہے اور کنجری کا بیٹا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ۱۴)

۴۔ خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ:۱۳)

۵۔ آریوں کا پرمیشر (خدا) ناف سے دس انگل نیچے ہے، سمجھنے والے سمجھ لیں۔ (چشمہ معرفت، صفحہ۱۱۶)

نوٹ: محترم حضرات! مذکورہ بالا عبارات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں، بے شمار غلیظ عبارات مرزا قادیانی کی کتابوں میں مذکور ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانے سے خود کو شرم آتی ہے کیا ایسی ذہنی کیفیت کے آدمی کو نبی مانا جا سکتا ہے؟ (استغفر اللہ)

پاگل اپنے آپ کو پاگل نہیں کہتا بلکہ دوسروں کو پاگل سمجھتا ہے۔

مرزا قادیانی کا طریقہ اور عبارات کو دیکھ کر شیطان بھی کہتا ہو گا کہ یہ منحوس مجھ سے بھی بازی لے گیا۔

سچا خدا:

سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء صفحہ:۱۱ روحانی خزائن

نمبر ۱۸ صفحہ: ۲۳۱ از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کی اس عبارات سے ثابت ہوا کہ سچے خدا کی نشانی صرف یہ بنتی ہے کہ جس نے مرزا قادیانی کو قادیان میں رسول بنا کر بھیجا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

خواب دیکھ کر خود کو خدا مان لیا:

ورایتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ہو ''میں (مرزا غلام احمد قادیانی) نے خواب دیکھا کہ میں خود خدا ہوں، میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام، صفحہ ۵۶۴ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۶۴ از مرزا قادیانی)

آسمانِ دنیا کی تخلیق پر قدرت:

خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا اور اسی حالت میں، میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان چاہتے ہیں، سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا ''انا زینا السماء الدنیا بمصابیح'' پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا۔

''ان استخلف فخلقت آدم انا خلقنا الناس فی احسن تقویم'' (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

کیا اللہ کی زبان کو مرض لاحق ہو گیا؟

کیا کوئی عقل مند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں پھر بعد اس کے یہ سوال ہو گا کہ کیوں نہیں بولتا کیا زبان کو کوئی مرض لاحق ہو گیا ہے؟

(ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم صفحہ ۱۴۴، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۱۲ از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی عورت اور اللہ مرد:

''حضرت مسیح موعودؑ نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت

آپ (یعنی مرزا قادیانی پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ (یعنی مرزا قادیانی) عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا، سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے۔ (اسلامی قربانی نمبر ۳۴ از قاضی یار محمد قادیانی مرید مرزا غلام احمد قادیانی)

اس مذکورہ بالا عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یقیناً شیطان نے مرزے پر اپنی طاقت کا بھرپور اظہار کیا ہوگا اس لیے شیطان اور مرزا قادیانی کا تعلق بالکل قریب سے قریب تر تھا اور ہر ہر قدم پر مرزا قادیانی کی مدد شیطان کرتا ہوگا۔ جو مرزا قادیانی کہتا ہے اور خود مانتا بھی ہے تو وہ عمل شیطان نے شہر سدوم والا کرلیا ہوگا۔ جس کو مرزا قادیانی نے خدا کی طرف منسوب کردیا ہے۔

تاریخ میں ایسی گندی، مذموم اور ناپاک جسارت کرنے والا واحد نام مرزا قادیانی کا آتا ہے۔

منکرین خدا اور گستاخان خدا کو بھی کبھی ایسی ناپاک اور بدترین کلام کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس گستاخی کی پاداش میں آخرت میں مرزا قادیانی کا جو حشر ہوگا اس کا تصور کرنا بھی ناممکن ہے لیکن دنیا میں ہی باری تعالیٰ نے جو مرزا قادیانی کو رسوا کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ اس طرح کہ مرزا اپنی نجاست میں الٹے منہ گر گیا اور وہاں ہی اپنے منہ نجاست ڈالے مر گیا۔

اللہ اور چور؟

وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔" (تجلیات الہیہ، صفحہ: ۴، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۹۶ از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کی سوچ و فکر کو دیکھا جائے اور پڑھا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ شیطان بھی روتا ہوگا اور شرمندہ ہوتا ہوگا کہ خباثت میں مرزا قادیانی مجھ (ابلیس) سے بھی آگے نکل گیا ہے۔

مرزے کا قلم:

مرزا غلام احمد قادیانی کے قلم سے ایسی ایسی گستاخیاں نکلیں اور ایسے ایسے توہین آمیز الفاظ نکلے جن کو لکھتے ہوئے جسم و جان کانپ اٹھتے ہیں اور قلب و جگر میں پیوست ہو کر رہ جاتے ہیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات لکھنے پر اس لیے مجبور ہیں تاکہ رسول کریم ﷺ کے سادہ لوح امتی مرزا قادیانی کے مکروفریب میں نہ آجائیں۔

مرزائیوں کا مسلمانوں کے بارے میں عقیدہ:

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے منکرین ختم نبوت ہیں۔ توہین رسالت کے مرتکب اور مرتد و زندیق ہیں۔ ملت اسلامیہ پوری کی پوری انہیں کافر قرار دے چکی ہے۔ لیکن مرزائی کمال ڈھٹائی کے ساتھ اپنے آپ کو راسخ العقیدہ اور صحیح العقیدہ سمجھتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مرزائیوں کے نزدیک مسلمان صرف وہ ہے جو مرزا قادیانی پر ایمان رکھتا ہے اور اس کو اللہ کا سچا رسول اور نبی مانتا ہے۔

مرزا محمود لکھتا ہے کہ "پوری ملت اسلامیہ مرزائیوں کے نزدیک کافر ہے۔ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

(آئینہ صداقت، صفحہ: ۳۵، مصنف مرزا محمود احمد ابن مرزا قادیانی)

ابوجہل کی پارٹی:

قادیانیوں کا اخبار "الفضل" ۳ جنوری ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں پوری ملت اسلامیہ کی تضحیک اور چیلنج کرتے ہوئے لکھتا ہے "ہم فتح یاب ہوں گے ضرور تم مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش ہوگے اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو فتح مکہ کے دن ابوجہل اور اس کی پارٹی کا ہوا" (اخبار الفضل مورخہ ۳ جنوری ۱۹۵۲ء)

ایمان کیلئے شرط:

ایسا آدمی جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ

اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل، صفحہ:۱۱۰ مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد قادیانی)

مرد سور اور عورتیں کتیاں:

میرے مخالف جنگلوں کے سؤر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیاں ہو گئیں۔ (نجم الہدیٰ صفحہ ۱۵ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی)

خدا کے نافرمان اور جہنمی:

جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری جماعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔ (اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد ۹ صفحہ ۲۷)

رنڈیوں کی اولاد:

مرزائی قادیانی لکھتا ہے میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷ مصنف غلام احمد قادیانی)

حرام زادے:

مرزا قادیانی لکھتا ہے جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا، سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ (انوار الاسلام صفحہ ۱۳۰ مصنف مرزا قادیانی)

دردمندانہ اپیل

اٹھو مسلمانو! غفلت کے خواب چھوڑ دو نبی کریم ﷺ کا کلمہ پڑھنے والو اٹھو نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کو گل کرنے کے لیے جو ہوا چل رہی ہے، اس کا مقابلہ کرو۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا برپا کردہ فتنہ ارتداد شجر اسلام کو جڑوں سے اکھاڑ دینا چاہتا ہے۔ یہ جھوٹی نبوت کا اژدھا ہماری نئی نسل کے ایمانوں کو نگلنے کے لیے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کریم ﷺ کی جگہ متعارف کروانے کی

کوشش کی جا رہی ہے۔

کتنے دُکھ کی بات ہے کہ کلمہ طیبہ میں نبی کریم ﷺ کے نام کی جگہ مرزا قادیانی کا نام استعمال کرتے اور لکھتے ہیں۔ غور وفکر کا مقام ہے کہ اس طرح کا مسلمان کون ہو سکتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی گستاخی سنتا رہے اور خاموش تماشائی بنا رہے۔ اٹھو مسلمانو! ناموس رسول کریم ﷺ کا تحفظ کرو تاج وتخت ختم نبوت کا پہرہ دو۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کی زبانوں کو لگام دو، ختم نبوت کا پیغام عام لوگوں تک پہنچا دو، ختم نبوت کی تعلیم سے اپنے بچوں اور دوستوں کو خوب آراستہ کرو کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے چیلے بڑے ہوشیار ہیں وہ لوگوں کو برطانیہ کا لالچ دے کر مرزائی بنا رہے ہیں لہٰذا مسئلہ ختم نبوت کو خوب خوب متعارف کروائیں تاکہ کسی مسلمان کی متاع ایمان نہ لٹ سکے۔

الہام:

قرآن کریم جو کائنات کے تمام جن وانس کے لیے دستورِ حیات بھی ہے اور منبع ہدایت بھی ہے جو حق تعالیٰ کے متلاشیوں کے لیے شمع فروزاں ہے، ہم تمام زندگی کے مسائل کا حل کلام ربی سے تلاش کرتے ہیں رب العلمین نے قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کے آغاز میں ہی ارشاد فرمایا "ذلك الكتاب لا ريب فيه" یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی اس کتاب قرآن مجید کی وہ آیات بینات جو رسول کریم ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔ مرزا قادیانی نے ان کو تبدیل کر کے اپنی طرف سے کبھی کہا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور کبھی یہ کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کچھ آیات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی قرآن کو بدلنے والا ہے۔

مرزا قادیانی کہتا ہے مجھ پر الہام ہوا۔

الہام نمبر ۱: وما ارسلنك الا رحمة للعالمين ۔ (تذکرہ ص ۵۱ مصنف مرزا قادیانی)

الہام نمبر ۲: سراجاً منیراً (تذکرہ ص ۵۲ مصنف مرزا قادیانی)

الہام نمبر ۳: یا یها المدثر (تذکرہ ص ۵۱ مصنف مرزا قادیانی)

الہام نمبر ۴: انا اعطینٰك الكوثر (تذکرہ ص ۹۴ مصنف مرزا قادیانی)

وحی:

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مجھ پر وحی آئی:

قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً (تذکرہ صفحہ ۳۵۲ مصنف مرزا قادیانی)

ان تمام مندرجہ بالا آیاتِ بینات سے پتہ چلتا ہے کہ ان ساری آیاتِ مبارکہ میں رسول کریم ﷺ کو خطاب ہے لیکن مرزا قادیانی ان تمام آیات کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ حقیقت میں دل پر ہاتھ رکھ کر اور جگر کو تھام کر سوچیں کہ مرزا قادیانی نے کس قدر قرآن کریم میں تحریف کی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کو بدلنے والا آیات کو اپنی طرف منسوب کرنے والا کافر و مرتد ہے اور بے شمار لعنتوں کا مستحق مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

قرآن کریم کے الفاظ میں تحریف

قرآن پاک کی اصل آیت مبارکہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ۔ (پارہ ۱۷، الحج ۱۴ آیت نمبر ۵۲)

تحریف شدہ آیت:

وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی اُمنیته

(ازالہ ص ۶۲۹ دافع الوساوس مقدمہ حقیقت اسلام، صفحہ ۳۳۰ روحانی خزائن صفحہ ۴۳۹)

اس آیت مبارکہ میں مرزا قادیانی قرآن کریم کی آیت مبارکہ سے من قبلك نکال دیا ہے کیونکہ اگر من قبلك یہاں رہے تو مرزا قادیانی کی نبوت ثابت نہیں ہوسکتی لہذا قرآن کریم کے الفاظ تبدیل کرنے سے کہاں جھوٹے کی جھوٹی نبوت مانی جاسکتی ہے۔

آیت قرآن کریم:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۔

(سورہ رحمٰن پارہ ۲۷، آیت نمبر ۲۶)

تحریف شدہ آیت:

کل شیٔ فان ویبقٰی وجه ربك ذو الجلال والاکرام۔

(ازالہ اوہام: صفحہ: ۱۳۶)

اس آیت سے "من علیها" کو نکال دیا اور "شیٔ" کو زائد داخل کر دیا اور دو آیتوں کو ایک آیت کر دیا جس طرح اپنی مرضی ہوئی قرآن کو بدل دیا۔

آیت قرآن کریم:

وَجٰهِدُوْا بِاَمْوٰلِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

(سورۃ التوبۃ، پارہ نمبر ۱۰، آیت نمبر ۴۱)

تحریف شدہ آیت:

ان یجاهدوا فی سبیل الله باموالهم وانفسهم۔

(اہل اسلام اور عیسائیوں میں مباحثہ، صفحہ ۱۹۴ جنگ مقدس ۵ جون ۱۸۹۳ء)

مرزا غلام احمد قادیانی نے "ان یجاهدوا باموالهم وانفسهم" اپنی طرف سے داخل کیا اور "وجاهدوا باموالکم وانفسکم" کو خارج کر کے "فی سبیل الله" کو آخر سے اُٹھا کر میدان میں رکھ دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں سے خطاب اور جہاد کا حکم تھا مرزا غلام احمد قادیانی نے مخاطب کے صیغے حذف کر کے جہاد کے حکم کو ختم کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مرزا قادیانی کے نزدیک جہاد حرام ہے۔ ملاحظہ ہو "چھوڑ دو اے دوستو! جہاد کا خیال"

قرآن کریم کی آیت مبارکہ:

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔" (پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء: آیت نمبر ۲۵)

تحریف شدہ آیت:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنیٰ

القی الشیطان فی امنیتہٖ فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللّٰہ ایاتہ۔ (براہین احمدیہ:۳۴۸،اشاریہ براہین احمدیہ:صفحہ ۳۸)

وما ارسلنا من قبلک من رسول والنساء۔ (حصہ چہارم ۵۲۸)

محترم قارئین! اصل آیت "من رسول" تک تحریر محدث کا لفظ جو سارے قرآن پاک میں نہیں ہے۔ یہاں داخل کردیا گیا ہے یہ ساری غلط کارروائی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو محدث ثابت کرنے کیلئے۔

آیت قرآنِ کریم:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ۔

(پارہ۱۴،سورۃ الحجر آیت نمبر ۸۷)

تحریف شدہ آیت:

اِنا اتینٰک سبعاً من المثانی و القرآن العظیم۔ (براہین احمدیہ، صفحہ:۵۵۸)

"و لقد" غائب کردیا گیا"۔ "انا" زائد قرآن میں "ن" پر زبر ہے اور کتاب میں زیر ہے، "العظیم" کے "م" پر زبر اور مرزا کی کتاب میں زیر ہے۔ عجیب بات ہے کہ اشاریہ براہین احمدیہ صفحہ ۳۷ میں اس آیت کو صحیح لکھا گیا ہے۔

مسلمانوں کا درودِ پاک:

اللّٰھم صلِ علی محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید اللّٰھم صلِ علی محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم انک حمید مجید۔

قادیانیوں کا درود:

اللّٰھم صل علیٰ محمد واحمد و علیٰ آل محمد واحمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید ٥ اللّٰھم بارک علی محمد واحمد وعلیٰ آل محمد واحمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔

(رسالہ درود شریف ص۴۴،ضیاء الاسلام پریس قادیان)

مسلمانوں کا کلمہ طیبہ:

لا اله الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔

قادیانیوں کا کلمہ:

لا اله الا اللّٰہ احمد رسول اللّٰہ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں احمد (مرزا غلام احمد) اللہ کے رسول ہیں۔

"محمد" حذف کرکے احمد لگادیا۔ (تحفظ ختم نبوت، صفحہ ۷)

قرآن کریم کے بارے میں کفریہ عقائد:

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

اور ہم نے قرآن کو قادیان کے نزدیک نازل کیا ہے: انا انزلنا قریباً من القادیان۔

(ازالہ اوہام، صفحہ ۳۲، ۳۴، ۷۵، ۷۷ مرزا قادیانی)

قرآن اور میری وحی:

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

قرآن اور میری وحی ایک ہیں قرآن کریم اور میری وحی میں کوئی فرق نہیں۔

(نزول المسیح: صفحہ ۹۹) استغفر اللہ، معاذ اللہ

قرآن قصے کہانیوں کی کتاب:

مرزا قادیانی لکھتا ہے: قرآن قصے کہانیوں کی کتاب ہے قرآن پہلوں کی قصے کہانیاں ہیں۔ (نعوذ باللہ) (آئینہ کمالات مطبع لاہوری، صفحہ: ۲۹۴)

قرآن اٹھالیا گیا:

مرزا قادیانی لکھتا ہے: "قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن حکیم ۱۸۵۷ء میں

اُٹھالیا گیا تھا۔''

قرآن میں صرفی نحوی غلطیاں:

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ قرآن میں صرفی ونحوی غلطیاں ہیں۔ (معاذ اللہ)

(حقیقۃ الوحی: صفحہ ۳۰۴)

میرے الفاظ خدا کے الفاظ:

مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''میرے الفاظ خدا کے الفاظ ہیں'' میرے منہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے۔ (معاذ اللہ) (تذکرہ: ص۲۰)

قرآن کریم میں تین شہروں کے نام:

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ''تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے مکہ، مدینہ اور قادیان''۔ (تذکرہ مرزا غلام احمد قادیانی)

قرآن مجید کہاں موجود ہے؟

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے:

ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے اس لیے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر اُتارا جائے۔ (تذکرۃ الفصل، صفحہ ۱۰۳، ریویو آف ریلیجز)

فکری گزارش: قادیانیوں کا قرآن، مرزا قادیانی کے شیطانی الہامات کا مجموعہ ہے اور قادیانی امت کا کلمہ قادیانی امت کا درود اور قادیانیوں کا قرآن کی تحریف کرنا اور قرآن کے بدلنے کا ایک ایسا طوفان برپا کیا گیا جس کو پا کر اسلام ازلی دشمن یہود ونصاریٰ بھی دنگ رہ گئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن کی پوری پوری آیات کو حذف کر دیا جہاں جس طرح چاہا قرآن کے الفاظ نکال لیے اور من گھڑت اپنے شیطانی الفاظ استعمال کر دیے۔

اٹھو! میرے دیس کے مسلمانو!!!

اُٹھو میرے دیس کے مسلمانو! مرزا غلام احمد قادیانی کے شیطانی الہامات، تحریف شدہ قرآن اور کلمہ ودرود کو ختم کر دو اور قرآن کو قصے کہانیاں کہنے والے مرزائیوں کے اس ہاتھ کو روکو جو تحریف قرآن کرے اس زبان کو کاٹو جو تحریف شدہ قرآن کی تبلیغ کرتا ہے، اس سوچ و فکر کو بدل دو بلکہ اس دماغ کو کچل دو جو تحریف قرآن کے منصوبے تیار کرتا ہے اور اس دل کو ریزہ ریزہ کر دو جو قرآن کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔

اے مسلمانو! قادیانیوں کے خلاف علم بلند کریں اور عہد کریں کہ جب تک روئے زمین پر ایک بھی مرزائی موجود ہے ہم اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے تا کہ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شفاعت پا سکیں۔ ہمارا ختم نبوت پر مکمل ایمان ہے، ختم نبوت کے عقیدہ کی مسلمان ایک بنیادی پہچان رکھتا ہے۔ ختم نبوت کے عقیدہ کی تصدیق کرنے والی ایک سو آیات بینات اور دو سو دس (۲۱۰) احادیث مبارکہ ہیں جو اس بات کی شاہد ہیں کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اس پر سب امت کا اتفاق ہے۔ ان کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ نبی نہیں ہو سکتا، وہ شیطان، مرتد اور کافر ہے۔ نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب آخری کتاب ہے جو کلام الٰہی ہے اور قرآن کریم کے نام سے موسوم ہے۔ نبی کریم ﷺ کا دین خاتم الادیان ہے، نبی کریم ﷺ کی شریعت مبارکہ خاتم الشرائع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی مسجد مبارک خاتم المساجد ہے۔ نبی اکرم خاتم الانبیاء اور آپ کی نبوت ختم نبوت ہے۔ نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''میں قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہوں، میرے آنے سے قصرِ نبوت مکمل ہو گیا ہے۔''

اگر کوئی اس کے بعد دعویٰ نبوت کرتا ہے تو جھوٹا و کذاب ہے۔

ہم ذیل میں مرزا قادیانی کی چند عبارات پیش کرتے ہیں، یہ عبارات گستاخی قرآن بھی بنتی ہیں، مرزا کی بداخلاقی بھی اور صراحتاً کفر بھی۔

قرآن کریم کی گستاخی:

قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے (مرزا قادیانی) منہ کی باتیں ہیں۔ استغفراللہ (تذکرہ صفحہ ۶۴۱ چوتھا ایڈیشن)

نبی کریم ﷺ کی گستاخی:

نبی کریم ﷺ سے دین کی مکمل اشاعت نہ ہوسکی، میں نے پوری کی ہے۔

نعوذ باللہ

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷۷ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۳، مرزا قادیانی)

انبیائے کرام کی گستاخی:

آنچہ داد ست ہر نبی را جام — داد آن جام رامرا بہ تمام
زندہ شد ہر نبی بآمدنم — ہر رسولے نہاں بہ پیر ہنم

ترجمہ: خدانے جو پیالے ہر نبی کو دیے ہیں مجھے ان تمام پیالوں کا مجموعہ دیا ہے۔ میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہوگیا، ہر رسول میری قمیض میں چھپا ہوا ہے۔ (نعوذ باللہ)

(نزول المسیح ص ۱۰۰ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۷، ۴۷۸ از مرزا غلام احمد قادیانی)

ابوبکر وعمر کی گستاخی:

ابوبکر وعمر کیا تھے؟ وہ حضرت مرزا قادیانی کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہ تھے (استغفراللہ)

(ماہنامہ المہدی بابت جنوری، فروری ۱۹۱۵ء، ۲، ۳ صفحہ ۵۷ احمدیہ انجمن اشاعت لاہور)

نوٹ: ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما وہ مقام رکھتے ہیں کہ جن کے بارے میں باری تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ "ان کے دلوں کو باری تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے چن لیا ہے" اور رسول کریم ﷺ نے ان کو زندگی میں ہی جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی، مرزائی ان کے مقام وشان کو کیا جانیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گستاخی:

پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب نئی خلافت لو اور ایک زندہ علی (مرزا غلام احمد قادیانی) تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی (حضرت علی) کو تلاش کرتے ہو۔ (استغفراللہ) (ملفوظات احمدیہ صفحہ ۴۰۰ جلد اول)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی گستاخی:

"بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔" (نعوذ باللہ)

(ضمیمہ براھین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ: ۲۸۵ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۱ از مرزا قادیانی)

امام حسین رضی اللہ عنہ کی گستاخی:

مرزا لکھتا ہے: کربلا میری روز کی سیر گاہ ہے حسین جیسے سینکڑوں میرے گریبان میں ہیں۔ (استغفراللہ)

(نزول المسیح صفحہ ۹۹ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۷ مرزا غلام احمد قادیانی)

ساری امت مسلمہ کی گستاخی:

مرزا قادیانی لکھتا ہے: جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۱ مرزا غلام احمد قادیانی)

مقام فکر:

ان مذکورہ بالا عبارات کا مطالعہ کیا جائے جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ناپاک قلم سے نکلی ہیں تو صاحب عقل شخص اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ایسا برا بندہ نبی ہرگز نہیں ہوسکتا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ باری تعالیٰ، کتاب اللہ، انبیائے کرام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور رسول کریم ﷺ کی ساری امت کی گستاخی کے مرتکب ہونے والے مرزا غلام احمد قادیانی منحوس کی عبارات آج بھی شائع ہو رہی ہیں۔ کیا کل قیامت کے روز ان کا جواب ہم سب کو نہ دینا ہوگا؟

مسلمانو! تمہارے ہوتے ہوئے رب العالمین کی گستاخی، رسول کریم ﷺ کی گستاخی، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی توہین کرنے والا ہے۔

اے عُشاقِ مصطفیٰ اُٹھو! مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو لگام دو اور ختم نبوت کے باغیوں کے سامنے سنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زندہ کر دو تا کہ شفاعتِ رسول کریم ﷺ کے صحیح معنوں میں حق دار ہو جاؤ۔ علامہ اقبال نے فرمایا:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

اساتذہ کی کہانی مرزا قادیانی کی زبانی:

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

میں چھ سات برس کا تھا کہ ایک معلم جو فارسی خوان تھا اور میرے لیے نوکر رکھا گیا تھا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند کتابیں فارسی کی مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا تھا کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لیے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی "فضل" ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دین دار اور بزرگ وار آدمی تھے وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا ان کا نام گل علی شاہ تھا ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا۔

(کتاب البریہ حاشیہ ص ۱۶۲، ۱۶۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۳، ص ۱۸۰، ۱۸۱ مرزا غلام قادیانی)

"میرا کوئی استاد نہیں" ۔ یہ مرزا قادیانی کا ایسا جھوٹ ہے کہ دجل اور تاویلات کے

ہزاروں پردوں میں بھی چھپائے نہیں چھپتا، اب مرزا جب جھوٹا ثابت ہو ہی چکا تو جھوٹے کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے۔ یہ بھی مرزا خود ہی بتائے گا۔

جھوٹے کا اعتبار نہیں:

مرزا قادیانی کہتا ہے:

"جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا"۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۲ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۲۳۱، مرزا قادیانی)

جھوٹ اور ارتداد:

مرزا قادیانی لکھتا ہے: جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۰ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۵۶)

مرزا قادیانی کا کردار:

اپنی عظمت و مقام کے اعتبار سے انبیاء کرام کا کردار بلند و بالا ہوتا ہے اور روشنی کے مینار ہوتے ہیں، بلکہ اس طرح جانیں کہ ان کی روشنی کی وجہ سے انسانیت اپنی گم کردہ راہیں بھی تلاش کیا کرتی ہے، انبیاء کرام سے محبت و اطاعت کرنے والے انبیاء کرام کے کردار پر کبھی بھی کوئی ایسا لفظ اٹھانے کی جسارت نہیں کرتے جس میں بے ادبی کا کوئی شبہ بھی پایا جائے۔ گناہ و بدی کے سائے بھی انبیائے کرام کے قریب سے بھی نہیں گزرتے، چنانچہ وہ اپنی تخلیق کے اعتبار سے ہی معصوم ہوتے ہیں، اگر شرافت و کردار کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو مرزا قادیانی کی شخصیت کا جائزہ لینا ہمارے لیے بے کار و فضول ہے، لیکن یہ کوشش کرتے ہیں کہ ممکن ہے مرزا قادیانی کے فدائیین کے دلوں میں ہدایت کی شمع روشن ہو جائے۔

نوٹ: مرزا قادیانی بڑا فضول آدمی تھا، کبھی کہتا ہے مجھے حیض آتا ہے، کبھی کہتا ہے الہام ہوا کہ تو فارسی نوجوان ہے، کبھی دعویٰ مردانگی سے منحرف ہو کر دعویٰ نسوانیت کر دیتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ "میں عورت ہوں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے" یہ باتیں شیطان کی ہو سکتی ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی

نے کیں۔

افیمی:

حضرت مسیح موعود نے ''تریاق الٰہی'' دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جز افیون تھا اور یہ دوا کسی قدر افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کو حضور (مرزا قادیانی) چھ ماہ تک یا اس سے زائد عرصہ تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے۔

(مضمون میاں محمود احمد اخبار الفضل جلد ۱۷ نمبر ۶، مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء)

نوٹ: دوا کا بڑا جز افیون اور پھر اس کا نام ''تریاق الٰہی'' رکھا گیا۔ کتنی بڑی گستاخی اور پھر بنی بھی خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت۔ (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی بہت بڑا لعنتی ہے، بڑا بے حیا اور بے شرم۔

ناقل نے خوب کہا:

ڈھیٹ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

شرابی:

مرزا شراب کا استعمال بکثرت کرتا تھا حسب عادت اس نے اور اس کے چیلوں نے اسے بھی (نعوذ باللہ) شریعت قرار دے ڈالا۔ مرزا کا ایک اور معتقد ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی شراب کے استعمال کا جواز پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ضعف کے دورے ایسے شدید پڑتے کہ ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے، نبض ڈوب جاتی تھی، میں نے خود ایسی حالت میں آپ کو دیکھا ہے کہ نبض کا پتہ نہیں ملتا تھا، تو اطباء یا ڈاکٹروں کے مشورے سے آپ نے ٹانک وائن کا استعمال اندریں حالت کیا ہوا ہو تو پس مطابق شریعت ہے، آپ تمام دن تصانیف میں لگے رہتے تھے، راتوں کو عبادت کرتے تھے۔ بڑھاپا بھی پڑتا تھا تو اندریں حالت میں اگر ٹانک وائن بطور علاج پی بھی ہو تو کیا قباحت لازم آگئی۔

(اخبار پیغام صلح جلد ۲۳ نمبر ۱۵ مورخہ ۴ مارچ ۱۹۳۵ء)

نوٹ: مرزا کے معتقد حکیم محمد حسین قریشی قادیانی نے وہ تمام خطوط جمع کر کے چھاپے تھے جو مرزا قادیانی نے اس کے نام مختلف اوقات میں لکھے تھے۔ ان میں سے ایک خط یہ بھی ہے جس میں مرزا قادیانی نے ٹانک وائن خرید کر بھیجنے کا حکم دیا۔ ناقل نے کیا خوب کہا۔

پی شوق سے مرزا ...... ارے کیا بات ہے ڈر کی
دوزخ تیرے قبضے میں ہے جنت تیرے گھر کی

زانی:

مرزا قادیانی کا کردار دیکھیں اور اس کی گواہی خود مرزائی کی زبان سے سنیں۔

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے اور ولی بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا۔''

پھر لکھا ہے:

''ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔'' (روزنامہ الفضل قادیان مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء)

نوٹ: قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں خود قادیانی اخبار گواہی دے رہا ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے خلیفہ زانی تھے۔

سوال: کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) غیر محرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے تھے؟

قادیانی اخبار میں اس سوال کا جو جواب پیش کیا گیا وہ نذر قارئین ہے:

جواب: ''وہ نبی معصوم ہیں ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے۔'' (قادیانی اخبار، الحکم، قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۳ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء)

مرزا غلام احمد قادیانی بڑا چست ہے اس کا کردار درست نہیں ہے بلکہ مرزا قادیانی کا نبی ہونا تو کجا وہ ایک اچھا انسان کہلانے کے بھی قابل نہیں چنانچہ مرزا قادیانی ایک انگریز نبی ہونے کا آئینہ دار ہے۔ اگر دیکھا جائے تو معاشرے کا ایک اچھا فرد بھی نہیں مانا جا سکتا تو نبی کس طرح مانا جا سکتا ہے۔

مسلمانو! اٹھو ان لوگوں پر، بہت ہی افسوس ہے جو لوگ دل اور دماغ سے مرزا قادیانی کی پیروی کرتے ہیں وہ مرزا قادیانی کے کردار کو دیکھیں، کیا وہ اس قابل تھا!!!

حیرت ہے ان لوگوں پر جو اس کے کردار کو جانتے بھی ہیں پھر اس کو چھوڑتے بھی نہیں حالانکہ وہ مرتد و کافر ہے۔ اس کی شکل ہی منحوس ہے۔

ناقل نے کیا خوب کہا:

صفات میں تو درندوں سے کم نہیں از بر
اگرچہ شکل سے انسان دکھائی دیتا ہے

☆

خرس کا سر، شکل بندر کی، منہ خنزیر کا
ایک پہلو • یہ بھی ہے انسان کی تصویر کا

جو انسان افیمی، شرابی، زانی اور غیر محرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں بھی دبواتا ہے، پھر ایسے بندے کو نبی مانا جائے، یہ کتنا بڑا جرم ہے۔ مرزا قادیانی جو انسان کہلوانے کے قابل نہیں ہے اس کو نبی ماننا کفر ہے کیونکہ وہ کافر و مرتد ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود بھی کافر ہو جاتا ہے۔

اس لیے ذات رسول اکرم ﷺ اور تحفظ ختم نبوت کے سپاہیوں سے عشق کی حد تک لگاؤ ہونا چاہیے۔

مہمانِ رسول اور عشق:

مولانا خلیل احمد قادری مجاہد اسلام مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے فرزند ارجمند تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے جو مجاہدانہ کردار ادا کیا اس سے مجاہدین جنگ یمامہ کی یاد تازہ ہوگئی ہے۔ وفائے محبوب کے جرم میں آپ کو سزائے موت دی گئی، جب یہ خبر آپ کے والد گرامی تک پہنچی جو کراچی میں دوسرے علمائے کرام کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے تو بہادر کے بہادر باپ نے فوراً سجدہ میں سر رکھ دیا اور عرض کیا، میرے اللہ ناموس رسالت پر ایک خلیل کیا میرے ہزاروں فرزند بھی

ہوں تو اسوۂ شبیری پر عمل کرتے ہوئے سب کو قربان کر دوں۔

مولانا خلیل احمد قادری فرماتے ہیں کہ ”دوران قید اندھیری کوٹھڑی میں میرے سامنے زہریلا سانپ چھوڑا گیا اور نماز پڑھنے سے روکا گیا، سارا سارا دن کھڑا رکھا گیا، کئی کئی دن کھانا نہ دیا گیا، دوران تفتیش گالیوں سے نوازا گیا۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے مرے سینے سے درد اٹھتا، اسی لمحہ میں خیال آیا کہ یہاں بھوکا مر رہا ہوں گھر میں ہوتا تو اپنی پسند کے کھانے کھاتا، لیکن دوسرے ہی لمحے ضمیر نے ملامت کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا، میں نے سربسجود ہو کر توبہ کی لیکن خدائی قدرت دیکھیے کہ اندھیرے میں ایک ہاتھ آگے بڑھا اور آواز آئی ”شاہ جی یہ لے لو“ ایک لفافہ مجھے دیا گیا جس میں کچھ پھل اور مٹھائی تھی۔ میں حیران رہ گیا لیکن میرے دل کو یقین ہو گیا کہ یہ غیبی دعوت جناب خاتم النبیین ﷺ کے صدقے میں ملی ہے، وہ پھل اور مٹھائی تین روز تک استعمال کرتا رہا۔“ (عشق خاتم النبیین ﷺ صفحہ: ۷)

قبر مبارک سے خوشبو:

عظیم مجاہد ختم نبوت مولانا محمد شریف بہاولپوری ختم نبوت کے شیدائی و فدائی تھے، حیات مستعار کی ساری بہاریں تحفظ ختم نبوت کے لیے وقف کر دیں، سرائیکی زبان کے بہترین خطیب تھے۔ اس مجاہد ختم نبوت کا جنازہ بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے اٹھا۔ تدفین کے بعد آپ کی قبر مبارک سے تین دن تک خوشبو آتی رہی۔ (عشق خاتم النبیین ﷺ ص ۴)

زندگی:

مجاہد ملت مرد غازی مولانا عبدالستار خان نیازی کو ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں پروانۂ شمع ختم نبوت ہونے کے جرم میں سزائے موت کا حکم ہوا، جیل میں موت کی سزا سن کر مولانا نے جس جرأت اور استقامت کا مظاہرہ کیا، وہ عشق رسالت کا ایک روشن باب ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ”جب تحریک ختم نبوت کے مقدمہ کے بعد میری رہائی ہوئی تو پریس والوں نے میری عمر پوچھی، اس پر میں نے کہا تھا کہ میری عمر وہ سات دن اور آٹھ

راتیں ہیں جو میں نے ناموس مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر پھانسی کی کوٹھڑی میں گزار دیں کیونکہ یہی میری زندگی ہے اور باقی شرمندگی۔ مجھے اپنی اس زندگی پر ناز ہے۔" (عشق خاتم النبیین ﷺ صفحہ:۱۰)

دربارِ رسالت ﷺ سے فرمان:

حضرت مولانا محمد علی مونگیری صوبہ بہار سے تعلق رکھتے تھے، آپ کا زیادہ وقت وظائف، عبادات اور مجاہدات میں گزرتا تھا۔ انہوں نے متعدد بار ذکر کیا کہ میں عالم رؤیا میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کے دربار عالی میں پیش ہوا، نہایت ادب واحترام سے صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: محمد علی تم وظیفے پڑھنے میں مشغول ہو اور قادیانی میری ختم نبوت کی تخریب کر رہے ہیں تم ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیت کی تردید کرو۔

حضرت مونگیری فرمایا کرتے تھے کہ اس مبارک خواب کے بعد نماز فرض، تہجد اور درود شریف کے علاوہ تمام وظائف ترک کر دیئے۔ دن رات ختم نبوت کے کام میں لگ گیا۔

مراقبہ:

اسی دوران یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مراقبہ میں مولانا کو یہ القاء ہوا کہ گمراہی (قادیانیت) تیرے سامنے پھیل رہی ہے اور تو ساکت ہے۔ اگر قیامت کے دن باز پرس ہوئی تو کیا جواب دے گا۔ (سیرت مولانا محمد علی مونگیری، صفحہ ۲۹۷)

نوٹ: مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے جن خوش قسمت مسلمانوں نے اس مقدس مشن کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، یا رسول کریم ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں نچھاور کر دیں ان کی محبت ووفا کے حسین واقعات آج بھی عشق مصطفیٰ ﷺ کے آسمان پر ستاروں کی صورت میں چمک رہے ہیں۔ مسلمانو! آج تم بھی گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر دل میں روضہ رسول اکرم ﷺ سجا کر چشمائے عشق سے عاشقانِ رسول کریم ﷺ کے ان ایمان پرور واقعات کو جھوم جھوم کر پڑھیں اور پھر اس بات کو ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ تحفظ ختم نبوت پر ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے۔

ختم نبوت اور تحریک ختم نبوت کے کچھ گوشے:

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے علامہ شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی میں ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو ایک قرارداد پیش کی جس پر مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، سردار عطا محمد خان مربی، شیر باز خان مزاری، چوہدری ظہور الٰہی اور احمد رضا قصوری سمیت چالیس کے قریب اسمبلی کے ممبران نے دستخط کیے۔ چنانچہ اس قرارداد میں یہ کہا گیا کہ قادیان کے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی کریم ﷺ کے بعد خود نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کیا، جہاد کو ختم کرنے کی مذموم کوششیں کیں اور آیات قرآنی کا خوب تمسخر اُڑایا۔ قادیانیت کے بارے میں یہ کوئی شک نہیں کہ یہ سامراج کی پیداوار ہے اور اس کا مقصد بھی یہ ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے اور اسلام کو جھٹلانا ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ قادیانی مسلمانوں میں گھل مل کر اسلام کا ایک فرقہ بننا چاہتے ہیں اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اندرونی و بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ چنانچہ اسمبلی میں مرزا قادیانی کے پیروکار قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر پاکستان کے آئین میں ضرور بضرور ترمیم کی جائے۔

۵ اگست ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس صبح دس بجے زیر صدارت سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان شروع ہوا جس میں ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان، حفیظ پیرزادہ وزیر قانون، مولانا کوثر نیازی وفاقی وزیر برائے مذہبی امور سمیت پوری کابینہ نے شرکت کی۔ قرآن کریم کی تلاوت کے بعد قادیانی وفد کے سربراہ خلیفہ مرزا ناصر کو بلایا گیا اور یہ طے پایا کہ کوئی قومی اسمبلی کا رکن براہِ راست مرزا ناصر سے سوال نہ کرے گا۔ بلکہ اپنا سوال لکھ کر اٹارنی جنرل یحییٰ کو دے دے گا جو خود مرزا ناصر سے اس بارے میں دریافت کریں گے۔ دنیا کی تاریخ میں یہ جمہوری نظام حکومت کا یہ واحد واقعہ ہے جو اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی بجائے قادیانی مذہب کے دونوں فرقوں (ربوی و لاہوری) سربراہوں کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کے لیے بلایا گیا۔ اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے تعارفی کلمات کہنے کے بعد مرزا ناصر سے عقائد قادیانیت پر بحث شروع کی تو مرزا ناصر نے کہا کہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل بیس (۲۰) کے تحت مذہبی طور پر ہر شہری کو آزادی اظہار کا حق

حاصل ہے۔مرزا ناصر نے کہا کہ پابندی آپ کسی پر بھی نہیں لگا سکتے۔اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے بڑے پر وقار طریقے سے کہا کہ ایک شخص خود کو مسلمان بھی کہتا ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان اور قرآن کریم کی متعدد آیات بینات کا بھی منکر ہے تو کیا ایسے آدمی پر پابندی لگائی جاسکتی نہیں؟ مرزا ناصر نے اس پر مختصر وقت کے لیے خاموشی اختیار کی اور کہا کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دے۔اٹارنی جنرل نے بڑے خوبصورت انداز میں کہا کہ آپ کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ آپ دنیا کے مسلمانوں کو کافر ،دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی قرار دیں۔مرزا ناصر نے جواباً کہا کہ ہم کسی کو کافر قرار نہیں دیتے اس بات پر اٹارنی جنرل نے مرزا ناصر کو اس کے دادا (آنجہانی مرزا قادیانی) اس کے والد (قادیانی خلیفہ مرزا البشیر الدین محمود) اور اس کے چچا (مرزا البشیر احمد ایم اے) کی متعدد تحریریں پڑھ کر سنائیں جن میں ان تینوں نے مسلمانوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج جہنمی ولد الحرام اور کنجریوں کی اولاد قرار دیا تھا۔ان حوالہ جات پر خلیفہ مرزا ناصر بہت شرمندہ ہوا۔پھر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ آپ کا نبی الگ ،قرآن الگ ،نماز، روزہ، حج، زکوۃ الگ ہے پھر آپ لوگ مسلمان کہلوانے اور شعائر اسلامی استعمال کرنے پر بضد کیوں ہیں؟ چنانچہ اس بات کو سننے کے بعد مرزا ناصر کہنے لگا کہ ہماری کوئی چیز الگ نہیں ہے،ہم مسلمانوں کا ایک حصہ ہیں۔اس بات پر اٹارنی جنرل نے بہت حوالہ جات پڑھ کر مرزا ناصر کو سنائے جن پر مرزا بہت پریشان ہوا۔ایک دفعہ اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے قادیانی خلیفہ ناصر پر سوال کیا کہ آپ کے پاس مرزا قادیانی کی تمام کتب موجود ہیں۔مرزا ناصر نے کہا کہ ہاں میرے پاس مرزا صاحب کی تمام کتب موجود ہیں ۔اٹارنی جنرل نے پھر پوچھا کہ ان کی تعداد کیا ہے؟ مرزا ناصر نے کہا کہ ۸۰ کے قریب ہیں۔اٹارنی جنرل یحییٰ نے کہا کہ آپ نے ان ۸۰ کتب کو روحانی خزائن کے نام سے شائع کیا ہے۔اس کے علاوہ ملفوظات دس جلدوں میں مجموعہ اشتہارات تین جلدوں میں اور مکتوبات وغیرہ تین جلدوں میں شائع کیے ہیں۔کیا یہ ساری کتب ایک الماری کے دو شیلفوں میں آسکتی ہیں۔لیکن آپ کے مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں لکھا ہے میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریز کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے

ممانعت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور یہ اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔میں نے تمام ایسی کتابیں عرب، مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچا دیں ہیں۔میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روائتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔

(تریاق القلوب ص ۲۷، ۲۸ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۵۶)

اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے پھر مرزا ناصر سے سوال کیا کہ باقی کتب کہاں ہیں اور ان کے نام کیا ہیں اس پر مرزا ناصر نے کہا کہ اتنی تعداد میں شائع ہوئیں کہ پچاس الماریاں بھر جائیں اٹارنی جنرل صاحب نے کہا کہ اگر آپ صرف ایک کتاب کو ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کر دیں تو اس سے سینکڑوں الماریاں بھر جائیں اس بات پر مرزا ناصر کوئی جواب نہ دے سکا۔ایک دفعہ اٹارنی جنرل نے مرزا ناصر سے سوال کیا کہ آپ مرزا قادیانی کو کیا مانتے ہیں؟ مرزا ناصر نے جواب دیا کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو مہدی اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ اٹارنی جنرل نے پھر سوال کیا کہ اس کے علاوہ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں؟ مرزا ناصر صاحب نے کہا کچھ نہیں! اٹارنی جنرل نے کہا کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں صراحتاً دعویٰ کیا ہے کہ وہ خود ''محمد رسول اللہ'' ہے اور آپ جب کلمہ طیبہ لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی لیتے ہیں۔اس بات پر مرزا ناصر نے کہا کہ ہم مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ نہیں مانتے۔اٹارنی جنرل نے کہا کہ آپ مرزا قادیانی کے دعویٰ محمد رسول اللہ کو جھوٹا مانتے ہیں؟ اس بات پر مرزا ناصر خاموش ہو گیا اور اٹارنی جنرل نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے مختلف اور متنازعہ حوالہ جات پیش کیے تو اسمبلی کے ممبران میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔چنانچہ تیرہ روز کی طویل بحث اور جرح کے بعد مرزا ناصر نے نہ صرف اپنے تمام کفریہ عقائد ونظریات کا واضح اعتراف کیا، بلکہ تاویلات کے ذریعے ان کا دفاع بھی کیا لیکن اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے پانچ اور چھ ستمبر کو تیرہ روز کی بحث کو سمیٹتے ہوئے اسمبلی کے اراکین کو مفصل بریفنگ دی اور ان کا بیان اس قدر مدلل، جامع اور ایمان

افروز تھا کہ کئی آزاد خیال اور سیکولر ممبران اسمبلی بھی قادیانیوں کے عقائد وعزائم سن کر پریشان ہوگئے۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء شام چار بج کر پینتیس منٹ پر پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے دونوں فرقوں (ربوی و لاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور پاکستان کے آئین کی شق (۲) (۹۰) اور (۳) (۲۶۰) میں اس کا مستقل اندراج کر دیا گیا۔

قادیانیو! حق کے بارے میں فکر کرو

ایک دفعہ قومی اسمبلی میں عجیب منظر دیکھنے میں آیا لیکن ہوا ایسا کہ جب قادیانی خلیفہ مرزا ناصر اپنے کفریہ عقائد کے دفاع میں دلائل دے رہا تھا تو اچانک ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور مرزا ناصر پر بیٹ کر گیا۔ جس کی وجہ سے مرزا ناصر بہت گھبرایا اور بڑبڑاتا ہوا تھوڑی دیر کے لیے اسمبلی ہال سے باہر نکل گیا جس نے بھی یہ منظر دیکھا وہ ششدر رہ گیا کہ جدید عمارت کے اندر بند کمرہ میں اچانک پرندہ کہاں سے آگیا اور پھر پرندے کا صرف مرزا ناصر کے اوپر آنا بیٹ کرنا بڑا تعجب بھی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ یہ بتایا جارہا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔

۶ ستمبر ۱۹۷۴ء کو رات ساڑھے ۹ بجے حکومتی حلقوں سے بہت زیادہ اثر ورسوخ رکھنے والے مشہور صحافی اور روزنامہ ''وفا'' کے مدیر اعلیٰ جناب مصطفیٰ صادق کی ملاقات وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے ہوئی اور اس ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب مصطفیٰ صادق نے روداد بیان کی کہ جب جناب بھٹو صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان کی بیگم صاحبہ نصرت بھٹو بھی ساتھ تھیں اور وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ، مذہبی امور کے وزیر مولانا کوثر نیازی ،وفاقی سیکرٹری برائے قانون جسٹس محمد افضل چیمہ اور ڈپٹی اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار بھی موجود تھے۔ اس موقع پر بیگم صاحبہ نصرت بھٹو بہت غصہ کی حالت میں تھیں وہ زور زور سے بول رہی تھیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دینا چاہیے ہم اس طرح حکومت نہیں کر سکتے، ہم نے حکومت کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس موقع پر محترم جناب یحییٰ بختیار نے بڑے خوبصورت انداز اور بہت ٹھنڈے دل کے ساتھ دلیل اور اپیل کا انداز اپناتے ہوئے کہا جس سے بیگم نصرت بھٹو کافی نارمل ہوئیں اور پوری توجہ سے اٹارنی جنرل کی گفتگو سننے لگیں۔

محترم جناب وزیر اعلیٰ مصطفیٰ صادق صاحب کہتے ہیں کہ بہت بڑا کارنامہ اٹارنی

جنرل یحییٰ بختیار کا ہے اس کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے۔ مصطفیٰ صادق صاحب کہتے ہیں کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مسٹر بھٹو کی پارٹی میں کوئی ایسا مرد جری بھی شامل ہے جو اپنا موقف بلا خوف وخطر نہیں بلکہ شد ومد کے ساتھ بیان کر سکے بلکہ استدلال کی قوت سے مسٹر بھٹو جیسے حکمران کو اس مرحلے پر جب کہ وہ بے یقینی اور مایوسی کی دلدل میں خوب پھنسا ہوا ہو اور غیظ وغضب کے عالم میں سارے پینترے بھول چکا ہو لیکن صورت حال کا رخ زور استدلال سے تبدیل کر دے۔ چنانچہ ہوا اس طرح کہ جونہی یکے بعد دیگرے مسٹر بھٹو اور مسز بھٹو نے اپنی رٹی پٹی باتیں دہرائیں اور کہا کہ یہ ملا کی جیت ہے کسی کو کافر قرار دینے والے ہم کون ہیں؟ اس طرح کا یہ اعلان کرنے سے یہ بہتر ہے کہ حکومت چھوڑ دی جائے ،حکومت چھوڑنے کا فیصلہ ہم لوگوں نے کر لیا ہے لہذا ہم مستعفی ہو چلے ہیں۔ اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے اپنی گفتگو کا آغاز ان الفاظ سے شروع فرمایا آپ لوگ حکومت کو چھوڑ رہے ہیں یا سیاست سے بھی دست بردار ہو رہے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کس ایشو پر مستعفی ہو رہے ہیں کیا آپ کو معلوم ہے کہ پبلک کے سامنے مستعفی ہونے کا جواز کیا پیش کریں گے؟ کاش اسمبلی کی کارروائی کا خلاصہ میں اپنے پاس لے آتا اور مرزا ناصر نے جو کچھ کہا ہے آپ کو بتاتا مرزا ناصر نے جو موقف اختیار کیا ہے کون اس کے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے سے ملا کی جیت ہو جائے گی۔

اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ قادیانیوں کے بارے میں علامہ اقبال کا موقف کیا تھا ہم اسی موقف کے قائل ہیں۔ اگر کسی کے خیال میں قادیانیوں کو کافر قرار دینا صحیح نہیں ہے تو پھر انہیں قادیانیوں کا یہ نقطہ نظر درست تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہم اور آپ غیر مسلم ہیں۔ اٹارنی جنرل نے ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کو کہا کہ سر اگر آپ چاہیں بھی تو شاید اب ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ قادیانی اور لاہوری جماعت کی قیادت نے پارلیمنٹ میں نئی نبوت کے حوالے سے سب کے سامنے ان تمام کفریہ عقائد کا اعتراف کر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے امت مسلمہ انہیں گزشتہ سو سال سے غیر مسلم سمجھتی ہے۔ چنانچہ تیرہ روز بحث جرح کے بعد پوری پارلیمنٹ متفقہ طور پر ایک نتیجہ پر متفق ہو چکی ہے کہ اس کی ذمہ دار قادیانیوں کی قیادت ہے کیونکہ اسمبلی کے سب ممبران کے سامنے مرزا غلام احمد قادیانی

متنازعہ عبارات کی تصدیق و تائید بھی کی گئی۔ اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے بڑے خوبصورت انداز میں ولولہ انگیز گفتگو کی اور اس کے بعد دوسرے شرکاء مجلس کو حوصلہ ملا اور ان کو زبان کھولنے کی ہمت ہوئی، چنانچہ عبدالحفیظ پیرزادہ بولے قومی اسمبلی میں جو کچھ ہوا اس کے بعد اسی فیصلہ کا اعلان کرنا پڑے گا۔ جنرل یحییٰ بختیار نے اس طرح کہا کہ وزیراعظم خواہ مخواہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ وہ قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی ذمہ داری قبول کر رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس طرح ہے کہ اسلامی عقیدے کی روح سے قادیانی مسلّمہ طور پر طے شدہ حقیقت کے اعتبار سے غیر مسلم ہیں۔ اس طے شدہ اور تسلیم شدہ حقیقت کو صرف اور صرف آئینی اور قانونی شکل دینے کی ذمہ داری جو اہم سعادت کی حیثیت بھی رکھتی ہے جو قومی اسمبلی قبول کر رہی ہے جس کا باقاعدہ اعلان قائد ایوان وزیراعظم پاکستان کرنے والے ہیں۔ چنانچہ آئینی حدود کے اندر آئینی دفعہ کے اضافے کا یہ فیصلہ قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ ہے بلکہ یوں سمجھیں کہ پوری قوم کا متفقہ فیصلہ ہے اور عالم اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے اس لیے یہ غلط فہمی بلاوجہ پیدا ہو رہی ہے کہ وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والے ہیں اگر ان کی زبان سے یہ اعلان ہونے والا ہے اور اس کو آئین و قانون کا حصہ بنایا جانے والا ہے تو اس سے حکومت اور پوری قوم کی ذمہ داری میں بہت بڑا اور اہم اضافہ ہو جاتا ہے کہ پوری قوم قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت کے اعتبار سے تحفظ کا بھی یقین دلائیں اور حقیقت یہ ہے کہ ذمہ داری ایک مقدس مذہبی فریضے کے اعتبار سے ثابت ہوتی ہے اگر یہ فیصلہ دیکھا جائے تو خود قادیانیوں کے لیے بھی مضر ہونے کی بجائے مفید ثابت ہو گا کل اگر خدانخواستہ آپ فیصلہ کا اعلان نہیں کرتے تو نظم و نسق قائم رکھنے کے تمام تر انتظامات کے باوجود حالات آپ کے قابو میں نہیں رہیں گے۔

نوٹ: قومی اسمبلی اور متفقہ پوری قوم نے آئینی قانونی طور پر فیصلہ کر دیا ہے کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا اور غیر مسلم اقلیت کے طور پر تحفظ کا بھی یقین دلایا گیا کیونکہ پورے ملک پاکستان میں جلسے جلوس نکل رہے تھے اور ساری قوم تحریک ختم نبوت میں عملاً شریک تھی اور حکومتی سطح پر بھی فیصلہ درست کر دیا گیا کیونکہ قرآن و حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے سب کافر ہیں۔

۱۰ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ڈاکٹر عبدالسلام نے وزیراعظم کے سائنسی مشیر کی حیثیت سے ذوالفقار علی بھٹو کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں احمدیہ (قادیانی) فرقہ کا ایک رکن ہوں۔ چنانچہ حال ہی میں قومی اسمبلی نے احمدیوں کے بارے میں جو آئینی ترمیم منظور کی ہے اس سے مجھے سخت اختلاف ہے۔ کفر کا فتویٰ کسی کے خلاف دینا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ خالق و مخلوق کے متعلق کوئی شخص مداخلت نہیں کر سکتا میں قومی اسمبلی کے فیصلہ کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا جبکہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اس پر عمل درآمد بھی ہو چکا ہے۔ تو بہتر یہی ہے کہ میں اس حکومت سے قطع تعلق کر لوں کہ جس نے اب قانون منظور کیا ہے۔ اب میرا ایسے ملک کے ساتھ تعلق واجبی سا ہو گا۔ جہاں میرے فرقہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہو۔

فروری ۱۹۸۷ء میں ڈاکٹر عبدالسلام نے امریکی سینیٹ کے ارکان کو ایک چٹھی لکھی کہ آپ پاکستان پر دباؤ ڈالیں اور اقتصادی امداد مشروط طور پر دیں تاکہ ہمارے خلاف کیے گئے اقدامات حکومت پاکستان واپس لے لے۔

۳۰ اپریل ۱۹۸۴ء مرزا طاہر احمد قادیانی مرزائی جماعت کے سربراہ قادیانی آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء کی خلاف ورزی پر مقدمات کے خوف سے لندن چلے گئے اور لندن میں انہوں نے رات کے وقت مرکزی قادیانی عبادت گاہ بیت الفضل سے ملحقہ محمود ہال میں غصہ سے بھرپور خطاب کیا اور ڈاکٹر عبدالسلام اس وقت مرزا طاہر کے سامنے موجود تھے۔ مرزا طاہر احمد نے اپنے خطاب میں صدارتی آرڈیننس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۴ء (جس کی وجہ سے قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال سے روک دیا گیا) پر سخت نقطہ چینی کرتے ہوئے اسے حقوق انسانی کے منافی قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ احمدیوں کی بددعا سے عنقریب پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک سے اپیل کی کہ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر پاکستان کی تمام اقتصادی امداد بند کر دیں۔ اپنے خطاب کے آخر میں مرزا طاہر نے ڈاکٹر عبدالسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ صرف آپ میرے دفتر میں ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ آپ سے چند ضروری باتیں ڈسکس کرنی ہیں۔ فرزند قادیانیت ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنی خوش بختی سمجھی اور جا

کر ملاقات کی۔ اس ملاقات میں مرزا طاہر احمد نے ڈاکٹر عبدالسلام کو کہا کہ صدر ضیاء الحق سے ملاقات کریں اور انہیں آرڈیننس واپس لینے کے لیے کہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالسلام نے جنرل محمد ضیاء الحق سے ایوان صدر میں ملاقات کی اور ان کو احمدیہ جماعت کے جذبات کے بارے میں مطلع کیا۔ جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان نے بڑے تحمل اور بردباری سے ان کو سنا اور جواب دینے کے لیے اٹھے اور الماری سے قادیانی قرآن ”تذکرہ مجموعہ“ وحی مقدس الہامات اٹھالائے اور کہا کہ یہ آپ لوگوں کا قرآن ہے اور دیکھیں اس میں کس طرح قرآن مجید کی آیات میں تحریف کی ہے اور ایک ایک نشان زدہ صفحہ کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا ایک صفحہ پر یہ عبارت لکھی تھی:

”انا انزلنٰہ قریباً من القادیان“

ترجمہ: یقیناً ہم نے قرآن کو قادیان (گورداسپور بھارت) کے قریب نازل کیا۔ (نعوذ باللہ)

اور مزید اس طرح لکھا ہوا ہے کہ تمام قرآن مرزا قادیانی پر دوبارہ نازل ہوا ہے۔ محترم جناب صدر پاکستان ضیاء الحق نے کہا، یہ بات مجھ سمیت ہر مسلمان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے یہ سنا تو اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور بہت زیادہ شرمندہ ہوا اور بات کو ٹالتے ہوئے پھر حاضر ہونے کا کہا اور چلا گیا۔

خدا بخش (ساکن کھائی)

حال مقیم بھون تحصیل کلر کہار ضلع چکوال

میں ملازمت کے سلسلہ میں لیہ گیا اور ایک چمڑے کے کارخانے میں ملازمت مل گئی اور کام کرنا شروع کر دیا۔ جس کارخانے میں، میں کام کرتا تھا اس میں مرزائیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ وہاں پر ان کی تبلیغ کی وجہ سے میں نے مرزائیت کو قبول کر لیا۔ مرزائیت کو قبول کرنے کی وجہ سے میرے گھر والے بہت پریشان ہوئے اور مجھ سے نفرت کرنے لگے۔ چونکہ میرے ساتھ کچھ مسلمان بھی کام کرتے تھے انہوں نے ایک دن پروگرام بنایا اور جھنگ میں ایک مزار ہے جو کہ بابا کبیر شاہ المعروف (پراٹھے شاہ) کے نام سے مشہور ہے

وہاں پر گئے اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ ہم نے رات وہاں ہی گزاری، مسلمانوں نے بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ فاتحہ پڑھی، سلام کیا جبکہ میں نے اتنی توجہ نہ دی اور اپنے مسلمان ساتھیوں کا دل ہی دل میں مذاق اڑایا۔ جب ہم نے رات کو وہاں آرام کیا تو میری آنکھ لگی ہی تھی کہ مجھے بابا صاحب مزار (پراٹھے شاہ) بار بار بیدار کر دیتے اور مجھے کہتے کہ یہ تو نے کیا کر دیا ہے۔ تو نے مرزائیت کو قبول کر لیا ہے تُو تو سیال شریف کا مرید ہے۔ جب صبح ہوئی ہم واپس لیہ پہنچے تو میں نے حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی صاحب سجادہ نشین سیال شریف کو ایک عریضہ لکھا کہ میں نے مرزائیت کو قبول کیا اور بابا کبیر شاہ المعروف (پراٹھے شاہ) کے مزار پر گیا اور وہاں ہی رات گزاری۔ صاحب مزار مجھے بار بار حکم دیتے کہ تُو تو سیال شریف کا مرید ہے تو نے کیا کیا۔ اب حضور میں دوبارہ واپس اسلام لانا چاہتا ہوں حضور قبلہ صاحب نے مجھے خط کا جواب لکھا اور مجھے حکم فرمایا کہ تو جلدی آ اور مجھ سے سیال شریف میں مل۔ میں جھنگ سے سیال شریف کے لیے روانہ ہو گیا، جب سیال شریف کو ایک کلومیٹر یا اس سے کچھ زیادہ فاصلہ رہتا تھا تو میری آنکھ لگ گئی۔ جب گاڑی ساہیوال پہنچی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میرا گاڑی والوں سے تکرار شروع ہو گیا کہ میں نے تو سیال شریف جانا تھا اور وہاں ہی اترنا تھا تاہم مجھے اتنا آگے لے آئے۔ ڈرائیور اور دیگر مسافروں نے مجھے بتایا کہ کنڈیکٹر نے آپ کو بہت آوازیں دیں آپ کو بیدار کرنے کی کوشش کی لیکن آپ بیدار ہی نہیں ہوئے۔ تو میں وہاں نہ اترا اور سیدھا اپنے گاؤں کھائی، بھون تحصیل کلر کہار میں واپس آ گیا جب میں گھر پہنچا تو اپنی ماں اور والد کے قدموں میں گر گیا اور ان کو راضی کیا۔ مجھے اپنے والدین نے حکم دیا کہ بیٹا تو اب جا اور سیال شریف میں حاضر ہو جا۔ میں جب سیال شریف حاضر ہوا تو قبلہ خواجہ صاحب نے جذبات میں آ کر فرمایا بخشو! تو کدھر چلا گیا تھا۔ میں خواجہ صاحب کے قدموں پر گر گیا سارا واقعہ آپ کو سنایا، توبہ کی اور اسلام کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد خواجہ حمید الدین سیالوی صاحب نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جس کے ماں باپ نہ راضی ہوں وہ میرے پاس نہیں آ سکتا اس لیے تو سیال شریف نہ اتر سکا۔ میں نے ۱۹۷۹ء میں مرزائیت کو قبول کیا تھا اور ۱۹۸۲ء میں دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ مرزائیت کے تین سالہ دور کے حالات و واقعات میں نے آپ کے گوش گزار کیے۔

نوٹ: یہ عبارت بذریعہ مولانا حافظ نذر حسین ولد مصری خان امام مسجد نکہ اور حافظ نوشاد احمد خطیب جامع مسجد محلہ کوٹ شیخاں سے حاصل کی۔ (مورخہ 23-11-2014)

محمد شوکت اقبال رَتُوچھ (ضلع چکوال)

جناب محمد شوکت اقبال ولد محمد نذیر بھٹی ساکن رتوچھ تحصیل چوآسیدن شاہ ضلع چکوال رقم طراز ہیں کہ میں میٹرک کرنے کے بعد کراچی چلا گیا اور ملازمت کرنے لگا۔کوثر نیازی کالونی میں رہائش اختیار کی۔ایک جمعہ پر مولانا الیاس عطار قادری تشریف لائے ،نماز جمعہ کے بعد ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور مولانا الیاس عطار قادری کے ہاتھ پر بیعت کی اور غوث الاعظم کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد کراچی سے پنجاب آ گیا اور اپنے گاؤں رتوچھ میں کریانہ کی دکان بنائی۔ ہمارے گاؤں رتوچھ میں کافی قادیانی ہیں جو میرے رشتہ دار بھی ہیں۔ان میں سے ایک قادیانی محمد رشید روزانہ میرے پاس آتا اور مجھے قادیانیت کی تبلیغ کرتا۔امام مہدی کی آمد پر اور ان کے ماننے پر زیادہ زور دیتا اور امام مہدی کے بارے میں بیان کی گئی احادیث سناتا۔تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ امام مہدی آ چکے ہیں تم جاؤ انہیں میرا اسلام پہنچاؤ اور ان پر ایمان لے آؤ۔محمد رشید نے بتایا کہ آپ نے فرمایا آنے والا مہدی نبی اللہ ہوگا، آپ نے فرمایا سوائے عیسیٰ کے کوئی نبی مہدی نہیں ، یہ وہ احادیث ہیں جو وہ مجھے سناتا اور اپنے مذہب قادیانیت کی تبلیغ کرتا۔دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے میں نے قادیانیت قبول کی اور تقریباً ۱۸ سال تک قادیانی رہا۔خاندان میں کچھ لوگوں سے بحث ہوئی اور ان کو قادیانیت کی طرف راغب کرنا شروع کیا۔جب وفات مسیح پر بحث ہوئی تو میں نے اپنے معلم سے اس کے بارے میں بات کی کہ وفات مسیح پر مرزا صاحب نے جو آیات لکھی ہیں وہ مجھے بتائیں۔لیکن بینائی کمزور ہونے کیوجہ سے میں نہ پڑھ سکتا تھا۔تو جب ان سے سنی جس کا ترجمہ ”محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں اللہ کا رسول ہے اور ختم کرنے والا ہے،نبیوں کا اور مزید لکھتے ہیں کہ ان کے بعد کسی قسم کا نیا یا پرانا کوئی نبی نہیں آ سکتا اور میں خود مدعی نبوت نہیں ہوں بلکہ میرے نزدیک نبوت کا دعویٰ کرنے والا مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے“ اس کو سننے کے بعد میری سوچ تبدیل ہوئی اور اس بات پر میں نے

اپنے معلم سے سوال جواب کیے اور اس بات پر معلم کو رضامند کر لیا کہ محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں کہ جس طرح عیسیٰ حضرت موسیٰ کے مثیل ہوں اور میں حضرت محمد ﷺ کا مثیل ہوں یہ سورۃ مزمل میں ہے اور سورۃ مزمل کا ترجمہ سننے کے بعد معلم کو اس بات پر رضامند کیا کہ اس بات کا سورۃ مزمل میں کوئی ذکر نہیں ہے۔اس کے بعد دوالمیال جماعت احمدیہ کے مفتی مبشر احمد کاہلوں آئے اور میں معلم کے ساتھ دوالمیال گیا جہاں ان سے کچھ سوالوں کے جواب پوچھے کہ مرزا صاحب قرآن کی کس آیت کے تحت نبی یا رسول ہیں؟ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ میرا دور ایک ہزار سال تک ہے،اس دوران کوئی نبی نہیں آ سکتا تو قرآن مجید کی وہ آیت جس کے تحت مرزا صاحب نبی ہیں ایک ہزار سال تک منسوخ ہو جائے گی“ اس کے جواب میں وہ وفات مسیح پر زور دیتے رہے اور میرے بار بار اصرار کرنے پر انہوں نے کہا کہ اگر کوئی نیا نبی آئے گا تو ہم جان لیں گے بہر حال میں نے جماعت سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا شروع کر دی اور دو جمعے گھر پر ادا کیے۔کسی مسجد میں نہ گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے سچے خوابوں کے ذریعے میری رہنمائی فرمائی اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اہل سنت و جماعت ہی سچا مذہب ہے اور پھر ۱۳ جولائی ۲۰۱۳ بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد رتوچھ میں امام صاحب کے خطاب کے دوران اسپیکر پر مسلمان ہوا۔میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں جس نے مجھے دوبارہ اسلام قبول کرنے کا موقع فراہم کیا اور مدنی چینل کے ذریعے پتہ چلا کہ سرکار غوث الاعظم کا فرمان ہے کہ میرا مرید توبہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا اور آہستہ آہستہ سرکار ﷺ کا چہرہ مبارک آنکھوں کے سامنے آ جاتا اور کئی دفعہ حضور اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک کا ظاہری طور پر دیدار ہوتا رہا۔جب میں نے شروع میں اسلام قبول کیا ان دنوں رتوچھ کی جامع مسجد میں پیر حسنین محمود شاہ نقشبندی سیفی ساکن تترال کہون آیا کرتے تھے۔اس دن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے یہاں موجود ہیں اور بے حد خوشبو ہے۔(یہ تحریر پیر حسنین محمود شاہ نقشبندی سیفی نے رتوچھ سے محمد شوکت اقبال سے رقم کی)۔

☆

ختم شریف اور عقیدہ ختم نبوت

ختم شریف میں جو آیات طیبات پڑھی جاتی ہیں، ان میں یہ آیت

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا"

(پارہ ۲۲، سورہ احزاب، آیت نمبر ۴۰)

بھی پڑھی جاتی ہے، اسلاف کی نگاہِ ولایت یہ محسوس کر رہی تھی کہ منکرین ختم نبوت مختلف انداز میں سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کریں گے، تو انہوں نے ختم شریف میں یہ آیت بھی رکھ دی، تاکہ عقیدہ ختم نبوت کا بار بار اقرار ہوتا رہے۔ یاد رہے کہ کبھی کسی مرزائی نے ختم شریف نہ اپنی عبادت گاہ میں نہ ہی اپنے گھر میں دلایا اور نہ ہی ختم شریف کا کھانا کھاتے ہیں، مرزائیوں کے نزدیک ختم شریف کا کھانا حرام ہے۔

دوستو! قصبوں، دیہاتوں اور شہروں میں ہر جگہ ختم شریف کی محافل قائم ہوتی ہیں اور وہاں یہ آیت تلاوت ہوتی ہے معلوم ہوا کہ ختم شریف بھی مرزائیت کی تردید کا ایک ذریعہ ہے اور ختم نبوت کے عقیدہ کی تشہیر بزرگانِ دین شروع سے کر رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ منکرین ختم شریف اکثر مرزائی اور قادیانی ہوتے ہیں۔ (گیارہویں شریف صفحہ ۷۲: از مولانا ضیاء اللہ قادری، قادری کتب خانہ سیالکوٹ)

شیزان کا بائیکاٹ

شیزان ایک قادیانی فیکٹری ہے، جس کی آمدنی کا دس فیصد قادیانیت کو پروان چڑھانے کے لیے پابند کر رکھا ہے اور شیزان کمپنی قادیانیت اور قادیانی نبوت کا اقتصادی یونٹ بھی ہے اور مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کی تشہیر کے لیے شیزان کمپنی بے دریغ سرمایہ خرچ کرتی ہے اور قادیانیت کی تبلیغ و تشہیر کے لیے امداد کرتی ہے، جس کا ریکارڈ موجود ہے۔ چنانچہ قادیانیوں پر پاکستان میں جب سالانہ جلسہ کی پابندی لگی تو اس جلسہ ملعون کا انعقاد

لندن میں کیا گیا اور زرِ کثیر خرچ کیا گیا، اس کا نصف خرچ شیزان کمپنی نے پیش کر دیا۔ ربوہ فنڈ میں ۱۹۸۸ء کو اپنی سالانہ آمدنی کا دسواں حصہ جو بنتا تھا وہ ایک کروڑ ساڑھے اکاون ہزار روپیہ تھا جو شیزان کمپنی نے جمع کروا دیا۔

محترم قارئین!

شیزان ہی وہ کمپنی ہے جو اسلام کے ساتھ دشمنی رکھتی ہے اور جھوٹی نبوت کو جرائد و رسائل اور اشتہارات کے ذریعے مستحکم کرتی ہے۔ شیزان کمپنی ہی وہ ہے جو ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف جو طلباء قادیانی ہیں ان کے وظائف مقرر کرتی ہے اور ان کی خوب مدد کرتی ہے اور مرزائی نبوت کے تحریف شدہ قرآن کی تقسیم کے شیطانی منصوبے پر پوری قوتوں سے عمل پیرا ہے، چنانچہ شاہ نواز چوہدری جو جماعت احمدیہ کے معتبر ممبر ہیں انہوں نے مالی تعاون سے قرآن کریم کا ترجمہ روسی زبان میں کرایا اور سارا خرچ شیزان کمپنی یعنی شاہ نواز نے کیا اور تحریف شدہ قرآن کی تقسیم کی، اور اسی صورت میں مرزائیوں کی مدد کی۔

اے مسلمانو! جب بھی تم شیزان کمپنی کی مصنوعات خریدو گے تو یہ مدد قادیانیوں کی ہی ہوگی، یعنی جھوٹی نبوت کے فنڈ میں رقم جمع ہوگی اور قادیانیوں کی مدد ہوگی اس سے اجتناب کرنا لازمی ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا عبارت سے پتہ چلا کہ شیزان کا بائیکاٹ کرنا درست ہے اور مسلمانوں کا تقاضہ بھی یہی ہونا چاہیے۔

جھوٹی پیشین گوئیاں

ان میں سے چند پیشین گوئیاں جو جھوٹ پر مبنی تھیں ان کو بطور ثبوت پیش کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی کتنا کاذب و جھوٹا تھا۔

پیشین گوئی نمبر 1:

لڑکا پیدا ہوگا اور نہ ہوا۔

مبارک احمد کی وفات ہوئی تو مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا مجھے الہام ہوا ہے۔ "ایک

حلیم لڑکے کی ہم تجھ کو خوش خبری دیتے ہیں جو مبارک احمد ہوگا اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہہ ہوگا۔" (اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

نوٹ: اس مذکورہ بالا پیشین گوئی کے بعد مرزا قادیانی کے گھر کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔

پیشین گوئی نمبر 2:

بیٹا مبارک احمد درست ہوگا لیکن فوت ہوگیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مبارک احمد سخت بیمار ہوگیا، مرزا نے پیشین گوئی کی کہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سخت تپ سے بیمار ہیں اور بعض دفعہ بے ہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، ان کی نسبت آج الہام ہوا "قبول ہوگئی نو (۹) دن کا بخار ٹوٹ گیا"، یعنی دعا قبول ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ میاں موصوف کو شفا دے گا۔ (میگزین ستمبر ۱۹۰۷ء)

نوٹ: مذکورہ بالا پیشین گوئی کے بعد پتہ چلا کہ لڑکا جس کا نام مبارک احمد تھا ۱۶ ستمبر کو صبح کے وقت فوت ہوگیا۔

پیشین گوئی نمبر 3:

لڑکا ہونے کی پیشین گوئی کی لیکن لڑکی پیدا ہوئی۔

۱۸۸۶ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی پیشین گوئی کی لیکن لڑکی پیدا ہوئی۔ (۲ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت: ۵۸)

نوٹ: حقیقت اس طرح ہے کہ اس مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کے نتیجے میں لڑکی نے جنم لیا (یعنی لڑکی پیدا ہوئی)۔

پیشین گوئی نمبر 4:

مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا کہ ہم مکہ میں یا مدینہ میں مریں گے لیکن اس کی موت بیت الخلاء میں ہوئی۔ (میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء)

نوٹ: ہمیں تاریخ بتاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مکہ و مدینہ کا عکس بھی نصیب نہ ہوا، وہاں مرنا تو درکنار چنانچہ یہ جھوٹا تو برانڈرتھ روڈ لاہور کے ایک ٹٹی خانہ میں اپنی ہی نجاست میں گر کر مرگیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے صدق و کذب کا پیمانہ کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشین گوئیوں سے بڑھ کر اور کوئی امتحان نہیں ہوسکتا۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ ۱۵۷)

مرزا غلام احمد قادیانی دوسری جگہ لکھتا ہے:

اگر ثابت ہو کہ 100 (سو) پیشین گوئیوں میں سے میری ایک پیشین گوئی بھی جھوٹی ہو جائے تو اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔ (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۲۵)

مرزا غلام احمد قادیانی محمدی بیگم سے نکاح نہ کر سکا، جس کی خواہش رکھتا تھا۔

محمدی بیگم کا تعارف:

مرزا غلام احمد قادیانی کے ماموں زاد بھائی مرزا احمد بیگ اور چچا زاد بہن عمر النساء کی بڑی بیٹی کا نام محمدی بیگم تھا، مرزا قادیانی کے پاس اس لڑکی کا والد اپنے کسی ضروری کام کے لیے آیا۔ مرزا نے پہلے تو مذکور شخص کو حیلوں بہانوں سے ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب وہ نہ ٹل سکا اور اس کا اصرار بڑھ گیا تو مرزا قادیانی نے الہام الٰہی کے نام ذکر کیا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو الہام ہوا ہے کہ تمہارا ہر کام اس شرط پر ہوسکتا ہے کہ اپنی بڑی لڑکی (یعنی محمدی بیگم) کا نکاح مجھ سے کردو۔ (آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۲۳۵ طبع لاہور)

دوسری جگہ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

اس عورت کا اس عاجز (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ (مجموعہ اشتہارات، صفحہ ۴۳)

مرزا غلام احمد قادیانی نے مجموعہ اشتہارات میں لکھا ہے کہ احمد بیگ کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو (یا اللہ) ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور اگر اے خداوند یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔

(مجموعہ اشتہارات، صفحہ ۱۱۶، جلد ۲، طبع ربوہ ۱۹۷۲ء)

فائدہ: مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی بیگم سے نکاح کے بارے سارے جتن کیے یعنی پیشین گوئی بھی کی، سچائی اور جھوٹ کو معیار بھی مقرر کیا، اس پیشین گوئی کو اپنے صدق اور

کذب کے لیے معیار بھی قرار دیا، ہر جائز و ناجائز حربہ بھی استعمال کیا۔ محمدی بیگم کے بھائی کو ملازمت کا لالچ بھی دیا، محمدی بیگم کے نام زمین لگانے کا بھی وعدہ کیا، محمدی بیگم کے باپ کو رشوت دینے کا بھی کہا، ساتھ ساتھ دھمکیاں بھی دیں، عذاب کی وعیدیں بھی سنائیں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی ساری چالیں کرنے کے باوجود محمدی بیگم کے ساتھ نکاح میں کامیاب نہ ہوسکا اور محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد نامی شخص سے ہوگیا۔

☆...... محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں چند امور پیش خدمت ہیں: محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہوسکا، اس کی تفصیل تو بہت زیادہ ہے مگر ہم اس کے بارے میں چند امور پیش کرنے کی جسارت کریں گے۔

☆...... مرزا قادیانی لکھتا ہے اگر معیاد گزر جائے اور سچائی ظاہر نہ ہو تو میرے گلے میں رسی اور پاؤں میں زنجیر ڈالنا اور مجھے ایسی سزا دینا کہ تمام دنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۳)

☆...... مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی بیگم کے باپ کو لکھا: کہ اگر کسی اور شخص سے لڑکی کا نکاح ہوگیا تو اس لڑکی کے لیے یہ نکاح مبارک نہ ہوگا اور نہ تمہارے لیے، ایسی صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے، جن کا نتیجہ موت ہوگا۔ پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے اور ایسے ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا یہ اللہ کا حکم ہے، پس جو کرنا ہے کرلو میں نے تم کو نصیحت کر لی ہے پس وہ (محمدی بیگم کا باپ) تیوری چڑھا کر چلا گیا۔ (آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۵۷۶)

☆...... مرزا غلام احمد قادیانی جب محمدی بیگم کے بارے میں نکاح کی پیشین گوئیاں کرتا رہا اور اپنے جھوٹے الہاموں کا سہارا بھی لیتا رہا مگر اب جب کہ محمدی بیگم کا نکاح ہوگیا تو اس پر کوئی الہام اُترا اور نہ ہی اسے پتہ چل سکا بلکہ یہ دوسروں سے تصدیق کرتا رہا، چنانچہ مرزا نے رستم علی نامی شخص کو خط لکھا کہ میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کی نسبت جو آپ نے خبر دی تھی، بیس روز سے نکاح ہوگیا ہے، قادیان میں اس خبر کی کچھ اصلیت معلوم نہیں ہوتی، یعنی نکاح ہو جانا کوئی شخص بیان نہیں کرتا، لہذا مکلّف ہوں کہ دوبارہ اس امر کی نسبت اچھی طرح تحقیقات کر کے تحریر فرما دیں کہ نکاح اب

تک ہوا ہے یا نہیں۔ (مکتوبات احمد جلد ۵)

تاریخ شاہد ہے کہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں، الہامات، غلط بیانیاں، بہتان طرازیاں، راست بازوں کا کام نہیں بلکہ یوں سمجھیں کہ نہایت شریر، بدذات اور کمینے لوگوں کا کام ہے۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی ہے وہ اپنے نبوت کے دعویٰ میں کاذب ہے۔

الہامات:

مرزا قادیانی کے شیطانی الہامات سے بطور نمونہ پیش کرنے کے لیے بڑے دلچسپ امور پائے جاتے ہیں، مثلاً مرزا قادیانی الہاموں کا معنی خود بھی نہیں جانتا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعویٰ تھا کہ مجھ پر من جانب اللہ الہام آتے ہیں اور اپنے الہام مرزا غلام احمد قادیانی نے لوگوں کو بتائے بھی، چنانچہ یہ بڑی عجیب بات لگتی ہے کہ ہو نبی اور خدا کے الہامات آئیں اور ان کے معنی نبی کو معلوم نہ ہوں۔ یعنی ہندو پنڈت سے معنی معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس جائے۔ حالانکہ منصب نبی یہ ہے کہ جو کچھ من جانب اللہ اس پر نازل ہوا اس کو معلوم بھی ہوتا ہے اور لوگوں کو اس کا معنی اور مفہوم بھی بتاتا ہے۔ جس طرح باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔

(سورہ ابراہیم پارہ ۱۳ آیت ۴)

ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے۔

صاحب تفسیر نور العرفان فرماتے ہیں کہ اس سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو رب نے تمام زبانیں سکھائی ہیں کیونکہ ہر نبی اپنی قوم پر مبعوث کی زبان جانتے ہیں لیکن قادیانیوں کے نبی کا تو یہ عالم ہے کہ اس کو خود بھی علم نہیں کہ ان الہامات کا معنی اور مفہوم کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو نہ ترجمے کا علم، نہ مفہوم کا پتہ اور دعویٰ نبی ہونے کا۔ چنانچہ مرزا اپنی کتاب براہین احمدیہ میں انگریزی، عربی اور عبرانی زبانوں کے الہامات درج کر کے لکھتا ہے کہ ان کا معنی مجھے معلوم نہیں کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں اس

الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔

پھر کہتا ہے کہ یہ الہام اکثر معظات امور میں ہوتا ہے ایسے الفاظ بھی کبھی اس میں ہوتے جن کے معانی لغت کی کتابیں دیکھ کر کرنے پڑتے ہیں۔ (براہین احمدیہ)

مذکورہ بالا عبارت سے پتہ چلا کہ مرزا قادیانی تو وہ تھا جس کو الہام ہوتا تھا اور ان الہاموں کا علم بھی نہ ہوتا تھا، انگریزوں سے کبھی معنی پوچھتا تو کبھی اہل لغت سے مدد لیتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی ایک اور جگہ لکھتا ہے۔ تعجب کی بات زیادہ تر اس طرح ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جس طرح انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی۔ (نزول المسیح، صفحہ ۵۷)

نوٹ: یہ وہ شیطانی الہامات تھے جو مرزا قادیانی پر آتے اور مرزا غلام احمد قادیانی ان کو نہ سمجھ سکتا، سمجھتا بھی کیسے جس طرح کا مرزا غلام احمد قادیانی نبی تھا اسی طرح کے الہام بھی تھے۔

اپنے دوستوں اور متعلقین ومتوسلین کو شیطان الہام کرتا ہے:

شیطان اپنے متعلقین ومتوسلین کے دلوں میں الہام کرتا ہے، جس طرح باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓـئِهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۔ (الانعام پارہ ۸ آیت ۱۲۲)

ترجمہ: اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو تو اس وقت تم مشرک ہو۔

سورۃ الشعراء میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ۝ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝ (الشعراء پارہ ۱۹ آیت ۲۲۱ تا ۲۲۳)

ترجمہ: کیا میں تمہیں بتا دوں کہ کس پر اُترتے ہیں شیطان، ہر بڑے بہتان والے گنہگار پر، اپنی سنی ہوئی اُن پر ڈالتے ہیں اور اُن میں اکثر جھوٹے ہیں۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی تصورِ قرآنی کے بعد مرزا غلام احمد

قادیانی کے کچھ الہامات بہ طور نمونہ پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں اور اس کا فیصلہ مرزا قادیانی کے پیروکاروں پر چھوڑتا ہوں کہ وہ بتائیں کہ الہام با مقصد ہے یا بے مقصد، کیا اس طرح کے الہام مبہم اور مہمل، اللہ کی طرف سے ہو سکتے ہیں یا شیطان کی طرف سے۔ مرزا قادیانی کی طرف سے جن الہامات کا ذکر کیا جاتا ہے یا پیش کیے جاتے ہیں وہ شیطانی ہیں۔

عربی الہام:

مرزا کو جو الہامات عربی میں ہوئے اس طرح ہیں:

۱- **الارض والسماء معك كما هو معي**

(حقیقۃ الوحی، صفحہ ۷۵ مطبوعہ قادیان دسمبر ۱۹۳۴ء)

ترجمہ: آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔

۲- **بشرىٰ لك يا احمدي انت مرادي و معني غير ست كرامتك بيدي۔** (حقیقۃ الوحی، صفحہ ۸۶ مطبوعہ قادیان دسمبر ۱۹۳۴ء)

ترجمہ: تجھے خوشخبری ہو اے میرے احمد (اے غلام احمد) تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے میں نے تیری کرامت کو اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔

۳- **ربنا عاج** ترجمہ: ہمارا رب عاجی ہے۔ ''عاج'' کے معنی ابھی تک نہیں کھلے۔

(براہین احمدیہ جلد اول صفحہ ۵۵۶)

یعنی مرزا پر الہام بھی ہوا اور مرزا کو معنی بھی معلوم نہیں۔

۴- **انت منى بمنزلة ولدى۔** (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶، مطبوعہ قادیان دسمبر ۱۹۳۴ء)

ترجمہ: تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔

۵- **انت منى بمنزله عرشى** (حقیقۃ الوحی ص ۸۶، مطبوعہ قادیان دسمبر ۱۹۳۴ء)

ترجمہ: تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔

عبرانی الہام:

عبرانی زبان میں جو مرزا قادیانی کو جو الہام ہوئے:

''شفاء نعسا'' دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز

پر نہیں کھلے۔ (براہین احمدیہ، طبع دوم، ص ۵۱۶)

صورت حال اس طرح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس نے دعویٰ نبوت کیا اور خود کو الہام کا معنی بھی معلوم نہیں، معلوم ہونا تو دُور کی بات اس کو یہ بھی یقین نہیں تھا کہ یہ الہام کس زبان میں ہوا ہے۔ مرزا قادیانی اندازے کے مطابق کہتا ہے کہ شاید یہ عبرانی زبان میں ہو۔

دوسرا الہام: کہ "ایلی ایلی" "لما سبقنیایلی "اے میرے خدا، اے میرے خدا مجھے کیوں چھوڑ دیا'' آخر فقرہ اس الہام کا یعنی ''ایلی اوس'' بباعث سرعت ورود مشتبہ اور نہ اس کے کچھ معنی کھے۔

سنسکرت الہام:

ایک الہام مرزا قادیانی نے اس طرح بیان کیا کہ کشفی طور پر ایک دفعہ ایک آدمی دکھایا گیا جو مجھے مخاطب کر کے بولا: ''رودر گوپال تیری استت''۔ گیتا میں لکھی ہے۔

مرزا قادیانی پر عجیب وغریب الہام

پربشن، عمر براطوس یا پلاس (تذکرہ مجموعہ الہامات صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱ طبع دوم)

ہمیں تو یہ جہنمیوں کی چیخ وپکار لگتی ہے۔ (عاقل)

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب، اور مرزا نے اپنی ذاتی کتابوں سے اس طرح اپنا تعارف کراتے وقت جو صورت حال اپنائی اس میں بہت زیادہ نقص پایا جاتا ہے جو آج بھی مذکور ہے۔

مثال کے طور پر مرزا اپنی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر، مرتد اور خارج از اسلام کہتا ہے تو کبھی مرزا قادیانی اپنے آپ کو ہندوؤں کا کرشن کہتا ہے، کبھی اپنے آپ کو مسلمانوں کا نبی کہتا ہے، کبھی آریوں کا بادشاہ کہتا ہے تو کبھی فرشتہ بن جاتا ہے، کبھی جبرائیل ومیکائیل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، کبھی مرزا قادیانی خود کو مجدد کہتا ہے، کبھی خود کو امام مہدی کہتا ہے، کبھی عیسیٰ ابن مریم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، کبھی کہتا ہے مجھ کو حیض جاری ہوتا ہے، کبھی حمل ٹھہرنے کا ذکر کرتا ہے، کبھی خدا اور

کبھی خدا کا بیٹا بن جاتا ہے تو کبھی آدم اور کبھی محمد بننے کا دعویٰ کرتا ہے۔

مذکورہ بالا باتوں سے معلوم کرنا ہے کہ مرزا قادیانی کیا تھا۔ بہر حال امت مسلمہ بہت پہلے فیصلہ فرما چکی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کو ماننے والے کافر، مرتد اور زندیق ہیں اور قابل قدر بات یہ ہے کہ مرزائیوں کو چاہیے ضد نہ کریں، مرزا کی مخبوط الحواسی اور پاگل ومجنون ہونا مان لیں اور مرزائیت سے توبہ کرلیں تو جہنم سے بچ جائیں گے۔

میل جول، تجارت واشتراک:

سوال: مرزائی اپنی مرکزی جماعت احمدیہ کے فنڈ میں اپنی آمدنی کا دسواں حصہ جمع کراتے ہیں اور اسلام کے خلاف اور ارتدادی مہم پر تبلیغ اسلام کے خلاف خرچ کرتے ہیں، چونکہ قادیانی مرتد، کافر اور دائرہ اسلام سے متفقہ طور پر خارج ہیں۔ تو کیا مسلمانوں کا ان کے ساتھ تجارت کرنا اور ان کے ساتھ اشتراک کرنا یا ان کی دکانوں سے خرید وفروخت کرنا، ان سے میل جول اور تعلقات قائم کرنا، کیا اسلامی اعتبار سے درست ہے یا نہیں۔

جواب: صورت مذکورہ بالا کے مطابق مرزائی کافر ہیں، مرزائی اپنے آپ کو تو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے، لیکن عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں لہذا مرزائیوں کے ساتھ تجارت کرنا، خرید وفروخت کرنا ناجائز وحرام ہے۔ اس لیے کہ مرزائیوں کی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو مرزائی بنانے کے لیے خرچ کیا جاتا ہے اور اسی طرح غمی وشادی میں کھانے پینے میں مرزائیوں کو شریک کرنا ناجائز ونادرست ہے۔ عام مسلمانوں کا ملاپ کرانا اپنی محفلوں میں شریک کرنا، گھریلو یا دفاتر میں ملازم رکھنا مرزائیوں کی دادرسی کرنا یہ سب کچھ حرام ہے۔

سوال: مرزائیوں کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: مرزائیوں کا حکم مرتد کا ہے، ان کے گھر جانا، وہاں کھانا کھانا جائز نہیں ہے اور ان سے کسی قسم کا تعلق رکھنا ناجائز ہے۔

سوال: کیا مرزائیوں کے ساتھ دوستی رکھنا یا ان کا لٹریچر تقسیم کرنا جائز ہے؟

جواب: مرزائی مرتد ہیں ان کے ساتھ دوستی رکھنا اور ان کا لٹریچر تقسیم کرنا اور کرانا ناجائز وحرام ہے۔

تقریبات میں شمولیت:

سوال: اگر کچھ لوگ مسلمان کسی گاؤں میں رہتے ہوں اور کچھ لوگ مرزائی فرقہ کے ہوں اور ان لوگوں سے بوجہ ہمسایہ ہونے کے غمی وشادی اور کھانا پینا یا راہ ورسم رکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: مرزائی مرتد ہیں اور مرتدین کے بارے میں حکم ہے کہ ان کو اپنی کسی تقریب میں شرعی اعتبار سے شامل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان کی تقریب میں شامل ہونا جائز ہے کیونکہ قیامت کے دن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے جواب دینا ہوگا۔

سوال: کیا مرزائیوں کا ذبیحہ حرام ہے؟

جواب: مرزائیوں کا ذبیحہ حرام ہے کیونکہ مرزائی کافرومرتد ہیں، اس لیے ان کا ذبیحہ حرام ہے۔

سوال: مرزائی کی نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا؟

جواب: مرزائی کا نماز جنازہ پڑھنا مسلمان کے لیے ناجائز ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ جس مسلمان نے مرزائی کی نماز جنازہ پڑھی وہ گنہگار ہوگا اور اس کو توبہ کرنی چاہیے۔

اگر لوگوں نے مرزائیوں کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود پھر ان کو مسلمان سمجھ کر مرزائی کی نماز جنازہ پڑھی، اس مسلمان کے لیے شرعی حکم کے مطابق تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔

سوال: کیا مرزائی اہل کتاب ہیں؟

جواب: مرزائی اہل کتاب نہیں ہیں بلکہ مرتد وزندیق ہیں۔

سوال: مرزائی سے مسجد ومدرسہ کا چندہ لینا کیسا ہے؟

جواب: مرزائی سے چندہ لینا حرام ہے۔

سوال: مسلمان کا کسی مرزائی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

جواب: مرزائی مرتد وکافر ہیں اس کے نماز جنازہ میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

گہری پیلی پُراسرار شعاعیں

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی سابقہ ڈپٹی کمشنر چکوال نے گذشتہ سال ختم نبوت کے بارے میں ایک خواب دیکھا اور راقم الحروف سے اس کو شامل کتاب کرنے کے لیے ارشاد فرمایا چناں چہ حسب فرمائش ڈاکٹر صاحب کا خواب ہم اپنی کتاب میں ''گہری پیلی پُراسرار شعاعیں'' کے عنوان سے شامل کرتے ہیں:

میں نے رات بوقت 1:20 بروز جمعرات بتاریخ 29 ذیقعد 1435ھ بمطابق 25 ستمبر 2014ء خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہو چکی ہے اور ابھی نسلِ انسانی کا حساب کتاب شروع ہونے والا ہے۔ مجھے ایک شخص بتاتا ہے کہ وہ دیکھو بے شمار غلاظت خانے (Wash Rooms) ہیں جو بہت تنگ ہیں اور کافی تعداد میں ہیں۔ پھر وہ شخص مجھے کہتا ہے کہ ایک غلاظت خانے میں مرزا غلام احمد قادیانی کھڑا ہے۔ ابھی اس کا حساب کتاب ہونے والا ہے، وہ حساب کتاب کے انتظار میں اپنی پسندیدہ جگہ یعنی غلاظت خانے میں کھڑا ہے۔ میں غلاظت خانوں کی دیوار دیکھتا ہوں۔ مرزا قادیانی نے فیروزی رنگ کا عمامہ پہنا ہوا ہے اور ایک غلاظت خانے میں کھڑا ہے۔ مجھے اس کی مکروہ شکل نظر نہیں آتی صرف اس کا عمامہ نظر آتا ہے۔

پھر میں دیکھتا ہوں کہ ایک ہال ہے جس میں تین یا چار نوجوان موجود ہیں جن کا تعلق ختم نبوت کے مشن سے ہے۔ میں اس ہال کی بائیں جانب ایک میز پر بیٹھا ہوں۔ اچانک دائیں کونے سے تاجدارِ انبیاء، خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے پیچھے مرزا قادیانی چل رہا ہے۔ نبی پاک ﷺ دائیں کونے کی طرف تیزی کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے نورانی کرنیں پھوٹ رہی ہیں جو صرف چندفٹ تک آتی ہیں۔ مرزا قادیانی آپ ﷺ کے پیچھے چندفٹ کے فاصلے پر ہے لہذا وہ نورانی کرنیں رُک

جاتی ہیں اور مرزا قادیانی تک نہیں پہنچتیں۔ البتہ ہال منور ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے چہرۂ اقدس پر انتہا درجہ کی ناراضگی، بے زاری اور غصے کے اظہار کی وجہ سے بے شمار مبارک سلوٹیں نظر آ رہی ہیں۔ حتیٰ کہ رُخسار مبارک پر بھی شدید غم و غصہ کی وجہ سے سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں۔

مرزا قادیانی حضور اکرم ﷺ کے تعاقب میں چل رہا ہے۔ مرزا قادیانی کا منحوس چہرہ بندر کی طرح مسخ شدہ ہے بلکہ اس سے بھی بدتر نظر آ رہا ہے۔ اس نے عمامہ پہنا ہوا ہے اور اس کے چہرے سے انتہائی بدنما قسم کی گہرے پیلے رنگ کی تیز اور پُراسرار شعاعیں نکل رہی ہیں جو میری آنکھوں کو بڑی بُری طرح چبھ رہی ہیں۔

مرزا قادیانی میری طرف دیکھتے ہوئے گزر رہا ہے۔ میں اس کا وجود برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں اس کے خلاف نعرے لگانا چاہتا ہوں لیکن ایک نوجوان دوڑ کر میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیتا ہے اور اشاروں سے سمجھاتا ہے کہ یہ وقت نعرے بازی کا نہیں۔ نبی پاک ﷺ گزر رہے ہیں، اونچی آواز آپ ﷺ کی شان میں گستاخی ہوگی۔ میں فوراً احتجاج کے طور پر مرزا قادیانی کی طرف دیکھ کر اپنے دائیں ہاتھ کے اشاروں سے اس پر بار بار لعنت بھیج رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ بڑی تیزی کے ساتھ انتہائی بے زاری کی کیفیت میں میرے قریب سے دائیں جانب گزر رہے ہیں۔

میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ میں فوراً نبی پاک ﷺ پر درود پاک بھیجتا ہوں۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، گھڑی پر وقت دیکھا تو رات کے ایک بج کر بیس منٹ تھے۔

میں نے یہ خواب دیکھنے کے بعد لاہور کے ایک بزرگ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ مرزا قادیانی کا غلاظت خانے میں کھڑا ہونا قادیانیوں کی اس دنیا میں دولت اور حرص مراد ہے۔ مرزا قادیانی کا فیروزی رنگ کا عمامہ اس کی گمراہی کی دلیل ہے۔ وہ لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ مرزا قادیانی کے چہرے سے گہرے پیلے رنگ کی شعاعوں کا نکلنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ ہندوؤں اور

انگریزوں کا ایجنٹ ہے۔ میرے منہ پر ایک ساتھی نے ہاتھ رکھ دیا کہ نعرے لگانے کا وقت نہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ نعروں کی کوئی حیثیت نہیں۔ اصل مشن یہ ہے کہ قادیانیوں میں تبلیغ کی جائے اور انہیں دعوتِ اسلام دی جائے۔

لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالمجید ملک

لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالمجید ملک اپنی کتاب ''ہم بھی وہاں موجود تھے'' میں بیان کرتے ہیں:

ایک واقعہ جو میری ان دنوں کی یاد کا حصہ ہے وہ قادیان سے قادیانی فرقہ کے لوگوں اور ان کے سامان کی ربوہ منتقلی کے بارے میں ہے۔ اس وقت قادیانیوں کا مرکز ربوہ نہیں بلکہ امرتسر کے آگے بٹالہ کے پاس واقع قادیان تھا۔ اس فرقہ کی وجہ تسمیہ قادیان کی نسبت سے ہی قادیانی ہے۔ یہ لوگ مالی لحاظ سے بہت زیادہ مستحکم تھے۔ وہاں پر قادیانیوں کی کچھ فیکٹریاں بھی تھیں۔ ایک میجر صاحب جو قادیان سے قافلے اور دیگر سامان پاکستان منتقل کرنے پر مامور تھے وہ سالک کی کچھ رضائیاں اور دوسرا سامان اپنے گھر لے گئے۔ موصوف کی یہ حرکت عسکری حکام کے علم میں آ گئی۔ چکوال کے قریبی گاؤں دوالمیال سے تعلق رکھنے والے فوج کے ایک سینئر جنرل نذیر احمد جو لاہور گیریژن کے کمانڈر تھے اور جن کا تعلق قادیانی فرقے سے تھا۔ انہوں نے ہمارے کرنل جنجوعہ سے کہا کہ مجھے ایک ذمہ دار اور دیانت دار افسر کی ضرورت ہے جو قادیان سے سامان پاکستان منتقل کرے۔ میرے کرنل نے مجھے کہا کہ آپ یہ ذمہ داری قبول کریں کیونکہ امرتسر واقعے کے بعد ضروری ہے کہ آپ مختلف خیالات میں ڈیوٹی دیں تاکہ مذکورہ واقعے کا اثر زائل ہو جائے۔ میں جب اپنی کمپنی کے جوانوں کے ساتھ قادیان پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بہت متحد اور منظم ہیں۔ انہوں نے جوانوں کا ایک گروپ تشکیل دے رکھا ہے۔ جو اس فرقہ اور کمیونٹی سے تعلق رکھنے والوں کو پاکستان منتقل ہونے میں مدد دے رہا ہے۔ نوجوانوں کا وہ گروپ رات کو حفاظتی

ڈیوٹی بھی سرانجام دیتا تھا۔ ہم نے بیس پچیس فوجی گاڑیوں میں وہاں سے سامان اور افراد کو لاہور منتقل کیا۔ مرزا ناصر الدین اس وقت میری عمر کا تھا اور قادیان میں ہی مقیم تھا۔ جو بعد میں اس فرقے کا پیشوا بھی بنا۔

قادیان میں قادیانیوں کی ایک بڑی لائبریری بھی تھی جس کو اسسٹنٹ کمشنر امرتسر نے سر بمہر کر دیا تھا۔ اے سی امرتسر کی لگی ہوئی سیل برقرار رہی مگر اسی حالت میں بھی اس لائبریری کی تمام کتابیں وہاں سے لاہور منتقل کر لی گئیں۔

یہاں ایک واقعہ یہ بھی ہوا کہ دوالمیال سے تعلق رکھنے والے ایک ریٹائرڈ قادیانی کپتان نے جو قادیان میں انتظامات کے سربراہ تھے۔ مجھے تنہائی میں لے جا کر رازداری سے کہا کہ آپ سے ایک بات کرنی ہے۔ میں نے کہا فرمائیں، وہ کہنے لگے آپ کی کارکردگی سے ہماری جماعت بہت مطمئن ہے۔ آپ اگر قادیانی عقائد اختیار کر لیں تو ہم آپ کو سونے میں تول دیں گے اور آپ کی من مرضی کی شادی بھی کرائیں گے۔ میں نے ان کو دوٹوک الفاظ میں قدرے سختی کے ساتھ جواب دیا کہ میری اور میرے خاندان کی علماء، صوفیا اور مشائخ سے گہری عقیدت ہے اور ہم لوگ الحمدللہ حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ اس لیے آئندہ مجھ سے کوئی ایسی بات کرنے کی جرأت نہ کریں۔

(ہم بھی وہاں موجود تھے صفحہ ۵۱، ۵۲، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

ایک اجمالی نظر

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہیں۔ اس نے اپنی حیات کا تعارف اپنی کتاب البریہ میں اس طرح کرایا کہ ''میں موضع قادیان تحصیل بٹالہ، ضلع گورداس پور، ہندوستان میں 1839-40ء میں پیدا ہوا۔ باپ کا نام مرزا غلام مرتضیٰ اور ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔ مغل برلاس خاندان سے تعلق تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا زمانہ تھا اور اس کے دور حکومت میں مرزا جی اپنی پیدائش پر فخر کرتے تھے۔ چنانچہ مرزا جی کی زندگی کا آغاز جو قابل ذکر ہے (کتاب سیرۃ المہدی سے معلوم ہوتا ہے کہ) ۱۸۶۴ء کو ہوا۔ جب مرزا جی

خاندان کے گزارے کی جو رقم حکومت برطانیہ سے وفاداری کے بدلے میں ملتی تھی لینے کے لیے گئے تو اپنے چچازاد بھائی امام دین کو ساتھ لے لیا۔ رقم لینے کے بعد میری نیت بدل گئی میں گھر نہ گیا، میں نے نذر عیاشی کی نذر کر دی۔ اس حرکت کی وجہ سے گھر بھی نہ جا سکتا تھا تو میں نے کسی کے ذریعہ سے ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں ملازمت شروع کر دی۔ کچہری کے فارغ اوقات میں انگریزی پڑھنے کا انتظام ہوا تو مرزا جی نے بھی انگریزی پڑھنے کا داخلہ لے لیا۔ انگریزی کی دو تین ابتدائی کتابیں پڑھیں تو اس معمولی شُد بُد کا اثر ان کی انگریزی زبان کے الہامات اور وحی میں نمایاں نظر آتے ہیں مثال کے طور پر:

(i) He (God) help you words of God cannot exchange.

(ii) He (God) Halts in the zila peshawar

(iii) I (God) shell give you a large party of islam.

مرزا جی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا کا خدا ہی انگریزی زبان پر عبور نہ رکھتا تھا۔ ملازمت کے دوران ایک ہندو دوست کے ساتھ مختاری کے امتحان کی بھی تیاری کی۔ لیکن مرزا فیل ہو گئے اور ہندو دوست پاس ہو گیا۔ شاید یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پاس ہو جاتے تو نبوت اور مسیحیت کے فریب نہ کرتے۔ مرزا جی سیالکوٹ میں ۱۸۶۸ء تک ملازم رہے۔ جب مرزا کی والدہ بیماری میں مبتلا ہوئیں تو مرزا جی کا امانت میں خیانت کا قصور معاف ہوا۔ والدہ نے آدمی بھیج کر واپس بلوالیا۔ جس طرح البریہ کے صفحہ ۱۵۰ پر آتا ہے کہ مرزا جی گھر آ کر دو مشغلوں میں لگ گئے ایک تو یہ کہ کتابیں دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں ہی نہیں تھا۔ دوسرا مشغلہ مزارعین کے خلاف مقدمہ بازی تھا۔ مرزا جی مختاری کا امتحان تو پاس نہ کر سکے لیکن قانونی شُد بُد مرزا جی کو حاصل ہو گئی تھی، مقدمات کی پیروی کرنا والد نے مرزا غلام احمد کے سپرد کر دی۔ اور اس وجہ سے آٹھ سال تک کچہری کی خاک چھاننی پڑی۔ اسی طرح تریاق القلوب میں مرزا جی یوں لکھتے ہیں کہ اس قدر انہماک تھا کہ اگر کوئی مزارع معمولی کیکر کا درخت بھی کاٹ لیتا جب تک اس پر دعویٰ کر کے اس کے خلاف ڈگری نہ حاصل کر لیتا۔ مجھے آرام نہ آتا تھا، مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح کے بعد دوستوں

نے طعنے دیئے کہ مرزاجی کسانوں کے پیچھے ڈنڈا لیے پھرنے کی بجائے یہ کیا نیا دھندا لے کر بیٹھے ہو تو مرزا صاحب نے جواب دیا۔

ان زمینداری تعلقات پر جو ابتدائی زندگی سے میرے ساتھ رہے کوئی تعجب نہ کرے کیونکہ حدیث نبویہ پر غور کرنے سے بصراحت معلوم ہوگا کہ وہ مسیح موعود حارث کہلائے گا۔

(تریاق القلوب صفحہ ۳۷)

حدیث مبارکہ کا غلط حوالہ جواب کی تقویت سے ظاہر ہے۔ بہرحال مرزاجی نے اپنے الہامی ناموں میں حارث کا اضافہ کرلیا۔ ۱۸۷۴ء کو مرزا صاحب کے والد کا انتقال ہو گیا تو حکومت نے گزارے کی رقم جو وفاداریوں کے بدلے میں دو سو سالانہ ملا کرتی تھی ایک سو اسی (۱۸۰) کر دی جب ان کے بڑے بھائی غلام قادر نے وفات پائی تو یہ رقم ۱۸۰ روپیہ بھی بند ہوگئی۔ ادھر خاندانی زمین بھی عدالت کے فیصلے کے مطابق تقسیم ہوگئی جو بھائی بھتیجوں کے حصے کو غصب کر رکھا تھا۔

تحفہ قیصریہ کے صفحہ ۱۶ پر مرزاجی اپنے زوال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”غرض ہماری ریاست کے ایام دن بدن زوال پذیر ہوتے گئے، یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ایک کم درجے کے زمین دار کی طرح ہماری حیثیت رہ گئی۔

آخر اس طرح کے حالات ہوئے کہ مرزاجی اپنے قول کے مطابق اپنے دستر خوان کی روٹی کی فکر میں مبتلا ہو گئے اور برائے نام زمینداری رہ گئی۔ ملازمت معقول مشاہرہ پر ملنے کا امکان نہ تھا، مختاری کا امتحان پاس نہ ہو سکا۔ تجارت کے لیے تجربہ بھی نہ تھا اور پیسے بھی نہ تھے اسی فکر میں مبتلا تھے کہ نظر ارد گرد کے سجادہ نشینوں پر پڑی جن کی طرف خلائق کا رجوع تھا ۔ چنانچہ مرزاجی کے اس زمانہ کے اخبار و رسائل اور کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ جہاد اور یہ کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب، اہم موضوع بنے ہوئے تھے، ہندوؤں میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے پنڈت دیانند سرسوتی کا انتخاب ہو چکا تھا ادھر عیسائی پادریوں کی یلغار تھی جو حکومت کی سرپرستی میں عیسائی بنانے یا کم از کم عقائد میں اختلاف پیدا کرنے کی زوردار کوشش کر رہے تھے۔ مسلمانوں میں اختلاف و افتراق کی ہوا دی جا رہی تھی ، مناظروں اور مجادلوں کا بازار گرم تھا۔ اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو مسلمانوں کی عالمگیر وحدت

میں رخنہ ڈلوانے کے لیے ایک حواری نبی کی تجویز ہوئی اور اس خدمت پر مرزا غلام احمد مامور ہو گئے۔ جس کا ثبوت خود ان کے اقوال و اعمال نے بہم پہنچایا ہے۔ تو مرزا نے حصول زر اور مرتبہ کے لیے تقدس کی دکان سجانے کا فیصلہ کرلیا تو حکیم نور الدین بھیروی اور مولوی محمد حسین بٹالوی سے ربط و ضبط بڑھا۔ دونوں مرزا غلام احمد کے معاون بن گئے اور حق دوستی ادا کیا۔ جب حد سے مرزا صاحب بڑھ گئے اور قرآن و سنت کے بالکل خلاف، وفات عیسیٰ اور مسیح موعود بننے کے دعویدار ہوئے تو مولوی محمد حسین بٹالوی سخت مخالف ہو گئے لیکن حکیم نور الدین نے آخر وقت تک مرزاجی کا ساتھ دیا اور مرزاجی کا خلیفہ اول بن گیا۔

مرزاجی نے فائز المرام ہونے کے لیے تین باتوں کی ضرورت سمجھی:

(۱) جان کی حفاظت

(۲) روپیہ

(۳) شعبدہ بازی یا کرامت۔

جان کے تحفظ کی ذمہ داری حکومت نے لی جس کا بار بار شکر ادا کرتے تھے، روپے کی ضمانت مرزاجی کے فرشتے ٹی چی نے دی، صاحب کرامت بننے اور شہرت حاصل کرنے کے لیے جو قدم اٹھایا گیا اس کی اجمالی تفصیل اس طرح ہے کہ مرزاجی نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ مجاہدہ اور ریاضت سے آدمی صاحب کرامت بن جاتا ہے۔ جوگیوں اور عملیات کرنے والوں سے سنا تھا کہ چلہ کشی سے شیاطین تابع فرمان ہو جاتے ہیں۔ علم نجوم سے ہونے والے حوادث کا پہلے سے علم ہو جاتا ہے۔ ہوشیار پور کو مرزاجی نے اس کوچے کی سیر کا ارادہ کر کے اپنا طور سینا بنایا اور شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کے طویلے میں چلہ کش ہو گئے۔ ایک اشتہار بھی شہرت کے لیے شائع کیا کہ ہم سے چالیس روز تک کوئی ملاقات نہ کرے۔ بیس دن تک ہوشیار پور میں اس کے بعد مزید قیام رہے گا۔ ملاقاتیوں کو اس دوران بازیابی بخشی جائے گی، دعوت بھی قبول ہوگی۔ سوالوں کے جوابات بھی دیئے جائیں گے۔

چلے کی کچھ روئیداد مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المہدی جلد اول صفحہ ۲۸ پر اس طرح لکھی ہے ”مرزا صاحب نے اپنے عقیدت مند مرید میاں عبداللہ سنوری کو کھانا پہنچانے کی خدمت پر معمور کیا تھا۔ ان کا بیان اس طرح ہے کہ میں کھانا چھوڑنے جاتا تھا تو حضور مجھ

سے فرمایا کرتے ان دنوں مجھ پر خدا تعالیٰ کے بڑے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات خدا دیر تک باتیں کرتا رہتا ہے۔ خدا مجھے اس طرح مخاطب اور مجھ سے اس طرح کی بات کرتا ہے کہ اگر میں ان باتوں میں سے کچھ ظاہر کردوں تو جتنے معتقد نظر آتے ہیں سب پھر جائیں'' اس مذکورہ بالا عبارت پر غور فرمائیں، کیونکہ اچھی باتوں سے کوئی پھر نہیں سکتا''البتہ'' خدا سے منسوب ناشائستہ گفتگو کوئی سن نہیں سکتا ان کا خدا یقیناً اس قسم کی باتیں کرتا ہوگا جیسا کہ مرزا جی نے اپنے ایک مخلص قاضی یار محمد سے ظاہر کی تھی۔ حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت ظاہر فرمائی ہے کہ کشف آپ پر طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور خدا نے رجولیت کی طاقت کا اظہار کیا۔ (اسلامی قربانی ٹریکٹ ۳۴ صفحہ ۱۲)

مجاہدہ اور ریاضت:

اگر کسی مرشد کامل کے زیر تربیت مجاہدہ اور ریاضت اختیار کیے جاتے ہیں تو کچھ روحانی ثمر مرتب ہوتا ہے۔ جو لوگ شیخ کامل کے بغیر مجاہدے اور ریاضت کرتے ہیں یا تو کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا شیاطین کے ہاتھوں میں کھلونا بن جاتے ہیں، شیطان کا معمول اس طرح کا ہے کہ چلہ کشی کرنے والوں کی طرح طرح کی نورانی شکلیں بن کر ظاہر ہوتا ہے، لیکن نادان اس نورانی شکل کو خدا سمجھ لیتا ہے اور ہلاکت کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ شیخ کامل ہوتا ہے تو وہ اس کو شیطان کے فریب سے نکال لیتا ہے۔ مگر جو خود ساختہ شیخ بن جائے کوئی سلسلہ بھی نہ رکھتا ہو اس بناوٹی شیخ کا کیا بنے گا، اس قسم کے بہت سے واقعات تصوف اور بزرگوں کی سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اس طرح ہے۔ آپ نے ایک رات ایسا نور دیکھا جس کی بہت زیادہ روشنی تھی، جس نے جہان کو روشن کر دیا۔ ایک نورانی شکل نمودار ہوئی۔ جس نے آواز دی اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تیری ساری عبادت قبول کی آئندہ عبادت تیری معاف اور تیرے لیے سب کچھ حلال کیا جو چاہے وہ فعل اختیار کر میں نے سوچا کہ اے الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ حکم تو انبیاء کو بھی نہ ہوا میں بھلا کون ہوں؟ جس پر ہر پابندی دور کی جا رہی ہے۔ میں نے نور فراست سے سمجھا کہ یہ اغواء کرنے کے لیے شیطانی چال ہے اور میں نے پڑھا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور کہا: اے ملعون! دور ہو

جا، کیا کہتا ہے ناگاہ وہ نور ظلمت سے بدل گیا اور پھر آواز آئی اے عبدالقادر! تو اپنے علم کی وجہ سے بچ گیا ورنہ اس سے پیشتر بہت ساروں کو پھانس چکا ہوں۔ جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کم بخت میں اپنے علم سے نہیں بچا بلکہ اپنے رب کے فضل سے بچا ہوں۔ چنانچہ ابلیس نے یہاں بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ مجھ کو اپنے علم پر گھمنڈ پیدا ہو جائے۔

محترم قارئین!

آپ نے شیطان کی کارروائی دیکھی لیکن طالب حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوتا ہے وہ مردود کے جال میں نہیں پھنستا۔ لیکن یاد رکھنا کہ طالب دنیا اس کے ہاتھوں میں کھلونا بن جاتے ہیں۔ جس طرح ابلیس نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو کہا تھا کہ جو چاہو سو کرو سب مباح ہے لیکن انہوں نے **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** پڑھ کر سارا طلسم توڑ دیا۔ اسی طرح اس مردود نے مرزا غلام احمد سے کہا تھا کہ ''**اعمل ما شئت فانی قد غفرت لک**''

ترجمہ: اے مرزا تو جو چاہے سو کر لیا کر کیونکہ میں نے تجھ کو بخش دیا ہے۔

چنانچہ مرزا جی نے اسے خدا کا الہام سمجھ لیا اور اپنی کتاب براھین احمدیہ کے صفحہ ۵۶۰ پر فخریہ لکھا، دونوں واقعات جو یکساں ہیں پڑھ کر ایک ذی شعور انسان طالب حق اور طالب دنیا کے فرق کا اندازہ بخوبی لگا سکتا ہے۔

ابلیس کے فریب اور اس کے نورانی تخت کا ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے۔ ایک مرتبہ کچھ اہل اللہ مشاہدہ حق کے سلسلہ میں مصروف گفتگو تھے۔ آخر میں ایک صاحب ابو محمد خفاف بولے آپ حضرات کی جس طرح گفتگو تھی وہ حد علم میں تھی لیکن مشاہدہ کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب اٹھ کر اللہ تعالیٰ کا معائنہ ہو جائے۔ حاضرین نے حیرت سے پوچھا یہ کیسے ممکن ہے؟

مشاہدہ:

تو انہوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ یکا یک حجاب اٹھ گیا اور میں نے دیکھا کہ عرش پر حق تعالیٰ جلوہ افروز ہے میں دیکھتے ہی سجدے میں جا پڑا اور عرض کیا کہ الٰہی تو نے

اپنی رحمت کے کیسے بلند درجہ پر پہنچا دیا۔ واقعہ سن کر مجلس میں سے ایک بزرگ جصاص اٹھے اور ابو محمد خفاف سے کہا کہ چلیے ایک بزرگ سے آپ کی ملاقات کرادوں۔ وہ ان کو شیخ ابن سعدان کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ ان صاحب کو شیطان کے تخت والی حدیث سنا دیجئے۔ شیخ نے سند متصل وہ روایت سنائی ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آسمان اور زمین کے درمیان شیطان کا ایک تخت ہے جب کسی انسان کو فتنے میں ڈالنا اور گمراہ کرنا چاہتا ہے تو وہ تخت دکھا کر اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ (منقول از ائمۂ تلبیس)

ابو محمد کہنے لگے ذرا ایک دفعہ پھر سنائیے۔ انہوں نے حدیث کا اعادہ کیا، ابو محمد زارو قطار رونے لگے۔ دیوانہ وار اٹھ کر بھاگے، کافی دنوں کے بعد ملاقات ہوئی تو ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ان نمازوں کے اعادہ میں مشغول تھا۔ جو ابلیس کے مشاہدہ کے بعد سے اس کو خدا سمجھ کر پڑھی تھیں۔ طالب حق تھے اپنی غلطی تسلیم کرلی کیونکہ مشاہدہ حق بے حجاب نہیں ہوتا۔

جب موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول دنیا میں نہ کر سکے اور ان کو لَنْ تَرانِی کا حکم فرمایا گیا تو پھر اہل حق فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ جو دعوی کرے کہ اس نے خدا کو بے حجاب دیکھا ہے اس نے فی الحقیقت شیطان کو دیکھا ہے اور وہ اس مردود کو خدا سمجھ بیٹھا، لیکن مرزا جی کی سنیے، ان کا یہ دعوی ہے کہ انہوں نے نہ صرف خدا کو بے حجاب دیکھا ہے بلکہ اس نے ان کے ساتھ مذاق بھی کیا ہے اور کہتے ہیں امام الزماں کی چھٹی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کس قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے اور وہ اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی۔ پس میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ امام الزماں میں ہوں۔ (ضرورۃ الامام صفحہ ۱۳)

خدا اور ٹھٹھے، ظاہر اس طرح ہے کہ شیطان کے ہتھکنڈے تھے مرزا جی کو شیطان نے امام الزمان بنایا تھا اور صرف مرزا جی ہی خدا کے بے حجاب دیکھنے کے دعویدار نہ تھے بلکہ ان کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی کو بھی خدا بے حجاب نظر آیا کرتا تھا۔ لکھتے ہیں کہ آج مجھے تیسری مرتبہ خدا تعالیٰ کی رویت ہوئی ہے۔ (الفضل ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

خلیفہ صاحب لوگوں کو بھی خدا تعالیٰ کی بے حجاب زیارت کرانے کے دعوی دار تھے لکھتے ہیں خدا تعالیٰ اس وقت ہمارے سامنے جلوہ گر ہے اور وہ بھی عریاں ہو کر اپنی تمام صفات کے ساتھ دنیا کے سامنے جلوہ نما ہے جن کو یقین نہ آئے ان کا ایک ہی علاج ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کے گلے پکڑ کر ان کی آنکھیں اوپر اٹھا دی جائیں اور کہا جائے کہ دیکھ لو وہ خدا ہے۔ (الفضل ۱۹ جولائی ۱۹۳۶ء)

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ نے انسان کو شیطان اور اس کی اولاد کے مکر و فریب سے واضح طور پر آگاہ فرما دیا۔ باری تعالیٰ نے انبیاء کرام کی معرفت سے ایک سیدھی راہ دکھا دی اور اس پر چلنے سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

چلہ کشی اور مجاہدوں کا طریقہ:

جو لوگ چلہ کشی اور مجاہدوں کا طریقہ اختیار کرتے ہیں ان کے ساتھ وہ ازلی دشمن جو چالیس چلتا ہے ان کا حال اور علاج بزرگوں کی تعلیم اور کتابوں میں مذکور ہے۔ اس کوچے کے راستے پر چلنے والوں کو اپنا آلہ کار بنانے کے لیے ابلیس اور اس کا لشکر مختلف نوری شکلوں میں نمودار ہوتے ہیں اور سبز باغ دکھاتے ہیں۔ مدارج علیا کے مژدے سناتے ہیں اور حق کی راہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ لشکر ابلیس کا قابو یا تو اس پر نہیں چلتا، جسے شیخ کامل کی صحبت نصیب ہوتی ہے یا ان کی تکلیف سے وہ بچ جاتا ہے جو اپنے مکاشفات کو من جانب اللہ سمجھنے سے پہلے ان کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر کس لیتا ہے۔ جو آدمی اس طرح کی بات کرے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور قرآن پاک کے مخالف ہو اور جو الہام و کشف نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہو وہ شیطانی القاء ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی چلہ کشی کا محرک قرب حق یا معرفت الٰہیہ نہ تھا ورنہ وہ اعلان چلہ کشی اشتہار کے ذریعے نہ کرتے، ان کی غرض نمود اور اپنے مقصد کو پانے کی کوشش تھی جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

علم نجوم میں بھی دسترس:

مرزا جی نے علم نجوم میں بھی دسترس حاصل کرنے کی کوشش کی تا کہ اس کے ذریعہ پیش آنے والے حوادث کے بارے میں پیشین گوئیاں کرنے میں مدد مل سکے۔ مرزا جی کی

پیشین گوئیوں کا اس طرح کا حشر ہوتا تھا جس طرح عام نجومیوں کی باتوں کا ہوتا ہے۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ستاروں سے بھی شگون لیا کرتے تھے چنانچہ وہ کسی فن میں کمال نہ پاسکے۔

مرزاجی کی شہرت طلبی:

مرزاجی کے لیے سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ شہرت تامہ کس طرح حاصل کی جائے۔ سوچ وفکر کے بعد مناظرہ کا میدان نظر آیا جو اس وقت کے اعتبار سے مناسب حالات تھے۔ چنانچہ ہند کے طول وعرض میں ایک طرف عیسائی پادری اسلام کے خلاف زہر اُگل رہے تھے تو دوسری طرف آریہ سماجیوں نے دریدہ دہنی اختیار کی ہوئی تھی۔ چاروں اطراف میں مناظروں کا بازار گرم تھا، مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک خاکہ مرتب کیا اور لاہور آگئے اور چینیاں کی مسجد کے خطیب مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس قیام کیا۔ مناظروں کے ذریعہ سے شہرت حاصل کرنے کے لیے مناظروں کے مواد کو جمع کیا اور مناظروں کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور پھر غیر مسلموں سے الجھنا شروع کر دیا۔ لوہاری دروازہ کے باہر ان دنوں ایسے پہلوانوں کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا لیکن باغ میں کوئی نہ کوئی آریہ پرچاریا عیسائیوں کا ایک آدھ مشنری آدھمکتا اور اپنے اردگرد لوگوں کو جمع کر لیتا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی باغ میں آمدورفت شروع کر دی اور باغ میں کسی نہ کسی سے بھڑ جایا کرتے تھے اور اس وقت تک کوئی دعویٰ بھی نہ داغا تھا۔ چنانچہ اس وقت اشتہاروں میں خادم دین اور نمائندہ اسلام اپنے تئیں ظاہر کیا ہوا تھا اور فطری اعتبار سے کچھ لوگ مسلمان ان کے حامی بن گئے تھے۔ جب ان کا چرچا چاروں طرف بڑھا تو لاہور سے قادیان چلے گئے اور وہاں سے ہی آریوں کے خلاف اشتہار بازی کے ذریعے مقابلے کے لیے نمائشی چیلنج دینے شروع کر دیئے۔

مرزاجی کی اصل غرض شہرت طلبی تھی نہ وہ مباحثہ کر سکتے تھے نہ ان کا مقصود تھا اور نہ وہ اس کے قابل تھے۔ اسی وجہ سے کہ اگر کسی آریہ نے مقابلے کے لیے آمادگی ظاہر کر دی تو اس چیلنج کو بصورت حیلہ ٹال دیتے اور مقابلے کے لیے ایسی ناقابل عمل شرطیں پیش کی جاتی تھیں کہ مناظرہ کی کوئی شکل ہی نہ بن سکے کیونکہ مناظرہ مرزاجی کر ہی نہ سکتے تھے۔

ازدواجی زندگی اور مرزاجی:

پہلی شادی مرزاجی کی ''سیرت المہدی'' کے مطابق اپنے خاندان میں ہوئی۔ دو لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد اس کے بطن سے ہوئے۔ مرزاجی نے جب دغابازی کی دنیا میں قدم رکھا تو اس کے کفر کی وجہ سے بیوی اور اس کے عزیزوں سے اَن بن ہوگئی۔ محمدی بیگم کے نکاح کا قصہ چلا تو بیوی کے عزیزوں نے موافقت نہیں کی۔ طیش میں آکر بیوی کو طلاق دی۔ بہو کو طلاق دلوائی، پھر دونوں بیٹوں کو بھی عاق کر دیا۔

دوسری شادی:

مرزا صاحب کی دوسری شادی مرزا ناصر بیگ کی بیٹی نصرت جہاں سے ہوئی۔ جس سے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جو مرزا کے کفر پھیلانے اور اسلام سے دشمنی میں شریک کار رہے۔

تیسری شادی:

جس کی خاطر جگ ہنسائی ہوئی باوجود انتہائی کوشش کے نہ ہوسکی جس کی حسرت لیے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ (خاتم النبیین صفحہ ۳۷۷)

قراردادِ چکوال

ضلع چکوال کے علماء ومشائخ اور مذہبی حلقوں کی قرارداد

سیدنا ومولانا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ورسول ہیں۔ ان کے بعد تا قیامت کوئی نبی ورسول، تشریعی وغیر تشریعی مبعوث نہیں ہوگا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور نبی ورسول اللہ تھے، جو زندہ اٹھائے گئے اور قرب قیامت ان کا نزول ہوگا۔ امام مہدی الگ شخصیت ہیں جو آخر زمانہ میں پیدا وظاہر ہوں گے۔ علاوہ ازیں ہر صدی ہجری کے آغاز پر مجدد اسلام کا وجود ہونا صحاح ستہ کی حدیث سے ثابت اور مندرجہ بالا تمام امور سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے عقائد میں سے ہیں۔ ان کا منکر کافر اور دائرہ

اسلام سے خارج ہے، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے تمام متبعین و ماننے والے اسی زمرے میں آتے ہیں۔ جیسا کہ اکابر علماء اسلام کے جاری کردہ فتاوے اور تحقیقی اسلامی اداروں اور جامعات کے بیانات و قراردادوں سے بخوبی واضح ہے۔

لہذا ''قراردادِ چکوال'' کے ذریعے پاکستانی عوام سے ہماری درخواست ہے کہ ملک میں مرزائیوں کی ملکیت تجارتی ادارے، جو اپنے افکار و عقیدہ کو پاکستان و بیرونی دنیا میں پھیلانے میں مالی معاون و سرپرست ہیں، ان کی مصنوعات خریدنے سے گریز و مقاطعہ کریں، ایسے اداروں میں سے چند کے نام یہ ہیں:

شیزان۔ سنگم دودھ کا ڈبہ۔ شاہ تاج شوگر۔ ذائقہ گھی۔ یونیورسل سٹیبلائزر۔

ٹربو پلاسٹک۔ اوسی ایس کوریئر سروسز (OCS)۔

حکومت پاکستان سے ہمارے مطالبات یہ ہیں:

(۱) پوری اسلامی دنیا میں پاکستان واحد ملک ہے جہاں سے مرزائی گروہ کو آج بھی ہر طرح کی امداد و سہولت میسر ہے۔ جیسا کہ اسلام و مسلمین کی عداوت و تنقیص پر مبنی مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام تصانیف یکجا ۲۰۰۸ء میں ربوہ سے شائع ہوئیں نیز دیگر مرزائی رسائل و کتب کی اشاعت ربوہ و لاہور سے ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں کمپیوٹر، انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹس سے ان کے فاسد عقائد کی تشہیر پر مبنی مواد اور سیٹلائٹ، ٹیلی ویژن چینلز کے لیے مختلف زبانوں کے پروگرام ربوہ میں تیار ہو رہے ہیں۔ اور ربوہ میں قائم مرزائی تعلیمی اداروں کو اندرون و بیرون ملک سے امداد جاری ہے، جن میں مبشر و مربی تیار کر کے مختلف مقامات و ممالک میں بھیجنے کا نظام قائم و مستحکم ہو رہا ہے۔ ان تمام اعمال پر پابندی لگائی جائے۔

(۲) مرزائی عبادت گاہوں میں اسلامی شعائر و علامات، مینار و محراب کا استعمال بدستور جاری ہے جو آئین پاکستان کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اس جانب توجہ کی

جائے اور آئین پاکستان، قومی اسمبلی و سینٹ کی قراردادوں میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے سے متعلقہ قوانین پر عمل درآمد کرایا جائے۔

(۳) موضع دوالمیال میں واقع ۱۸۶۰ء سے قبل تعمیر کی گئی مسجد مرزائیوں کے قبضہ و تصرف میں ہے، جس کی واگزاری کے لیے مقامی مسلمانوں نے اگست ۱۹۹۷ء کو سول کورٹ چوآسیدن شاہ میں مقدمہ دائر کیا جو ابتدائی سماعت کے بعد ہائی کورٹ راولپنڈی بینچ میں زیر التواء ہے۔ عدالت عالیہ سے درخواست ہے کہ فوری طور پر اس معاملہ کا فیصلہ صادر کرے اور مسجد مذکورہ، مسلمانوں کو واپس دلوائی جائے تا کہ موجودہ قبضہ ناجائز سے واگزار ہو کر مرزائیوں کی فتنہ پروری اور ریشہ دوانیوں اور عالم اسلام کے خلاف سازشوں کا گڑھ بننے سے بچ جائے اور مسجد کا تقدس بھی پامال نہ ہو۔

قراردادِ چکوال کے مسودہ کا متن بروز اتوار ۱۴۳۶ھ بمطابق ۸ فروری 2015ء کو جامع مسجد حیات النبی محلہ لائن پارک چکوال میں مسلمانوں کے عظیم اجتماع میں فقیر پر تقصیر خادم العلم عبدالحلیم نقشبندی نے پیش کیا اور حاضرین نے اس میں درج تمام قراردادوں کو منظور کر کے بھرپور تائید کی۔

علاوہ ازیں ضلع چکوال کے بکثرت علماء و مشائخ، دینی اداروں و تنظیموں کے متعدد سربراہان نے دیگر اوقات میں اس مسودہ کو اپنے دستخطوں اور مواہیر سے مزین کیا، جن کے نام یہ ہیں:

پیش کردہ: حافظ عبدالحلیم نقشبندی

مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ لائن پارک چکوال۔

قراردادِ چکوال کے مؤیدین

☆...... مولانا حافظ عبدالحلیم نقشبندی، جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ چکوال

☆...... مفتی محمد اکرام الحق، مدرسہ اشاعت العلوم چکوال

☆...... علامہ پیر سید ریاض الحسن شاہ، جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال

☆......علامہ محمد عرفان چشتی، جامع مسجد محمدیہ غوثیہ چکوال

☆......علامہ پیر سید لقمان شاہ، خطیب مرکزی جامع مسجد حنفیہ رضویہ چکوال

☆......علامہ ڈاکٹر عبدالواحد ازھری، مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعہ سعیدیہ چکوال

☆......ڈاکٹر محمد اسماعیل، ناظم جامع مسجد حرا و مدرسہ حفظ القرآن چکوال

☆......مولانا حافظ غلام حیدر، خطیب جامع مسجد علی جہلم روڈ چکوال

☆......علامہ قاری عاشق حسین حال چکوال، خطیب انگلینڈ

☆......مولانا حافظ منصب حسین ساقی، خطیب مسجد رحمانیہ چکوال

☆......علامہ قاری حافظ ثاقب اقبال، خطیب جامع مسجد محمدیہ غوثیہ فیصل کالونی چکوال

☆......مولانا سیف الرحمٰن چشتی، خطیب مسجد علی المرتضیٰ تھنیل روڈ چکوال

☆......حافظ ظہیر احمد نعیمی، خطیب جامع مسجد بیت المکرّم چکوال

☆......مولانا منظور حسین قریشی، خطیب مسجد بلال فیصل کالونی چکوال

☆......حافظ صابر ایوب نقشبندی، بانی و مہتمم جامعہ صدیقیہ تجوید القرآن تلہ گنگ

☆......مولانا محمد عارف مدنی، صدر مدرس جامعۃ المدینہ متصل مسجد قباء تلہ گنگ

☆......مولانا گل محمد سیالوی، دارالعلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ

☆......مولانا حافظ نور خان، ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ رضویہ سراج العلوم ڈِھبہ تحصیل تلہ گنگ

☆......پیر طریقت، میجر محمد یعقوب نقشبندی سیفی آستانہ ملکوال تلہ گنگ

☆......مولانا حافظ عبدالرزاق، سابق امام و خطیب و مدرس موضع وَریامال

☆......مولانا محمد افتخار چشتی، خطیب مسجد قاضیاں والی موضع بھون

☆......مولانا محمد بلال نقشبندی، امام و خطیب مسجد حنفیہ رضویہ موضع چھمی نزد کلر کہار

☆......مولانا حافظ عبدالمالک، خطیب مسجد بخاری محلہ سرپاک چکوال

☆......مولانا محمد حنیف رضوی، خطیب مسجد غوثیہ گلزارِ مدینہ ڈھوک فیروز چکوال

☆......علامہ محمد نوید حیدری، صدر المصطفٰے ویلفیئر سوسائٹی چکوال

☆......مولانا حافظ عمر حیات، خطیب مسجد صدیق اکبر موضع رتوچھ

☆......صاحبزادہ سید سبط الحسن شاہ، ناظم تحریک منہاج القرآن موضع دوالمیال

☆......صاحبزادہ سید معید حسن شاہ، صدر تحریک تحفظ ختم نبوت موضع دوالمیال

☆......مولانا پروفیسر محمد معروف، خطیب موضع ڈھاب کلاں

☆......خواجہ ریاض احمد چشتی، بانی و ناظمِ اعلیٰ ضیاء القرآن ٹرسٹ موضع سہگل آباد

☆......صاحبزادہ سید انوار الحق شاہ دوالمیالوی، امام مسجد عثمانیہ بائی پاس روڈ چوآسیدن شاہ

☆......مولانا حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ دوالمیالوی،
صدر مجلس تحفظ ختم نبوت چوآسیدن شاہ

☆......پیر انور حسین شاہ، سابق امام و مدرس مسجد حنفیہ رضویہ موضع چھمی نزد چوآسیدن شاہ

☆......پیر طریقت صاحبزادہ حسنین محمود شاہ نقشبندی،
بانی و سرپرست مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات، چھمی نزد چوآسیدن شاہ

☆......علامہ قاری محمد بلال چشتی، ساکن ڈھوک پٹھان، ضلع چکوال،
خطیب جامع مسجد محمدیہ غوثیہ، سیالکوٹ

☆......حافظ محمد خان قادری، خطیب جامع مسجد موضع ڈھاب بڑی
وصدر تحریک منہاج القرآن، تحصیل چکوال

☆......مولانا حافظ محمد خان چشتی ساکن خیر پور تحصیل کلر کہار۔
بانی و پرنسپل جامعہ الفاروق سیالکوٹ

☆......مولانا قاضی محمد مشتاق رسول علوی، امام و خطیب جامع مسجد انوارِ مدینہ موضع چکوال

☆......علامہ عبدالرسول ارشد، رتہ شریف سابق امام و خطیب و مدرس انگلینڈ

☆......مولانا سلطان شمس العارفین، سجادہ نشین چوکھنڈی۔
خطیب جامع مسجد پلاٹ والی تلہ گنگ

☆......ملک حاجی محمد جمیل، صدر کمیٹی مرکزی مسجد پلاٹ والی تلہ گنگ

☆......مولانا مفتی محمد رشید سیالوی، ساکن پچنند، مقیم واں بھچراں

☆......ڈاکٹر حافظ محمد بشیر، صدر القمر ویلفیئر سوسائٹی تلہ گنگ

☆☆☆☆☆

اہل چکوال

اور

مرزائیت

تالیف

عابد حسین شاہ پیرزادہ

ہدیہ

مرزا غلام احمد قادیانی

کے افکار ودعاوی کے خلاف

محض غیرت ایمانی کے جذبہ سے اٹھ کھڑے ہونے والے

ضلع چکوال کے درویش صفت انسان

بابا فقیر مرزا اعوان دوالمیالوی

(وفات رمضان ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء)

کی نذر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطہ ہند پر اسلام کی آمد اور پھر یہاں پر اسلامی سلطنت کے قیام سے مغلیہ عہد کے خاتمہ و ابوالمظفر سراج الدین احمد بہادر شاہ ظفر (وفات ۱۸۶۲ء) کی معزولی و جلا وطن کیے جانے کے درمیان کی طویل صدیوں میں اسلامیان ہند میں مقامی طور پر پیدا ہونے والے اعتقادی فتنے بہت کم ہیں، جیسا کہ سید محمد جونپوری (وفات ۱۵۰۵ء) سے منسوب ''مہدویہ'' اور مغل فرمانروا ہمایوں کے بیٹے ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر (وفات ۱۶۰۵ء) کا ''دین الٰہی''، لیکن مسلمانوں کا دورِ حکمرانی ختم ہونے اور برطانوی استعمار کے غلبہ وتسلط کے بعد تو گویا اس خطہ پر اعتقادی فتنے پھوٹ پڑے۔

اُدھر ۱۹۲۴ء میں تین براعظم پر محیط خلافت عثمانیہ کے کلی خاتمہ کے بعد پوری اسلامی دنیا میں فرقوں کا ظہور و پرچار نیز قوم و علاقہ پرستی کے جذبات کی حوصلہ افزائی اندرونی و بیرونی قوتوں کی ترغیب وتحریک سے ہوئی۔ چنانچہ اسلامی سلطنت ہند اور پھر خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد اور اگلے مرحلے میں استعماری قوتوں سے آزادی کے باوجود بھی اب تک پوری اسلامی دنیا تفریق کے امتحان وابتلاء سے نکل نہیں سکی۔

استعماری دَور میں جنم لینے والے فتنوں میں مشرقی پنجاب کے ضلعی صدر مقام گورداسپور سے ستائیس کلومیٹر فاصلہ پر واقع قصبہ قادیان کے باشندہ مرزا غلام احمد (وفات ۱۹۰۸ء) کے دعاوی قابل ذکر ہیں، جن کو ماننے والا گروہ، قادیانی، مرزائی، احمدی اور لاہوری ناموں سے جانا جاتا ہے۔

۲۰۱۵ء میں گورداسپور کا علاقہ ملک ہندوستان کا حصہ ہے۔ جو ملک پاکستان کے تاریخی شہر جہلم صوبہ پنجاب سے برطانوی عہد میں ریل گاڑی میں چند گھنٹے کا سفر تھا۔ اور ضلع جہلم نیز ضلع کیمبل پور (اب اٹک) کے کچھ علاقے الگ کر کے ۱۹۸۵ء میں ضلع چکوال تشکیل پایا جو چکوال، تلہ گنگ، چوآ سیدنشاہ، کلر کہار تحصیلوں پر محیط ہے۔ قادیان سے جغرافیائی قربت اور ایک ہی زبان نیز دیگر عوامل کے باعث ضلع چکوال کی حدود میں مرزائی فکر مدعی کی زندگی میں ہی پہنچ گئی۔ چنانچہ مرزا کی صحبت و بیعت اختیار کرنے والوں میں تقریباً بیس افراد کا تعلق آج کے ضلع چکوال سے تھا۔ لہٰذا اس خطہ پر مرزا کے افکار و دعاوی کا رد وتعاقب بھی اس کی زندگی میں ہی بھرپور طریقہ سے سامنے

آیا۔ اس فریضہ میں حصہ لینے والے مقامی علماء میں مولانا محمد حسن فیضی، مولانا محمد کرم الدین دبیر، مولانا قاضی غلام محمد، مولانا احمد الدین پادشاہانی، مولانا احمد الدین سکنہ جواہر، مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی کے نام نمایاں ہیں، جن کی خدمات کا مختصر تعارف پیش ہے۔

مولانا محمد حسن فیضی (وفات ۱۹۰۱ء)

چکوال شہر سے راولپنڈی جانے والی قدیم سڑک پر دس کلومیٹر مسافت کے بعد مشرقی جانب ذیلی سڑک پر مزید گیارہ کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں بھیں میں پیدا ہوئے وہیں قبر واقع ہے۔ عالم جلیل، مفسر، فرضی نیز عربی زبان کے قادر الکلام شاعر اور بادشاہی مسجد لاہور میں واقع انجمن نعمانیہ کے مدرسہ میں صدر مدرس تھے۔ مولانا محمد حسن فیضی ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو مسجد حکیم حسام الدین سیالکوٹ میں مرزا غلام سے ملے اور اپنا موزوں کردہ بے نقط عربی قصیدہ مرزا کو ہدیہ کیا اور کہا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کی تصدیق الہام کے لیے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں (۱) اور ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا نے بذریعہ اشتہار ہندوستان بھر سے مختلف اسلامی مکاتب فکر کے چھیاسی علماء ومشائخ کے نام درج کر کے مناظرہ ومباہلہ کی دعوت دی، اس اشتہار میں مولانا محمد حسن فیضی کا نام ۶۹ نمبر کے تحت درج ہے (۲) اس کے جواب میں آپ کا مرزا کے نام کھلا خط ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کے ہفتہ وار اخبار "سراج الاخبار"، جہلم (۳) میں چھپا جس میں مرزا کی دعوت قبول کی گئی۔ چنانچہ عالم جلیل وصوفی کبیر، چشتی خانقاہ گولڑہ نزد راولپنڈی کے سجادہ نشین مولانا سید مہر علی شاہ (وفات ۱۹۳۷ء) کی قیادت میں سینکڑوں علماء ۲۵ تا ۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں جمع ہوئے اور ہزاروں کے اس مجمع میں دیگر علماء کے علاوہ آپ نے ۲۷ اگست کے آخری اجلاس میں مرزا کے دعاوی کے بطلان پر تقریر کی اور آپ کی وفات کے بعد مرزا نے "مواہب الرحمن" نامی عربی تصنیف کے اجزاء طبع کرا کے ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم کچہری کے احاطہ میں تقسیم کیے۔ جس میں مولانا فیضی کو گالیوں اور مغلظات سے نوازا (۴)۔

مناظر اسلام مولانا محمد کرم الدین دبیر (وفات ۱۹۴۶ء)

آپ بھی موضع بھیں میں پیدا ہوئے اور حافظ آباد میں وفات پائی، بھیں کے بڑے قبرستان میں قبر واقع ہے۔ مناظر اسلام چشتی سیالوی صوفی، صحافی، مصنف وشاعر اور غازئ اسلام

لقب تھا۔ آپ "سراج الاخبار" میں مرزا غلام کے دعاوی وافکار کے رد وتعاقب میں لکھا کرتے پھر مرزائی گروہ سے آمنا سامنا کا مرحلہ آیا اور ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو مبارک علی سیالکوٹی مرزائی سے جہلم شہر میں مناظرہ ہوا (۵)۔

اس مناظرہ کے اڑھائی ماہ بعد مرزا غلام کے حکم پر ان کے مرید حکیم فضل دین بھیروی نے مولانا کرم الدین دبیر پر ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو گورداسپور میں رائے گنگا رام مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں پہلا مقدمہ دائر کر دیا۔ جس میں بانی سلسلہ مرزائیہ مرزا غلام احمد بطور گواہ شریک تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو مقدمہ خارج اور آپ کو عزت کے ساتھ بری کر دیا گیا۔

دوسرا مقدمہ بھی حکیم فضل دین نے ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو گورداسپور میں ہی رائے چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں دائر کیا، جس میں تین وکیل کیے جن میں ایک انگریز اور ایک ہندو تھا۔ یہ مقدمہ بھی خارج ہو کر مرزا اور مرزائیوں کی رسوائی کا باعث ہوا۔

تیسرا مقدمہ، مرزائی اخبار "الحکم" کے ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب نے مرزا کے حکم پر مولانا کرم الدین اور سراج الاخبار کے مالک مولانا فقیر محمد جہلمی (وفات ۱۹۱۶ء) دونوں کے خلاف ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کیا، اس میں مرزا بطور گواہ صفائی پیش ہوئے اور ان پر زبردست جرح کی گئی، اس مقدمہ میں جرمانہ کیا گیا جس کی اپیل نہیں کی گئی۔

چوتھا مقدمہ مولانا کرم الدین دبیر نے ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو جہلم کی عدالت میں دائر کیا اور ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں اس کی پیشی وسماعت ہوئی تو وکلاء کا ایک جتھا مرزا غلام کی وکالت میں تھا جن میں ایک انگریز عیسائی بیرسٹر بھی تھا، یہ مقدمہ ۱۹ جنوری کو داخل دفتر ہوا۔

پانچواں مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو مولانا کرم الدین دبیر نے مرزا اور ان کے مرید حکیم فضل دین بھیروی پر لالہ سنسار چند مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں جہلم میں دائر کیا۔

آخر ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو عدالت مہتہ آتما رام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور سے دونوں کو سات سو روپے جرمانہ ورنہ چھ و پانچ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ مرزا نے مسٹر ہری صاحب سیشن جج امرتسر کی عدالت میں اپیل دائر کی جنہوں نے سات جنوری ۱۹۰۵ء کو اپیل ملزمان منظور کی اور واپسی جرمانہ کا حکم دیا۔ مرزا جی دو سال تک سرگرداں وپریشان رہے اور سینکڑوں روپے اپیل پر خرچ ہو کر بمشکل جرمانہ معاف ہوا۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم کی عدالت میں دائر کیا گیا اور مرزا کی درخواست پر ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو گورداسپور منتقل ہوا۔ اس دوران جہلم و گورداسپور کی عدالتوں میں مولانا کرم الدین اور مرزا غلام کا سامنا ہوا۔ چنانچہ ۱۳ تا ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء کو گورداسپور کے کمرۂ عدالت میں مولانا محمد کرم الدین دبیر پر جرح ہوئی تو مرزا اور ان کے سارے معاونین موجود جو سوال مرتب کر کے وکیل کو دیتے جو آپ پر سوال کرتا اور مولانا اکیلے ان کے جوابات عدالت کے گوش گزار کرتے اور ۳ جنوری ۱۹۰۴ء کی پیشی میں مولانا کرم الدین دبیر نے جو بیان کیا، مرزا جی خود سن رہے تھے اور اس روز مرزا جی کو بھی یقین ہو گیا کہ جرم سے بچنے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔

پھر ایک روز آپ نے چند اشعار عربیہ منظومہ خود، عدالت میں مرزا کو پیش کیے اور للکار کر کہا کہ آپ ان اشعار کا ترجمہ کریں، اور ترجمہ نہیں تو صرف ان کو پڑھ کر ہی سنا دیں تو میں سارے مقدمے چھوڑ کر اسی وقت آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے وہ پرچہ دیکھ کر اپنا سر نیچے کر لیا۔

مرزائی مؤرخین کے بقول ۱۴ جون ۱۹۰۴ء کو مرزا عدالت میں موجود اور اس کے وکلاء نے ''تحذیر الناس'' وغیرہ کتابیں پیش کر کے ثابت کیا کہ تشریعی نبوت بند ہے مگر غیر تشریعی نبوت جاری ہے (۶)

اس مقدمہ کی روزمرہ سماعت کی وجہ سے مرزا غلام اور اس کا بڑا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود و دیگر کو وسط اگست سے اکتوبر ۱۹۰۴ء تک دو ماہ گورداسپور میں ہی مقیم رہنا پڑا (۷) اور مرزا جی روزانہ احاطہ عدالت میں حاضر باش رہتے تھے۔ ایک درخت جامن کے نیچے برلب سڑک ڈیرہ ڈال رکھا تھا، دن بھر وہاں پڑے رہنا پڑتا اور مقدمہ پیش ہو کر پھر حکم ہو جاتا کہ کل حاضر ہو اور ۱۰ مئی ۱۹۰۴ء کے روز تو مرزا جی کو تقریباً پانچ گھنٹے عدالت میں کھڑے رہنا پڑا اور فیصلہ کے روز بھی موجود تھے، تو دیکھا گیا، چہرہ زرد تھا، بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی اور جب فیصلہ سنانے کے لیے عدالت کے قاصد نے مرزا جی کو حاضر ہونے کا پکارا تو حالت دیدنی تھی (۸)۔

مذکورہ بالا تمام مقدمات کی روداد ہر پیشی کے ساتھ ''سراج الاخبار'' کے صفحات پر سامنے آتی رہی اور جیسے ہی ایک مقدمہ کا فیصلہ سامنے آتا، اس کی مکمل روداد سراج الاخبار کے ضمیمہ کے طور پر الگ شائع کی گئی، یوں تین ضمیمے سامنے آئے جو ۲۰۱۴ء میں ''ردِ قادیانیت اور سنی صحافت'' کی پہلی جلد میں یکجا طبع ہوئے۔ علاوہ ازیں مولانا کرم الدین دبیر نے کتابی شکل دی جو مطبع سراج المطابع

جہلم سے بنام ''کاشف اسرار نہانی یعنی رودادِ مقدمات قادیانی'' چھپی۔ بعد ازاں مولانا کرم الدین دبیر نے اپنے عزیز دوست مولانا غلام محی الدین دیالوی کی تحریک و خواہش پر اس میں اضافات کیے اور یہ دوسری بار نئے نام ''تازیانۂ عبرت'' سے ۱۹۳۲ء میں اور پھر بار ہا چھپی نیز ''عقیدہ ختم النبوۃ'' کی نویں جلد میں مطبوع ہے اور پروفیسر خالد شبیر احمد نے ''تازیانہ عبرت'' کی تلخیص تیار کر کے ''تاریخ محاسبہ قادیانیت'' کی پہلی جلد میں پیش کی۔

ان مقدمات میں چند مخلص ہم وطن مولانا دبیر کے رفیق و ہمدم رہے اور آخری مقدمہ میں مولانا غلام محمد قاضی تحصیل چکوال اور مولانا محمد حسن جی قاضی تحصیل جہلم بطور گواہان استغاثہ اور مولانا پیر منور شاہ نیز مولانا غلام محی الدین دیالوی بطور گواہان صفائی طلب کرائے گئے تھے۔ تازیانۂ عبرت کے آخر میں چاروں کا ذکر ہے۔

مولانا غلام محمد چکوال شہر کے باشندہ جبکہ مولانا محمد حسن جی کا گاؤں پڑی درویزہ اور مولانا پیر منور شاہ (وفات ۱۹۱۵ء) نلہ پیراں کے باشندہ (۹) جبکہ مولانا غلام محی الدین کا گاؤں دیالی تھا اور آخر الذکر تینوں کے وطن ان دنوں ضلع جہلم کی تحصیل سوہاوہ میں شامل ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر، مرزا غلام کی موت کے بعد بھی اس کے افکار و دعاوی کے رد و تعاقب میں سرگرم رہے۔ چنانچہ ۱۳۳۸ھ میں آپ نے انجمن حفظ المسلمین امرتسر کے استفتاء کے جواب میں کفریات مرزا بارے فتویٰ جاری کیا جو " استنکاف المسلمین عن مخالطة المرزائیین" میں درج جس کا مزید ذکر آگے آ رہا ہے۔

پٹھان کوٹ میں ۲۴ تا ۲۵ نومبر ۱۹۲۸ء کو مناظرہ منعقد ہوا تو مولانا محمد کرم الدین دبیر اور مشہور غیر مقلد عالم علامہ ثناء اللہ امرتسری سرگودھوی (وفات ۱۹۴۸ء) مناظر تھے جبکہ مرزائیہ کی طرف سے غلام رسول راجیکے، ابو العطاء جالندھری اور محمد شفیع سامنے آئے، مناظرہ کے چار اجلاس ہوئے (۱۰)۔

بعد ازاں ۱۳ اپریل ۱۹۳۲ء کو منڈوال تحصیل فتح جنگ ضلع کاملپور (اب اٹک) میں مناظرہ ہوا جس میں شیر اسلام مولانا محمد کرم الدین کے بالمقابل قادیان سے بھیجے گئے فخر الدین اور محمد نذیر مناظر تھے (۱۱)۔

علامہ عطاء اللہ شاہ بخاری نے قادیان میں احرار کانفرنس منعقد کی تو مرزائیہ کی تحریک پر

حکومت نے دو گروہوں کے درمیان منافرت پھیلانے کے الزام میں مقدمہ قائم کر دیا۔ ۱۹۳۵ء میں گورداسپور عدالت میں سماعت شروع ہوئی تو علامہ عطاء اللہ بخاری کی مقدمہ میں معاونت و گواہی کے لیے مولانا کرم الدین دبیر وہاں جا پہنچے۔ دوسری جانب سے مرزا کا بیٹا و دوسرا جانشین مرزا بشیر موجود تھا جس نے گورداسپور عدالت میں تین روز ۲۳، ۲۵، ۲۷ مارچ کو بیان درج کرایا (۱۲)۔

ان دنوں آلو مہار شریف کے سجادہ نشین علامہ سید فیض الحسن شاہ (وفات ۱۹۸۴ء) مجلس احرار پنجاب کے صدر تھے۔

مولانا کرم الدین کا ایک مضمون ''مرزائیت کا جال، لاہوری مرزائیوں کی چال'' ہفت روزہ ''الفقیہ'' میں ۱۹۳۰ء کو اور پھر ماہنامہ ''شمس الاسلام'' کے شمارہ فروری ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۲ تا ۲۷ پر شائع ہوا، نیز ''عقیدۃ ختم النبوۃ'' کی تیرہویں جلد میں مطبوع ہے۔ علاوہ ازیں اس موضوع پر ایک فتویٰ شمس الاسلام کے شمارہ مارچ اپریل ۱۹۳۱ء صفحہ ۴۲ تا ۴۷ پر اور ایک مضمون ''مرزائے قادیان، کٹہرہ ملزمان میں'' شمارہ جنوری ۱۹۳۳ء صفحہ ۴۳ تا ۴۵ پر چھپا۔ (۱۳)

مولانا قاضی غلام محمد (وفات ۱۹۰۷ء)

چکوال شہر میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی اور مسجد غوثیہ عرف مسجد علامہ صاحب کے احاطہ میں قبر واقع ہے۔ عالم، مدرس، مصنف اور حکومت کی طرف سے تحصیل چکوال کے قاضی تعینات تھے۔ مرزا غلام نے علماء اسلام سے مناظرہ و مباہلہ کی دعوت پر مبنی جو اشتہار ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو شائع کیا، اس میں مولانا غلام محمد کا نام نمبر پچاس کے تحت درج ہے۔

مولانا کرم الدین کے مقدمہ گورداسپور میں آپ کی گواہی ۱۵ دسمبر ۱۹۰۳ء کو قلم بند ہوئی، اس روز مرزا قادیانی بھی کمرۂ عدالت میں موجود اور اس کا بیان بھی قلم بند ہوا۔ رائے چندو لال مجسٹریٹ کی تبدیلی کے باعث نئے مجسٹریٹ لالہ آتما رام نے مقدمہ کی کارروائی از سرِ نو ۸ مئی ۱۹۰۴ء کو روزانہ سماعت کی بنیاد پر شروع کی تو قاضی تحصیل چکوال مولانا غلام محمد وغیرہ گواہان کے بیانات پھر قلمبند ہوئے اور ۲۵ تا ۲۸ جولائی کو آپ کی شہادت صفائی و جرح ہوئی (۱۴)۔

مولانا غلام محی الدین دیالوی (وفات ۱۹۴۴ء)

چکوال و جہلم اضلاع کی حدود پر واقع ضلع چکوال کے قصبہ سرگدھن سے کچھ ہی فاصلہ پر

ضلع جہلم کے گاؤں دیالی کے باشندہ اور وہیں کے غربی قبرستان میں الگ چار دیواری میں پختہ قبر واقع ہے۔ عالم، امام و نکاح خواں، طبیب حاذق، خطاط، مترجم، مصنف اور سراج الاخبار میں مضامین نیز تازہ مطبوعات پر تبصرے و تعارف شائع ہوا کرتے۔ مولانا کرم الدین دبیر کے عزیز دوست تھے، چنانچہ آپ کی وفات پر مولانا دبیر نے قطعہ تاریخ وصال فارسی میں نظم کیا اور ''ضیائے ملت و دین'' سے ہجری سال وفات ۱۳۶۳ھ اخراج کیا۔ تین اشعار پر مشتمل یہ قطعہ آپ کی قبر پر نصب کتبہ پر درج ہے اور ''گوجر خان کے سہروردی مشائخ'' کے مصنف ۱۳ اگست ۲۰۰۶ء کو قبر پر حاضر ہوئے اور اشعار نقل کر کے اس کتاب میں پیش کیے۔ مولانا کرم الدین دبیر کے مقدمہ گورداسپور میں آپ کی گواہی ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو عدالت نے سنی اور جیسا کہ گزر چکا، مولانا دبیر نے تازیانہ عبرت آپ کی تحریک و خواہش پر تالیف و شائع کی (۱۵) آپ کا متروکہ ذخیرہ کتب خانقاہ سلطانیہ کالا دیہہ نزد جہلم میں محفوظ ہے۔

مولانا احمد الدین پادشاہانی (وفات ۱۹۶۲ء)

موضع بھیں سے کچھ ہی فاصلہ پر واقع مشہور گاؤں پادشاہان میں پیدا ہوئے، وہیں وفات پائی اور قبر بنی۔ معمر وجید عالم، خطیب، طبیب، مصنف ''مرآۃ الواعظین'' نیز چشتی سیالوی صوفی تھے۔ جبکہ چکوال پریس کلب کے سرپرست اعلیٰ قاضی عبد اللطیف آپ کے پوتا تھے۔

مرزا اور اس کے افکار کے محاسبہ کے لیے اسلامیان ہند کا جو عظیم الشان اجتماع ۱۹۰۰ء میں بادشاہی مسجد لاہور میں ہوا، اس میں ۲۷ اگست کے آخری جلسہ میں سب سے آخر میں آپ نے خطاب فرمایا۔ نیز اجتماع کے نتیجہ میں جو متفقہ قرار دادیں منظور کی گئیں اس کے مسودہ پر وقت کی کمی کے باعث انسٹھ علماء نے دستخط کیے جن میں آپ کا نمبر تیس ہے (۱۶)

مولانا احمد الدین

۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد لاہور کے مذکورہ بالا اجتماع میں منظور کردہ قرار دادوں کے مسودہ پر دستخط کرنے والے علماء و مشائخ میں آپ کا نمبر ۵۷ پر نام درج ہے۔ جس کے ساتھ لکھا ہے کہ تحصیل چکوال کے مقام جواہر کے باشندہ ہیں (۱۷)۔

آپ کے حالات تک راقم کی رسائی نہیں ہو سکی اور نہ ہی گاؤں جواہر کا پتہ چل سکا۔ بعض

احباب نے راقم سطور کی رہنمائی کرتے ہوئے بتایا کہ جواھر سے مراد گاؤں جوئے عرف جویامیر ہے۔ چنانچہ آپ کے حالات کے حصول کی امید پر راقم سطور ۱۳ فروری ۲۰۱۵ء کو اس گاؤں پہنچا۔ جو چکوال شہر سے قصبہ تحصیل جانے والی سڑک پر چکوال سے سترہ کلومیٹر دور اور وزارت معدنیات کی طرف سے تیل تلاش کرنے والی مشینوں کی تنصیب کی وجہ سے مشہور ہے۔ گاؤں میں متعدد افراد سے ملاقات کی جن میں محمد شریف عمر تقریباً نوے (۹۰) برس شامل ہیں، اور تصدیق ہوئی کہ جوئے میں احمد الدین نام کے کوئی عالم نہیں تھے۔ واضح رہے بیسویں صدی کے نصف اول کے ضلع چکوال میں احمد الدین نامی آٹھ سے زائد علماء ہوئے۔

مولانا سید لعل شاہ

ضلع چکوال سے تعلق رکھنے والے متذکرہ بالا علماء نے سیالکوٹ اور جہلم و گورداسپور میں مرزا کا سامنا کیا یا بادشاہی مسجد لاہور کے تاریخی اجتماع میں شریک ہوئے۔ جبکہ جن علماء چکوال نے ضلع کی حدود کے اندر رہتے ہوئے مرزائیت کا بھرپور ردوتعاقب کیا ان میں اولین اہم نام مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی کا ہے۔ جن کے گھرانہ کی اس ضمن میں خدمات کا مختصر ذکر ''دوالمیال'' عنوان کے تحت درج ہے۔

مولانا فیض الحسن فیض (وفات ۱۹۲۸ء)

مولانا محمد حسن فیضی کے نامور فرزند جو بھیں میں پیدا ہوئے وہیں پر قبر واقع ہے۔ اپنے والد کی طرح حنفی عالم جلیل، عربی زبان کے شاعر، مدرسہ انجمن نعمانیہ لاہور میں استاذ اور مصنف و مترجم تھے (۱۸)

مولانا سید ظہور شاہ جلالپوری جن کا تعارف آگے آرہا ہے، انہوں نے ۱۹۱۲ء میں ''قہر یزدانی برسر دجال قادیانی'' تالیف کی جس میں ہندوستان بھر کے بکثرت علماء کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔ جن میں مولانا فیض الحسن فیض کے دستخط بھی شامل ہیں۔

مولانا نور احمد پسروری نقشبندی مجددی (وفات ۱۹۳۰ء) نے امرتسر میں ایک تنظیم انجمن حفظ المسلمین قائم کی، جس کا مقصد وحید مذاہب جدیدہ اور بالخصوص قادیانیت کے رد میں لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کرنا تھا (۱۹)۔ جس کی طرف سے مرزا کے پچیس دعاوی واقوال پر مبنی ایک

استفتاء ہندوستان بھر کے مختلف اسلامی مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام کو بھیجا گیا، چنانچہ متعدد مقامات کے علماء نے جواب میں شرعی حکم بیان کیا۔ جنہیں انجمن حفظ المسلمین امرتسر نے ''استنکاف المسلمین عن مخالطة المرزائیین'' نام سے غالباً ۱۳۳۹ھ کے آغاز میں کتابی صورت میں ۳۴ صفحات پر طبع کرا کے تقسیم کیا۔ اس کے ابتدائی سولہ صفحات پر مرزائی افکار کا تعارف ورد پیش کیا گیا اور آئندہ صفحات پر استفتاء اور اس کے جوابات درج ہیں۔ ان میں ضلع جہلم کی نمائندگی مولانا کرم الدین دبیر نے کی اور مفصل جواب لکھ بھیجا۔ مولانا دبیر کے جواب وفتویٰ پر یہاں سے دو علماء نے تصدیقی دستخط ثبت کیے، ایک مولانا نور حسین ساکن پادشاہان اور دوسرے مولانا فیض الحسن فیض (۲۰)۔

مولانا محمد حنیف (وفات ۱۹۴۴ء)

دوالمیال کے نواحی گاؤں تترال (۲۱)، علاقہ کہون (۲۲) میں مولانا حافظ محمد عبداللہ کریمی (وفات ۱۹۷۴ء) کے گھر ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے اور محض ۳۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ فاضل دارالعلوم دیوبند، مفسر، علاقہ کہون میں اہل سنت و جماعت کے نمایاں علماء میں شمار ہوتے تھے۔ مصنف ''تاریخ کہون'' کے بقول مرزائیت کے خلاف علمِ جہاد بلند رکھا۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ محمد امین (وفات ۱۹۹۳ء) بھی عالم جلیل تھے۔ یہ خاندان خانقاہ نقشبندیہ کریمیہ محلہ عید گاہ راولپنڈی سے وابستہ تھا (۲۳)

مولانا سید ظہور شاہ (وفات ۱۹۵۳ء)

ضلع گجرات کے شہر جلال پور جٹاں میں پیدا ہوئے، علاقہ چکوال کو ہجرت کی جہاں کے گاؤں منارہ میں وفات پائی وہیں قبر واقع ہے۔ عالم، حافظ، قاری، مرشد، مبلغ اور اپنے دور کے مشہور واعظ نیز شاعر و مصنف تھے۔ مرزا غلام کے افکار ودعاوی کے تعاقب میں دو اردو کتب تالیف کیں۔ ''ظہورِ صداقت در ردِ مرزائیت'' اور ''قہر یزدانی برسر دجال قادیانی''، آخر الذکر ''عقیدۃ ختم النبوۃ'' کی ساتویں جلد کے آخر میں مطبوع ہے۔ (۲۴)

مولانا قاضی محمد رضا کالسی (وفات ۱۹۵۱ء)

آج کے تین اضلاع جہلم، چکوال، راولپنڈی کے سنگم پر واقع اڈہ پیر پھلاہی سے تین

کلومیٹر فاصلہ پر تحصیل چکوال کے گاؤں کالس شیر خان میں پیدا ہوئے ۔ وہیں کے بڑے قبرستان کے پہلو میں واقع خاندانی احاطہ میں اپنے والد عالم جلیل وصوفی مولانا قاضی محمد حسن کالسی چشتی سیالوی (وفات ۱۹۲۶ء) کے قدموں میں قبر واقع ہے ۔ عالم جلیل، مقامی واحد مسجد کے امام، مدرس اور حکیم تھے ۔ آپ کے بعد شاگرد و داماد نیز ماموں زاد بھائی کے فرزند مولانا قاضی عبداللطیف نقشبندی (وفات ۱۹۹۶ء) جانشین ہوئے (۲۵)۔

کالس سے چار پانچ کلومیٹر فاصلہ پر بردیانہ، موہڑہ نوری اور ڈھوک کشمیریاں نامی گاؤں تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی کی حدود میں ہیں ۔ ڈھوک کشمیریاں کے تمام افراد مرزائی افکار و عقیدہ سے متاثر ہوئے اور مقامی باشندہ غلام ربانی ان کا سرغنہ ہوا۔ تب علاقہ کے مسلمانوں نے ان کا معاشرتی مقاطعہ کیا تو بات مناظرہ تک پہنچی ۔ چنانچہ بردیانہ کے مولانا عبدالواحد بن حافظ غلام محمد کی کوشش اور علاقہ میں مؤقر نقشبندی خانقاہ روپڑ کلاں کے سجادہ نشین خواجہ حافظ محمد عبدالرب (وفات ۱۹۴۳ء) کے تعاون و مدد سے گاؤں موہڑہ نوری میں ۲۴ تا ۲۵ جون ۱۹۳۸ء کو مناظرہ طے پایا۔ جس میں دیگر علماء کے علاوہ خطہ چکوال کے تین اہم علماء نے شرکت وخطاب کیا، مولانا قاضی محمد رضا کالسی ان میں سے ایک تھے ۔ اس مناظرہ کی روداد مولانا عبدالواحد کی خواہش پر موضع کالا نزد جہلم شہر کے شاعر میاں اللہ دتہ نے پنجابی نظم میں موزوں ومرتب کی جو ''فتح یزدانی بر گروہ قادیانی'' نام سے کتابی شکل میں مطبع مرکنٹائل الیکٹرک پریس راولپنڈی سے چھپی۔

مفتی عطا محمد رتوی (وفات ۱۹۵۷ء)

چکوال سے کلر کہار جانے والی سڑک پر بھون سے چند کلومیٹر دور موضع رتہ میں مولانا امام الدین کے گھر پیدا ہوئے ۔ وہیں پر مزار واقع اور عرس کا اہتمام ہے ۔ عالم جلیل، حافظ، مدرس، خطیب و مفتی، نقشبندی مرشد اور صاحب کرامات تھے ۔ مقامی علماء کے علاوہ بیربل، گھوٹہ، دہلی اور رامپور کے مدارس میں تعلیم پائی (۲۶)

۲۲ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو تترال کہون سے مرزائیت کے متعلق جو فتویٰ طلب کیا گیا اس پر آپ نے بھی تصدیقی دستخط ثبت کیے ۔ یہ فتویٰ ''درہ زاھد یہ برفرقہ احمدیہ'' میں درج جس کا مزید ذکر دوالمیال کے ضمن میں آرہا ہے۔

مولانا احمد الدین جسیالوی

تحصیل تلہ گنگ کے گاؤں جسیال کے باشندہ، عالم، چشتی میروی سلسلہ سے وابستہ، گاؤں میں مدرس وخطیب تھے ۔ شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی وزیر آبادی (وفات ۱۹۷۰ء) سے دوستانہ مراسم تھے (۲۷)

تترال کہون سے طلب کیے گئے مذکورہ بالا فتویٰ پر آپ کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔

مولانا عبدالرحیم چکوالوی (وفات ۱۹۶۷ء)

آپ چکوال شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں کے بڑے قبرستان میں پختہ قبر واقع ہے ۔ عالم و طبیب، نقشبندی صوفی، مرکزی مسجد ہسپتال روڈ چکوال کے امام وخطیب رہے ۔ پنجابی شاعری میں ایک مجموعہ ''تحفہ رحیمیہ'' آپ کی زندگی میں چھپا۔ شہر کے مشہور عالم وحکیم، حافظ محمد اسحٰق (وفات ۲۰۰۲ء) آپ کے فرزند اور کتاب دوست شخصیت صاحبزادہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن سیالوی (پیدائش ۱۹۵۶ء) آپ کے پوتا ہیں ۔ مولانا عبدالرحیم مناظرہ موہڑہ نوری میں تشریف لے گئے اور خطاب فرمایا (۲۸)۔

مولانا حافظ غلام احمد چشتی (وفات ۱۹۷۴ء)

ضلع سرگودھا کے موضع پنجہ اور مٹھ ٹوانہ کے قریب گاؤں بھنو میں پیدا ہوئے جبکہ پنجہ وطن تھا اور چوآسیدن شاہ میں وفات پائی، جہاں اہل خیر کے تعاون سے مسجد رحمانیہ کی تعمیر کرائی ۔ اسی میں مدرسہ قائم کیا، اس کے صحن میں مزار واقع اور ہر سال ۷ المحرم سے تین روزہ عرس کا اہتمام ہے ۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی اس کے دعاوی کا تعاقب اور اسلامی عقائد کا دفاع کرنے والے علماء ومشائخ کے سرتاج، چشتی سیالوی مرشد کبیر مولانا سید مہر علی شاہ گولڑوی سے بیعت کی اور پنجہ، ٹھٹھہ عمر ضلع جھنگ، گھوٹہ، گورمانی ضلع مظفر گڑھ، جامعہ بگویہ بھیرہ نیز دہلی میں علماء سے تعلیم پائی ۔ آپ عالم جلیل، حافظ، مربی، درویش منش اور سماجی خدمات میں بے مثل شخصیت تھے ۔ چک نمبر ۷۰ جنوبی ضلع سرگودھا، پھر چوآسیدن شاہ سے ملحق علاقہ جھنگڑ کے دور افتادہ گاؤں موھن، بعد ازاں جھنگڑ کے ہی مقام سلوئی اور آخر میں چوآسیدن شاہ کی مسجد رحمانیہ میں مجموعی طور پر ساٹھ سال کے لگ بھگ درس وتدریس کی خدمات انجام دیں ۔ اپنا گھر تک نہیں بنوایا۔ آپ

کے شاگردوں میں پنجاب کے اکابر علماء و حفاظ اور متعدد خانقاہوں کے سجادہ نشین شامل ہیں۔

مولانا حافظ غلام احمد چشتی عرف باوا جی سلوئی والے کا ایک مرزائی مربی سے مناظرہ ہوا۔ چنانچہ پاکستان کے نامور عالم و محقق، تفسیر کبیر جیسی ضخیم کتاب کے مترجم و مصنف کتب کثیرہ مولانا مفتی محمد خان قادری مقیم لاہور، جو آپ کے اہم شاگردوں میں سے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ مرزائی سے مناظرہ کا واقعہ میں نے خود استاذ گرامی کی زبان اقدس سے سنا، جس میں اپنے مرشد حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے روحانی تصرف کے طفیل مرزائی کو دلائل میں مات دی (۲۹)

مولانا محمد اسماعیل (وفات ۱۹۷۵ء تقریباً)

چکوال شہر سے مغربی جانب ملحق گاؤں اوڈھروال میں پیدا ہوئے اور وہیں کے گاؤں موہڑہ کور چشم ہجرت کی وہیں وفات پائی اور قبر بنی۔ عالم و حافظ، مدرس، مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال نیز ہندوستان کے مدارس میں تعلیم حاصل کی پھر قیام پاکستان تک مدرسہ اشاعت العلوم میں استاذ رہے۔ آپ کے بیٹے مولانا محمد اکرام الحق (پیدائش دسمبر ۱۹۲۷ء) آج 2015ء میں شہر کے معمر ترین عالم، استاذ العلماء، مفتی چکوال اور مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم میں پینسٹھ برس سے استاذ نیز مسجد خواجگان میں ساٹھ برس سے خطیب جمعہ ہیں۔ مناظرہ اہل اسلام با مرزائیاں در مقام موہڑہ نوری میں مولانا حافظ محمد اسماعیل بھی شریک اور بھرپور خطاب فرمایا (۳۰)

مولانا سید محمد ذاکر حسین شاہ (پیدائش ۱۹۳۴ء)

کلر کہار کے قریب گاؤں دھرکنہ میں پیدا ہوئے۔ عالم، مفسر، محدث، چشتی سیالوی صوفی، کثیر التصانیف، پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ سر سید کالج کٹاس نزد چوآسیدن شاہ میں پروفیسر نیز متعدد مدارس میں استاذ رہے۔ جامعۃ الزہراء اہل سنت راولپنڈی کے بانی و سرپرست ، قرآن مجید کی تفسیر نیز ترمذی شریف کی شرح لکھی۔ اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان کے رکن۔ سات ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی پاکستان نے ملکی آئین میں ترمیم کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ یہ مقصد ایک بڑی ملک گیر تحریک کے بعد حاصل ہوا۔ اس ضمن میں ۱۹۷۳ء میں راولپنڈی میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ منتظمین میں سے تھے۔ اور تحریک کے دوران قومی اسمبلی نے چھیالیس سوالات پر مشتمل سوالنامہ جاری کر کے علماء اہلسنت سے جوابات طلب

کیے تو علماء کا ایک بورڈ تشکیل دیا گیا اور جوابات کا اٹھانوے فی صد کام آپ نے انجام دیا۔ علاوہ ازیں سترہ جون ۱۹۷۴ء کو علماء کے نو رکنی وفد نے وزیر اوقاف مولانا کوثر نیازی (وفات ۱۹۹۴ء) سے ملاقات کی اور تحریک ختم نبوت کے گرفتار علماء کی رہائی اور مطالبات کی فوری منظوری کا مطالبہ کیا، مولانا سید ذاکر شاہ اس وفد کے رکن تھے۔ اس تحریک کے نتائج کے ضمن میں آپ کا ایک مضمون ''برصغیر کا پہلا اجماع امت'' ماہنامہ ''شمس الاسلام'' بھیرہ کے شمارہ مارچ اپریل ۱۹۷۵ء صفحہ ۳۹ تا ۴۵ پر شائع ہوا۔ (۳۱)

مولانا محمد ابوبکر چشتی (پیدائش ۱۹۵۱ء)

آپ کا گھرانہ تحصیل کلر کہار کے قصبہ بوچھال کلاں میں آباد لیکن آپ چنیوٹ شہر میں مقیم ہیں۔ علاقہ بھر میں اپنے دور کے مشہور خطیب واعظ ہیں۔ یورپ و مشرق وسطی کے متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کیے اور تقریباً ۱۹۷۰ء سے راولپنڈی میں خطیب ہیں۔ چکوال کے گردونواح میں تبلیغی خدمات نمایاں و معروف ہیں۔ جیسا کہ تحصیل چکوال کے موضع کھنوال میں سالانہ عرس پر خطاب قابل ذکر و اہم ہے۔ ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے اہل سنت کے مرکزی قائدین کے ہمراہ ردِ قادیانیت کے موضوع پر خطاب کر کے اہل اسلام بالخصوص عوام اہل سنت میں ایک جوش و جذبہ اور ولولہ پیدا فرمایا۔ ملک بھر کے مختلف حصوں میں قادیانیوں کے خلاف نکلنے والے ہر جلوس میں شریک ہو کر مختلف مقامات پر اپنے مخصوص انداز میں ردِ قادیانیت کے موضوع پر مدلل خطاب فرما کر تحریک میں شامل لوگوں کے دل و دماغ کو رسول اللہ ﷺ کی حرمت پر قربان ہونے کے لیے تیار کرتے۔ (۳۲)

مولانا گل محمد سیالوی (پیدائش ۱۹۶۰ء)

ضلع میانوالی کے گاؤں ناڑی میانہ میں پیدا ہوئے۔ عالم، استاذ العلماء، چشتی صوفی، مُبلّغ ، مصنف ہیں۔ واں بھچراں، مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال نیز لاہور کے مدارس میں تعلیم پائی۔ دو برس چکوال کے مذکورہ مدرسہ میں استاد رہے اور ۱۹۸۲ء سے تلہ گنگ میں مقیم ہیں۔ دار العلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ کے بانی و سرپرست ہیں اور شہر میں نیز قصبہ پچنند میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں میں فعال ہیں۔ نیز ایک اردو تصنیف ''قہر یزدانی بر سرِ دجال

قادیانی''، دسمبر ۲۰۱۳ء میں القمر لائبریری دار العلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ سے پہلی بار ایک سو تیس صفحات پر شائع ہوئی۔ جس پر راولپنڈی کے علامہ منیر عباس چشتی گولڑوی نے تقریظ لکھی اور مصنف کے فرزند صاحبزادہ ضیاء المصطفیٰ سیالوی خطیب موضع اکوال نے سبب تالیف قلم بند کیا۔

مولانا گل محمد سیالوی نے یہ کتاب تلہ گنگ کے ہی موضع پچنند کے سابق ناظم ملک عبدالرحمٰن اور گاؤں سگھر کے سید مبارک علی شاہ ولد پیر محمد شاہ کی تحریک وخواہش پر تالیف کی۔ جبکہ ڈھوک پٹھان علاقہ تلہ گنگ کے علامہ محمد ممتاز چشتی امام وخطیب اسلام آباد نے اشاعت کا اہتمام کیا (۳۳)۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت

مرزائی گروہ کی سرگرمیوں اور پرتشدد کارروائیوں کے نتیجہ میں جنم لینے والی اس ملک گیر و تاریخ ساز تحریک میں چکوال کے علماء وعوام نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس ضمن میں ایک روز مختلف اسلامی مکاتب فکر کا مشترکہ پرامن جلوس چکوال شہر میں رواں دواں تھا۔ پھر شہر کے مرکزی چوک میں تقاریر کا مرحلہ آیا جہاں پولیس کی بھاری تعداد اور دیگر حکام موجود ومستعد تھے۔ جنہوں نے شرکاء کی اعلیٰ قیادت کو گرفتار کر کے پولیس کے کئی ٹرک بھر لیے اور گاڑیوں کا یہ قافلہ تقریباً ایک سو کلومیٹر دور اس وقت کے ضلعی صدر مقام جہلم کی جیل کو روانہ ہوا۔

جب یہ گاڑیاں آدھی سے زائد مسافت طے کر چکیں تو نماز کی ادائیگی کے لیے روک دی گئیں۔ گرفتار شدہ علماء ومشائخ ودیگر عوامی قیادت نماز ادا کر رہے تھے کہ پولیس انہیں وہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ ان کے لیے اس ملک گیر تحریک کے آگے بند باندھنا ممکن نہ رہا تھا۔

اس موقع پر گرفتار کیے گئے سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے علماء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم کے ناظم اعلیٰ مولانا حافظ غلام ربانی (وفات ۱۹۹۴ء) مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ ہسپتال روڈ کے امام وخطیب مولانا حافظ حکیم محمد اسحاق (وفات ۲۰۰۲ء)، مسجد صدیقیہ محلہ قائد آباد کے مولانا حافظ محمد شفیع، مولانا مفتی محمد اکرام الحق، مسجد بخاری محلہ سرپاک کے امام وخطیب مولانا حافظ عبدالمالک (پیدائش ۱۹۳۷ء تقریباً) اور مسجد حیات النبی محلہ لائن پارک کے امام و خطیب مولانا حافظ عبدالحلیم نقشبندی کے علاوہ جمعیت علماء پاکستان کے عہدیداران اور دیگر مکاتب فکر کی نمایاں شخصیات شامل تھیں (۳۴)۔

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کا وفد

ضلع سرگودھا کا تاریخی شہر بھیرہ، چکوال سے زیادہ دور نہیں۔ جہاں پر ایک خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت پیر محمد شاہ چشتی سیالوی (وفات ۱۹۲۷ء) نے ۱۹۲۵ء میں دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی بنیاد رکھی (۳۵)۔ بعد ازاں ان کے فرزند مفسر قرآن کریم وسیرت نگار جسٹس مولانا پیر محمد کرم شاہ ازہری (وفات ۱۹۹۸ء) سجادہ نشین ہوئے تو دار العلوم کو مزید وسعت دی۔ اسی دوران ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت پیش آئی۔ تب ان کے فرزند وموجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ مولانا محمد امین الحسنات شاہ (پیدائش ۱۹۵۰ء) کی سرپرستی میں ایک تنظیم ''الفتح''، ضلع سرگودھا کی حدود اور اردگرد کے علاقوں میں تحریک کے مقاصد اجاگر کرنے میں فعال ہوئی (۳۶)۔ اس ضمن میں دار العلوم کے طلباء کے وفود مختلف علاقوں میں ارسال کیے گئے اور ایک چار رکنی وفد ضلع چکوال کے علاقہ کہون میں بھیجا گیا۔

طلباء کے اس وفد میں مولانا حافظ محمد خان چشتی، مولانا محمد شفیع مگھالوی، مولانا محمد عبدالباری، مولانا امداد حسین پیرزادہ شامل تھے۔ جنہوں نے خطہ کہون کے تمام دیہاتوں میں ختم نبوت کے موضوع پر جلسوں میں خطاب کیا اور اس سلسلہ کا آخری اجتماع دوالمیال میں منعقد کیا۔

اس وفد میں شامل مولانا حافظ محمد خان چشتی ۱۹۴۹ء کو کہون کے ہی گاؤں خیر پور میں پیدا ہوئے۔ چکوال شہر سے میٹرک کے بعد سلوئی کے مدرسہ مولانا حافظ غلام احمد چشتی میں حفظ قرآن کریم کیا۔ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی پھر دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے شرعی علوم کی تکمیل کی اور اسلامی قوانین میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے ڈپلومہ کیا۔ خانقاہ چشتیہ گولڑہ میں حضرت سید غلام محی الدین گیلانی عرف بابوجی (وفات ۱۹۷۴ء) سے بیعت کی اور استاد گرامی مولانا پیر محمد کرم شاہ ازہری کے حکم پر ۱۹۷۷ء سے سیالکوٹ میں تدریس وتبلیغ شروع کی۔ تب سے وہیں مشغول اور جامعہ الفاروق سیالکوٹ کے بانی وپرنسپل ہیں (۳۷)۔

اور وفد کے دوسرے رکن مولانا محمد شفیع بھی علاقہ کہون کے گاؤں مگھال سے تعلق رکھتے ہیں۔ جبکہ مولانا محمد عبدالباری کا وطن ضلع جہلم اور ان دنوں بیرون ملک تبلیغی خدمات پر مامور ہیں اور وفد کے چوتھے رکن مولانا امداد حسین پیرزادہ ضلع جھنگ کے مقام بلوآنہ میں پیدا ہوئے۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ سے تکمیل کے بعد نوری مسجد متصل ریلوے سٹیشن لاہور میں خطیب رہے۔ پھر برطانیہ بھیجے گئے جہاں عظیم درس گاہ جامعہ الکرم قائم کی اور تا حال اس کے پرنسپل ہیں۔ مولانا

پیر محمد کرم شاہ ازہری کے اہم شاگرد و خلفاء میں سے ہیں۔ تصانیف میں تفسیر قرآن کریم ''امدادالکرم'' شامل ہے(۳۸)۔

مدرسہ اسلامیہ غوثیہ چکوال

اس مدرسہ کی بنیاد مولانا مفتی سید محمد زبیر شاہ (وفات ۱۹۹۸ء) نے رکھی اور وہی اس کے صدر مدرس و روح رواں تھے۔ جو ضلع اٹک کے مقام لنگر میں پیدا ہوئے، راولپنڈی کے ایک اسپتال میں وفات پائی اور لنگر میں مزار بنا جہاں ہر سال چار پانچ محرم کو عرس کا اہتمام ہے۔ مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال اور پھر جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور (اب فیصل آباد) میں محدث پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری (وفات ۱۹۶۲ء) سے تعلیم مکمل کی نیز اجازت وخلافت پائی۔ ۱۹۷۰ء میں مدرسہ اسلامیہ غوثیہ چکوال قائم کیا جس سے دور دراز کے تشنگان علم سیراب ہوئے۔

مولانا سید محمد زبیر شاہ ہر برس شعبان المعظم کے آخری عشرہ سے رمضان المعظم کے جمعۃ الوداع تک دورۂ تفسیر القرآن پڑھاتے تھے جس میں ملک کے مختلف گوشوں سے علماء و طلباء، وکلاء، دانشور، صحافی و ادیب، ڈاکٹرز اور انجینئرز غرض یہ کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات شامل ہوتے تھے(۳۹)۔ اس میں ایک روز ختم نبوت ورد قادیانیت کے دلائل بیان کرنے کے لیے مختص تھا۔ یہ سلسلہ وفات تک ۳۵ برس جاری رہا۔(۴۰)

بعد ازاں آپ کے فرزند مولانا سید ریاض الحسن شاہ (پیدائش ۱۹۶۱ء) مدرسہ کے سرپرست ہوئے تو ۲۰۱۴ء میں مدرسہ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں سابق قادیانی اور انجمن طلبہ اسلام لاہور کے کارکن عرفان محمود برق نے خطاب کیا۔

اس مدرسہ کے زیر انتظام نواحی قصبہ بلکسر کے بیرون سنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر کے سنگ بنیاد کی مناسبت سے ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو وہاں تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام مولانا سید محمد زبیر شاہ کے بھائی مولانا سید محمد انور شاہ کی زیر صدارت اور مولانا سید ریاض الحسن شاہ کی نگرانی میں کیا گیا۔ اس موقع پر خطاب کے لیے مقامی علماء کے علاوہ پنجاب کے دیگر اکابر علماء محدث پاکستان مولانا محمد سردار احمد لائلپوری کے فرزند مولانا صاحبزادہ محمد فضل کریم (وفات ۲۰۱۳ء)، پیر طریقت مولانا محمد عتیق الرحمٰن فیض پوری، مولانا صاحبزادہ محمد عمر فیض خطیب راولپنڈی مدعو کیے گئے۔

مدرسہ اسلامیہ غوثیہ کی طرف سے اس کے بانی مولانا سید محمد زبیر شاہ کی یاد میں اردو

ماہنامہ ''شیخ الحدیث'' نام سے جاری کیا گیا۔ جس میں اس موضوع پر آپ کے دو فرزندان کے مضامین، صدر مدرس مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے قلم سے بعنوان ''عقیدہ ختم نبوت ﷺ''(۴۱) اور مدرس مولانا سید مراتب علی شاہ (پیدائش ۱۹۷۲ء) کا قلمبند کردہ ''ختم نبوت اور قادیانی دجال''(۴۲) پیش نظر ہیں۔

انجمن طلبہ اسلام چکوال

انجمن طلبہ اسلام پاکستان کا تاسیسی اجلاس ۱۹، ۲۰ جنوری ۱۹۶۸ء کو کراچی میں ہوا(۴۳)۔ جبکہ چکوال ضلع جہلم میں انجمن طلبہ اسلام کا قیام یکم ستمبر ۱۹۷۱ء کو عمل میں آیا۔ انجمن کے مرکزی قائدین اور امجد علی چشتی ولد لطیف احمد چشتی ساکن کامونکی، محمد اقبال اظہری اور ہدایت اللہ مجاہد نے اس شاخ کے محرکین کا کردار ادا کیا۔

چکوال شاخ کے بانیان غلام مصطفےٰ عابد، ملک خلیل الحق قادری اور خان افتخار حسین تھے۔ شاخ کے پہلے ناظم ملک خلیل الحق قادری اور جنرل سیکرٹری غلام مصطفےٰ عابد مقرر ہوئے۔ ان کے بعد غلام مصطفےٰ عابد ناظم اور خلیل الحق قادری جنرل سیکرٹری بنے۔ دیگر ابتدائی عہدیداران اور کارکنان میں ملک عدالت علی، قاضی غلام شیریں، محمد جہانگیر، محمد اسلم، محمد حنیف گوندل، خالد مسعود اعوان، عبداللہ قمر اور عبدالرحیم کے نام ہیں۔ چکوال کا پہلا دفتر ہسپتال روڈ پر کرائے کی جگہ پر قائم ہوا۔ ستمبر ۱۹۷۴ء میں لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا(۴۴)۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران انجمن کے راہنماؤں کے خلاف چکوال اور دیگر شہروں میں ختم نبوت کے موضوع پر تقاریر کرنے کی بنا پر مقدمات درج کیے گئے۔ لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ نے ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست کی سماعت کی(۴۵)۔

انجمن طلبہ اسلام کی چکوال شاخ کے جن رہنماؤں نے قادیانیت کے رد و تعاقب میں نمایاں کردار ادا کیا ان میں اولین اہم نام حاجی غلام مصطفےٰ عابد کا ہے۔ جو شہر کے محلہ سر پاک میں ایک مذہبی گھرانہ کے فرد تھے۔ بعد ازاں پیشہ کے لحاظ سے بینک مینیجر ہوئے، نیز اپنے والد حاجی اللہ داد خان ولد حاجی غلام غوث کی وفات کے بعد محلّہ کی مسجد خلیفہ کے متولی و منتظم کی ذمہ داری نبھائی۔ آئندہ دنوں میں تحریک منہاج القرآن سے وابستہ رہے۔ جس دوران تحریک کے بانی ڈاکٹر

مولانا طاہر القادری (پیدائش ۱۹۵۱ء) آپ کے گھر تشریف لائے (۴۶)۔ حاجی غلام مصطفےٰ عابد نے سینتیس سال کی عمر میں گاڑی حادثہ میں بروز جمعرات ۲۵ مارچ ۱۹۹۰ء کو وفات پائی اور اسی مسجد کے احاطہ میں اپنے والد کے پہلو میں قبر بنی۔ باپ بیٹا دونوں کی قبوروں کی الواح پر یہ شعر کندہ ہے:

آئے تھے مثل بلبل سیر گلشن کر چلے
سنبھال مالی باغ اپنا ہم مسافر گھر چلے

ڈاکٹر محمد طاہر القادری تعزیت کے لیے آپ کے گھر آئے۔ (۴۶)

حاجی غلام مصطفےٰ عابد تصنیف و اشاعت کی اہمیت و ضرورت سے آگاہ تھے۔ چنانچہ ایک کتابچہ ''حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنوں اور غیروں کی نظر میں'' تالیف کیا جو ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں انجمن طلبائے اسلام چکوال کے ناظم اعلیٰ کے طور پر آپ نے ۲۴ صفحات پر طبع کرا کے بلا معاوضہ تقسیم کیا۔

۱۹۷۶ء میں ہی لسانی تعصبات کے خلاف مظاہرہ کرنے پر گورنمنٹ کالج چکوال کی طلبہ یونین کے صدر اور انجمن کے راہنما محمد جاوید ہاشمی تین روز اور مقامی ناظم غلام مصطفےٰ سات روز گرفتار رہے (۴۷)۔

۱۹۷۳ء میں جنم لینے والی تحریک ختم نبوت کی مناسبت سے انجمن نے اگلے چند برس ملک بھر سے ردِ قادیانیت پر مختلف انواع کا مواد طبع کرا کے تقسیم کیا (۴۸)۔ اس ضمن میں انجمن کی لاہور شاخ کے بانی رکن اور پہلے ناظم پنجاب پروفیسر محمد طفیل سالک کے تحریر کردہ تین کتابچے اہم ہیں، جو سرکاری ملازم تھے۔ چنانچہ شجاع آباد ملتان کے مولانا خدا بخش اظہر (وفات ۲۰۰۱ء) کے فرزند محمد اقبال اظہری جو ۱۹۷۵ء۔۱۹۷۶ء تک انجمن کے مرکزی صدر رہے اور ان دنوں جمعیت علماء پاکستان میں ہیں۔ یہ تینوں کتابچے ان کے نام سے طبع کرا کے ملک بھر میں چالیس ہزار کی تعداد میں شائع کیے گئے۔ جن کے عنوان یہ ہیں۔

۱۔ قادیانی کفریات، صفحات ۱۶
۲۔ مرزا قادیانی کی کہانی
۳۔ قادیانی مسئلہ (۴۹)

چکوال شاخ کے ناظم غلام مصطفےٰ عابد نے بھی ستمبر ۱۹۷۵ء اور جولائی ۱۹۷۶ء میں ختم

نبوت کے عنوان پر کتابچے شائع کرائے (۵۰)۔ ایڈووکیٹ چوہدری محمد شہزاد کے بقول یہ وہی کتابچے تھے جو قبل ازیں انجمن کے مرکزی صدر محمد اقبال اظہری کے نام سے دیگر مقامات سے شائع کیے گئے تھے۔

انجمن کی چکوال شاخ سے وابستہ اور مرزائیت کے رد و تعاقب میں حصہ لینے والی دوسری اہم شخصیت الحاج ملک خلیل الحق نقشبندی قادری ہیں۔ جو مقامی شاخ کے بانی رکن نیز غلام مصطفےٰ عابد کے عزیز دوست و ساتھی تھے لیکن انہوں نے مرزائیت کا تعاقب چکوال کی بجائے دارالحکومت اسلام آباد میں کیا۔

ملک خلیل الحق قادری ۱۷ مئی ۱۹۵۵ء کو چکوال شہر میں پیدا ہوئے اور انجمن طلبہ اسلام کا جو ملک گیر اجتماع اشرف المدارس اوکاڑہ میں منعقد ہوا اس میں خلیل الحق، غلام مصطفےٰ، خان افتخار حسین نے شرکت کی۔ ادھر چکوال کے چھپڑ بازار میں انجمن کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی راہنما مولانا عبدالستار خان نیازی (وفات ۲۰۰۱ء) نے خطاب کیا، اس تاریخی جلسہ کی نقابت خلیل الحق قادری نے کی۔

۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ملک خلیل الحق قادری بسلسلہ سرکاری ملازمت اسلام آباد میں مقیم تھے اور مرکزی میلاد کمیٹی اسلام آباد کے نائب صدر نیز انجمن نوجوانانِ اہل سنت اسلام آباد کے جنرل سیکرٹری تھے۔ تب ان تنظیموں نے عوامی شعور بیدار کرنے کے لیے مساجد میں قادیانی افکار و معتقدات کے بیان و تردید پر جلسے منعقد کرنے شروع کیے اور پورے اسلام آباد کی مساجد تک پہنچے۔ جلسہ کے منتظمین و مقررین کا اپنے گھروں کو واپس لوٹنا محال ہو گیا کہ پولیس گرفتاری کے لیے تاک میں رہتی۔ چنانچہ تحریک کے یہ راہنما دوسرے مقامات پر رات بسر کرتے اور اگلی شام کسی اور مسجد میں خطاب کے لیے پہنچ جاتے۔ ایک روز طے پایا کہ اسلام آباد شہر کی حدود زیرو پوائنٹ سے پیدل جلوس لے کر اسمبلی ہال کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا جائے گا تا کہ حکومت جلد از جلد قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے۔ ان دنوں قومی اسمبلی کا اجلاس سٹیٹ بینک کی عمارت میں منعقد ہوتا تھا۔ چنانچہ ان تنظیموں اور دیگر عوام پر مشتمل ہزاروں کا جلوس کئی کلومیٹر کا سفر طے کر کے اس عمارت کے قریب جا پہنچا۔ جہاں پولیس نے آگے جانے سے روک لیا۔ تب جلوس کے شرکاء نماز عصر ادا کرنے لگے تو پولیس نے ہوائی فائرنگ شروع

کردی۔ نماز کے بعد شرکاء نے جواباً بھرپور پتھراؤ کیا، یوں پورا دارالحکومت بیدار سڑکوں پر تھا۔ ادھر اسمبلی ہال میں مرزائیت پر بحث جاری اور وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو اس لمحہ اجلاس میں موجود تھے۔ ملک خلیل الحق قادری اس تاریخی جلوس کے نوجوان و سرگرم قائدین میں سے تھے۔

ملک خلیل الحق قادری ۲۰۱۵ء میں چکوال میں آبائی گھر میں مقیم اور خرابی صحت کے باوجود دہشت گردی و بارود آلود فضا کا توازن درست کرنے میں فعال ہیں۔ چنانچہ درود وسلام کی ترغیب وتشویق کے لیے ایک تنظیم ''بزم نور'' قائم کی، جس کے تحت ہر ماہ کی پہلی جمعرات کو محفل نور کا اہتمام ہے۔ نیز ایک چار صفحات کا پمفلٹ ''درود وسلام و نعت خوانی، قرآن حکیم کی روشنی میں'' مرتب کر کے اعلیٰ کاغذ و رنگین کتابت سے آراستہ، مکتبہ غوثیہ مہریہ چکوال سے شائع کرایا۔ نیز اس غرض سے سٹکر طبع کرائے اور پروفیسر زاہد الحسن فریدی پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج تلہ گنگ مدفون علی پور سیداں سیالکوٹ کی تحریر مرتب کر کے ''روبرو سلام بر سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم'' نام سے بائیس صفحات کے جیبی سائز کے کتابچہ میں شائع و تقسیم کی۔ (۵۱)۔

چکوال میں چوہدری محمد شہزاد کا گھرانہ انجمن کا مقامی طور پر سرپرست ومعاون رہا ہے۔ چکوال کے ہی مشہور قصبہ بلکسر کے قریب گاؤں ماڑی کے باشندہ چوہدری آزاد خان نے اندرون اسپتال روڈ چکوال میں واقع اپنی زمین پر بطور خاص عمارت تعمیر کرا کے ۱۹۸۵ء میں انجمن طلبہ اسلام کے سپرد کی جو اُن کی وفات ۳ دسمبر ۲۰۰۴ء تک انجمن کا دفتر و سرگرمیوں کا مرکز رہی۔ بعد ازاں ان کے فرزند وانجمن کے کارکن چوہدری محمد شہزاد (پیدائش مارچ ۱۹۶۳ء) نے بھی والد گرامی کے اس کارِ خیر کو جاری رکھا اور ۲۰۱۴ء میں نئی تعمیرات کا مرحلہ آیا تو انجمن کو دفتر کے لیے متبادل جگہ فراہم کی۔ چوہدری محمد شہزاد ان دنوں ہائی کورٹ وشریعت کورٹ کے ایڈووکیٹ اور چکوال بار کے رکن ہیں۔

چوہدری شہزاد کے مرزائیت سے متعلق اعمال میں سے ہے کہ مدرسہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں معروف عالم مولانا سید محمد زبیر شاہ کے دورۂ تفسیر قرآن کریم کو ملک گیر شہرت حاصل تھی۔ چوہدری شہزاد اس کے حلقات میں حاضر ہوتے رہے اور اس دوران نجی مجالس میں عقیدہ ختم نبوت پر مبنی ان کے دروس و گفتگو کو قلمبند کیا جس کا قلمی نسخہ محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں ۱۹۹۷ء میں مسلمانان دوالمیال اور مقامی مرزائیوں کے درمیان مسجد کے تنازعہ پر مقدمہ قائم ہوا تو چوہدری شہزاد مسلمانوں کی طرف سے چکوال کی عدالت میں بطور وکیل پیش ہوتے رہے۔ اور سنی رضوی

مسجد بلکسر میں ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو ''تاجدار ختم نبوت کانفرنس'' منعقد ہوئی تو اس کے انعقاد کا اہتمام وانتظام کرنے والی کمیٹی کے سرگرم رکن تھے (۵۲)۔

انجمن طلبہ اسلام سے وابستہ رہنے والے جن اہلیانِ چکوال نے زمانہ طالب علمی کے دوران یا بعد ازاں کسی بھی پہلو سے مرزائیت کے رد و تعاقب میں حصہ لیا ان میں ایک اور اہم نام محقق و مقرر علامہ محمد نوید حیدری کا ہے جو ۱۳ فروری ۱۹۷۶ء کو یہاں کے گاؤں تھوہا بہادر میں پیدا ہوئے اور انجمن کے مرکزی نائب صدر نیز صوبہ پنجاب کے ناظم رہے۔ ان دنوں المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی (۵۳) کی چکوال شاخ کے صدر نیز ملک کے مشہور نعت خوان خالد حسنین خالد کے ساتھ مل کر چوآ چوک چکوال کے قریب مسجد ومدرسہ المصطفیٰ تعمیر کرائے جو انہی کی نگرانی میں فعال ہیں۔

علامہ محمد نوید حیدری کی رد مرزائیت بارے خدمات میں سے ہے کہ موضع وریامال میں مولانا حافظ محمد عبدالرزاق کو ۲۰۰۵ء میں مقدمات کا سامنا کرنا پڑا تو مرزائیت سے متعلق مواد فراہم کرنے میں ان کی اعانت کی اور پاکستان کے دیگر مقامات کے علماء اہل سنت سے راہنمائی لی۔ علاوہ ازیں علاقہ میں مرزائیت کے اہم مرکز موضع دوالمیال کی مسجد سید لعل شاہ میں پانچ سے زائد بار ختم نبوت کے موضوع پر خطاب کیا۔ نیز دوسرے مرکز قصبہ بھَون میں انجمن محبانِ اہل بیت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی سالانہ محفل میلاد و نعت میں گزشتہ چھ برس سے اسی موضوع پر خطاب جاری ہے (۵۴)۔

آخر میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسلام کو سلامتی و بھلائی کا دین تسلیم کرنے اور انہی خطوط پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے والی تنظیم ''انجمن طلبہ اسلام'' ان دنوں دہشت گردوں کی زد میں ہے۔ چنانچہ ۲۷ مارچ ۲۰۱۲ء کو پی سی ہوٹل چکوال میں ''نظریہ پاکستان طلباء کانفرنس'' منعقد کی گئی۔ کانفرنس شروع ہونے سے قبل چیکنگ کے دوران کانفرنس کی عقب گاہ سے بم اور خودکش جیکٹ برآمد ہوئی جس کی بروقت برآمدگی کے باعث انجمن کا پروگرام کسی بڑے حادثے سے محفوظ رہا۔ کانفرنس سے صدر انجمن اور دیگر راہنماؤں نے خطاب کیا (۵۵)۔

مباہلہ ۱۹۸۸ء

مرزائی جماعت کے چوتھے پیشوا مرزا طاہر احمد نے جون ۱۹۸۸ء کو لندن سے پوری امت

مسلمہ کو مباہلہ کا چیلنج دیا اور اس غرض سے کتابچہ ''مباہلہ کا کھلا چیلنج'' تقسیم کرایا۔ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ادارہ منہاج القرآن (۵۶) کے زیر اہتمام وڈاکٹر مولانا محمد طاہر القادری کی زیر سرپرستی گیارہ وبارہ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۸ء کی درمیانی رات کو مینار پاکستان لاہور کے زیر سایہ ''ختم نبوت کانفرنس'' منعقد کی گئی۔ جس میں مختلف اسلامی مکاتب فکر کے علماء و مشائخ اور عوام پر مشتمل لاکھوں فرزندان توحید، مرزا طاہر یا اس کے نمائندوں سے مباہلہ کے لیے رات بھر میدان میں موجود رہے۔ ضلع چکوال کے عوام وخواص نے بھی اس میں بھرپور شرکت کی، جن میں سے چند نام معلوم ہو سکے جو یہ ہیں۔ مولانا عبداللہ چشتی مرحوم چکوال، مولانا محمد عرفان چشتی چکوال، صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن سیالوی اور ایڈووکیٹ چوہدری محمد شہزاد، ادھر دوالمیال کے مولانا سید محمد منیر شاہ مشہدی نے یہ چیلنج تحریری طور پر قبول کیا، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

بزم کاروانِ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تلہ گنگ

حافظ صابر ایوب نقشبندی جو ۱۲ جون ۱۹۷۶ء کو تحصیل تلہ گنگ کے گاؤں کھوئیاں میں پیدا ہوئے وہیں پر مدرسہ قائم و جاری کیا۔ نیز تلہ گنگ شہر میں بچیوں کے لیے جامعہ صدیقیہ تجوید القرآن کے بانی وسرپرست اور جامعہ رحمانیہ نوریہ برائے طلباء کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ بزم کاروان عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حافظ صابر نقشبندی نے قائم کی۔ جس کے تحت ۱۹ ستمبر ۲۰۱۳ء کو پہلی ''تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس'' منعقد ہوئی۔ جس میں مقامی علماء کے علاوہ کتاب ''قادیانیت کا پوسٹ مارٹم'' کے مصنف مفتی محمد حنیف قریشی سربراہ شباب اسلامی پاکستان راولپنڈی نے خطاب کیا اور علاقہ کی معروف نقشبندی خانقاہ کوٹ گلہ (۵۷) کے سجادہ نشین سید باقر علی شاہ نے صدارت کی۔

علامہ عامر علی سلطانی کے زیر اہتمام تحصیل کلر کہار کے مقام نور پور سے شائع (۵۸) ہونے والے ماہنامہ ''المصطفےٰ'' میں اس کانفرنس کے رنگین اشتہار کو نمایاں جگہ دی گئی (۵۹) جبکہ چند ماہ قبل اس رسالہ میں کھاریاں ضلع گجرات کے علامہ محمد نجم صفدر کا مضمون ''قادیانیت'' پیش کیا گیا تھا (۶۰)۔

اس کی دوسری سالانہ کانفرنس ۲۰۱۴ء میں منعقد ہوئی۔ علاوہ ازیں سابق قادیانی عرفان محمود برق کی ۳۷۶ صفحات پر مشتمل کتاب ''قادیانیت، اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں'' نیز

۱۵۲ صفحات پر مشتمل مفتی محمد حنیف قریشی کی ''قادیانیت کا پوسٹ مارٹم'' مختلف اوقات میں تلہ گنگ میں اس بزم کی طرف سے مفت تقسیم کی گئیں۔

یہاں تلہ گنگ سے بارہ کلومیٹر دور گاؤں جھاٹلہ (۶۱) کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے جو چند برس قبل پیش آیا اور پچنند کے مرزائی گھرانہ نے جھاٹلہ کے مسلمانوں میں شادی رچانے کی سازش و کوشش کی۔ ان دنوں لاہور کے مفتی محمد سلیم الرضا نوری، جھاٹلہ میں خطیب تھے۔ انہوں نے یہ معاملہ اٹھایا جس پر حافظ صابر نقشبندی اور نواحی خانقاہ چوکھنڈی کے سجادہ نشین وخطیب تلہ گنگ مولانا سلطان شمس العارفین قادری بھی آگے بڑھے اور مرزائی معتقدات کو عوام پر بے نقاب کیا۔ نتیجتاً پچنند کے مرزائی ناکام ہوئے۔ یہ معاملہ اخبارات اور کمپیوٹر انٹرنیٹ کے صفحات پر آیا۔ (۶۲)

مولانا محمد حفیظ الرحمٰن غزالی (پیدائش ۱۹۶۶ء)

آپ کا تعلق چکوال شہر کے ایسے علمی گھرانہ سے ہے، جو چار نسلوں سے دین حنیف کی خدمت میں نمایاں ہے۔ ان کے جد امجد مولانا عبدالرحیم کا ذکر گزر چکا جو موہڑہ نوری کے مرزائیوں سے مناظرہ میں شریک تھے اور مولانا غزالی کے والد مولانا حافظ حکیم محمد اسحاق امام وخطیب مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ کے ہاتھ پر چکوال کے ایک مرزائی گھرانہ نے اسلام قبول کیا اور مولانا محمد اسحاق کے فرزند اکبر مولانا صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن سیالوی کی اس ضمن میں خدمت کا ذکر اس مضمون کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

جبکہ منجھلے فرزند مولانا حفیظ الرحمٰن، عالم وحافظ اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے تکمیل علوم کے بعد جامعہ ازہر قاہرہ سے دعوت وارشاد، امامت وخطابت کا تین ماہ کا تربیتی کورس کیا۔ پھر ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۳ء تک میرپور آزاد کشمیر کے دارالعلوم گلزار حبیب کے ناظم تعلیمات و وائس پرنسپل رہے اور ۲۰۰۳ء سے تاحال برطانیہ کے شہر برٹن آن ٹرینٹ کی مسجد حنفیہ غوثیہ میں امام وخطیب ومدرس ہیں۔

میرپور میں مرزائی گروہ موجود ہے، چنانچہ وہاں قیام کے دوران مختلف اوقات میں ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام وخطاب کیا۔ نیز دارالعلوم کی عمارت میں ایک مرزائی مربی کے ساتھ تین گھنٹوں کی ایک نشست ہوئی۔ جس میں حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور مرزا غلام کے دعویٰ مسیح موعود پر گفتگو ہوئی۔ تبادلہ دلائل کا یہ طویل سلسلہ ابھی جاری تھا کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا اور مربی نے

مصروفیات کا بہانہ تراش کر راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔

آستانہ عالیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر کی روحانی خانقاہ کے روح رواں حضرت قبلہ پیر محمد علاء الدین صدیقی نے برمنگھم برطانیہ سے ایک ٹیلی ویژن چینل ''نور'' نام سے شروع کیا۔ اس چینل کے ابتدائی مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ قادیانیوں کے چینل کا جواب ٹیلی ویژن چینل ہی ہوسکتا ہے۔ لہذا اس پر اردو اور انگریزی زبانوں میں مختلف دینی وملی پروگرام شروع کیے گئے نور چینل پر پوٹھوہاری زبان میں ''گلاں پیار دیاں'' نام سے ہفتہ وار پروگرام پیش کرنا طے پایا تو اس کے میزبان مولانا حفیظ الرحمٰن قرار پائے۔ جنہوں نے ۲۴ اپریل ۲۰۰۸ء کو اس کا پہلا پروگرام پیش کیا۔ کچھ عرصہ بعد مرزائیوں نے براہِ راست فون کر کے اپنی شرارتوں کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ مولانا حفیظ الرحمٰن نے پروگرام کے نام کے تناظر میں دھیمے لہجہ میں احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔

بعد ازاں نور چینل پر اردو پروگرام ''انوار شریعت'' نام سے بطور میزبان شروع کیا جس میں بطور مہمان گفتگو کے لیے علامہ عبدالغفور الوری اور علامہ محمد دین سیالوی کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس ہفتہ وار پروگرام میں ناظرین کو فون پر براہِ راست ہمہ جہات سوالات کی سہولت دی گئی تھی۔ آہستہ آہستہ قادیانیوں نے اس پروگرام کو اپنا ہدف بنالیا اور مرزا کی جھوٹی نبوت کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن مولانا حفیظ الرحمٰن کے مزید تشریحی سوالات کی روشنی میں مذکورہ علماء نے اسلامی عقائد کی خوب وضاحت اور دفاع کیا۔

کچھ عرصہ بعد آستانہ عالیہ حضرت سلطان باہو کے چشم و چراغ حضرت پیر سلطان فیاض الحسن قادری کی زیرِ نگرانی لندن سے ''تکبیر'' ٹیلی ویژن چینل کا آغاز ہوا۔ جس پر ایک ہفتہ وار پروگرام ''تفہیم المسائل'' شروع کیا گیا تو مولانا حفیظ الرحمٰن غزالی کو میزبان اور علامہ محمد دین سیالوی کو مہمان کے طور پر لیا گیا۔ دو گھنٹے دورانیہ کا یہ پروگرام عصرِ حاضر کے پیش آمدہ دینی مسائل کے متعلق تھا۔

مگر ۲۹ مئی ۲۰۱۰ء کو اس پروگرام نے نئی کروٹ لی، کیونکہ اس روز قادیانیوں نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ یہیں سے یہ پروگرام ختم نبوت کے حوالہ سے ایک معرکۃ الآراء آوازِ حق کے طور پر ابھرا اور پھر ''ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان'' کی شکل اختیار کر گیا اور نہ صرف برطانیہ

بلکہ یورپ کے دیگر ممالک سے بھی قادیانیوں نے اس پروگرام پر تیراندازی شروع کر دی۔ اس پر میزبان مولانا حفیظ الرحمٰن و مہمان علامہ محمد دین سیالوی نے بھی مرزائیوں کو اسی لب ولہجہ میں مسکت جوابات دیئے۔ حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ قادیانیوں کے موجودہ پیشوا مرزا مسرور احمد (پیدائش ۱۹۵۰ء) نے مرزائی ٹیلی ویژن چینل MTV پر یہ بات براہِ راست اپنے ماننے والوں سے کہی کہ تکبیر چینل پر ''تفہیم المسائل'' کے نام سے جو پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوتا ہے اسے مت دیکھا کرو۔ نیز اس پروگرام میں فون بھی نہ کیا کرو۔ کیونکہ پروگرام کرنے والے بڑے ہی شاطر لوگ ہیں، وہ آپ لوگوں کو سادگی کی وجہ سے بہکا دیتے ہیں۔

تکبیر چینل کے اس پروگرام کی دھوم چہار دانگ عالم میں مچ گئی اور کئی قادیانی گھرانوں نے اپنے بچوں سمیت براہِ راست ٹیلی فون پر مرزائیت سے توبہ کر کے سرکار مدینہ ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے زیب گلو کیا اور پروگرام کے میزبان مولانا محمد حفیظ الرحمٰن اپنے مہمان مولانا محمد دین سیالوی سے گزارش کرتے کہ وہ ان نو مسلموں کو کلمہ پڑھانے کی سعادت حاصل کریں۔ البتہ ۲۹ جنوری ۲۰۱۱ء کو اٹلی سے ایک شہناز نامی خاتون کو مولانا حفیظ الرحمٰن نے قادیانیت سے توبہ اور حلقہ بگوش اسلام کرنے کی سعادت پائی۔

۲۶ مارچ ۲۰۱۱ء کے دن مرزائیت کے ایک پرانے مربی شمشاد قمر نے فرینکفرٹ جرمنی سے پروگرام تفہیم المسائل میں براہِ راست فون کر کے مولانا حفیظ الرحمٰن سے روتے ہوئے کہا:

''آپ چونکہ حافظ قرآن ہیں، آپ مجھے کلمہ شریف پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کریں۔ میں اپنے بیس اہل خانہ کے ساتھ قادیانیت کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے بہت عرصہ تک لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں قادیانی زندان میں داخل کرتا رہا، آج اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کے پردے ہٹا دیئے ہیں۔ میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتا ہوں''۔

تکبیر چینل پر شمشاد قمر کے قبول اسلام کے اعلان سے مرزائی مرکز کو سخت پریشانی لاحق ہوئی چنانچہ ایک شخص کو دوسرے ہی دن لندن طلب کر کے مرزائی ٹیلی ویژن چینل کے سٹوڈیو میں بٹھا کر اس کو شمشاد قمر ظاہر کیا اور یہ اعلان کیا کہ شمشاد قمر تو یہ بیٹھا ہے، یہ تو ابھی تک قادیانی ہی ہے اور کل تکبیر چینل والوں نے جو کچھ دکھایا سنایا ہے وہ سب فراڈ تھا۔

مرزائی چینل کی اس کارروائی کے جواب میں مولانا حفیظ الرحمٰن اور مولانا محمد دین سیالوی نے تفہیم المسائل کی آئندہ نشست میں کہا کہ فون پر قادیانیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والوں کے ہم نہ تو چہرے پہچانتے ہیں اور نہ ہی انہیں ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ اس بات کی تسلی کرنا ہمارا کام و مذہبی ذمہ داری نہیں اور نہ ہی یہ ضروری و لازم ٹھہرا کہ ایسے فون کرنے والے ہر فرد کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آپ کو یقین دلائیں کہ کون کہاں سے مرزائیت کے عفریت کے چنگل سے نکل کر اسلام کے دامن رحمت میں آ گیا ہے۔

''تفہیم المسائل'' پروگرام کے دوران ایک روز ایک قادیانی نے فون کیا تو میزبان مولانا حفیظ الرحمٰن غزالی نے اس سے پوچھا، کیا آپ کی رسائی اعلیٰ قادیانی ایوان یعنی مرزا مسرور تک ہے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا بالکل رسائی ہے۔ اس پر مولانا حفیظ الرحمٰن نے کہا، میں آپ کے توسط سے تکبیر چینل سے براہِ راست آپ کے خلیفہ مرزا مسرور کو چیلنج کر رہا ہوں۔ وہ آئیں اور اس چینل پر براہِ راست مجھ سے مباہلہ کریں۔ کروڑوں لوگ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو انہیں پتا چل جائے گا کہ آپ کے خلیفہ صاحب سچے ہیں، یا نبی کریم ﷺ کے یہ غلام سچے ہیں۔ اس پر وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا (۶۳)۔

چکوال میں مرزائیت

کسی بھی نئی اعتقادی فکر کے پھیلاؤ میں غربت، جہالت، ناقص و مغرب زدہ نظام تعلیم اور انسان کے مزاج میں در آئی شدت و ردِ عمل بنیادی عوامل ہوتے ہیں۔ خطہ چکوال پر مرزائی فکر کی آمد و رواج کو دیکھا جائے تو حسب ذیل تین اہم اسباب و وجوہات ہیں۔

۱- چکوال سے نزدیک ضلع سرگودھا کے تاریخی شہر بھیرہ میں علماء اور اطباء کا مشہور خاندان تھا اور علاقہ بھر کے شائقین علم طب کے حصول و تربیت کے لیے بھیرہ کا رخ کرتے۔ حکیم نور الدین بھیروی اسی خاندان کے فرد، غیر مقلد عالم اور نامور طبیب تھے، جو بھیرہ اور جموں کشمیر مقیم رہے اور دور دراز کے طلباء پیشہ طب میں مہارت کے لیے ان کی قیام گاہ کا رخ کرتے تھے۔ حکیم نور الدین پر مرزائی فکر غالب آئی تو خاندان سمیت قادیان کی راہ لی، جہاں مرزا کی موت کے بعد جماعت کے پہلے سربراہ و جانشین ہوئے تا آنکہ ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ اس استاذ کی محبت و عقیدت میں بعض

طلباء و علماء، اسلام سے نکل گئے اور اپنے گھروں کو واپس گئے تو یہ فکر دوسروں تک پہنچائی۔

۲- برطانوی فوج اور پھر قیام پاکستان کے بعد اعلیٰ سرکاری مناصب تک پہنچنے والے مرزائی افسران کے ذریعے بے روزگار اور کم علم و مفلس مسلمانوں کو ملازمت و شادی کا جھانسہ و لالچ دے کر اس جانب مائل کرنے کا سلسلہ چل نکلا۔

۳- معاشرہ کے عام افراد جو بسلسلہ ملازمت و روزگار قادیان یا ربوہ رہے تو مقامی فضا و تبلیغ سے متاثر ہوئے۔

جیسا کہ اس تحریر کے آغاز میں عرض کیا گیا کہ مرزائی افکار، خطہ چکوال میں مرزا غلام کی زندگی میں ہی پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ مرزا کی بیعت کرنے والے افراد کے ناموں کی خود مرزائی جماعت کی جاری کردہ چار فہارس راقم کے سامنے ہیں۔ جن میں بیس کے قریب افراد کا تعلق آج کے ضلع چکوال سے تھا، جو حسب ذیل مواضعات کے باشندے تھے۔ بوچھال کلاں، پھویر علاقہ ڈوہمن، چکوال شہر، دوالمیال، ڈنڈوت، سرکال کسر، کھیوال، ملک وال علاقہ تلہ گنگ، منارہ اور بھسولہ (۶۴)۔

بعد ازاں یہاں کے دیگر مقامات بھون، پچنند، چکرال، چک نورنگ، چوہان، دھرکنہ، ڈلوال، ڈھیری سیداں، رتوچھ، کلر کہار، کوٹ راجگان نزد چھمبی، ملوٹ اور وریامال نزد کریالہ میں پہنچے اور آج ۲۰۱۵ء میں بھون، پچنند، چکوال، دوالمیال اور رتوچھ میں مرزائی مراکز و عبادت گاہیں موجود ہیں۔

۱۹۳۱ء میں صوبہ پنجاب میں تناسب اقوام و مذاہب کی بنیاد پر مردم شماری ہوئی تو چکوال کے سابق ضلع جہلم کے حسب ذیل ارقام جاری کیے گئے؛

اہل سنت و جماعت:	۴۶۰۷۷۱
مرزائی:	۱۵۱۳
غیر مقلدین:	۷۵۷
چکڑالوی، منکرین حدیث	۸
شیعہ:	۱۹۰۵۶۰
ہندو:.	۲۶۰۶۸
سکھ:	۲۲۰۳۰
عیسائی:	۶۷۲ (۶۵)

مرزا غلام احمد قادیانی خطہ چکوال پر خود نہیں آیا البتہ اس کا بیٹا اور مرزائی جماعت کے دوسرے پیشوا مرزا بشیر محمود (وفات ۱۹۶۵ء) نے ۱۹۱۴ء میں یہاں کا پانچ روزہ دورہ کیا اور ۲۷ جنوری کی شام کو چکوال پہنچا اور اگلے روز جلسہ میں خطاب کیا پھر ۲۹ جنوری کو چکوال سے راولپنڈی جانے والی سڑک پر تقریباً بارہ کلومیٹر فاصلہ پر واقع گاؤں چک نورنگ میں وعظ کیا اور ۳۰ جنوری کو نواحی گاؤں چوہان میں جمعہ کے روز کی عبادت کی نیز لیکچر دیا پھر اگلے روز بذریعہ ریل جہلم کی راہ لی (۶۶)۔ مرزا بشیر محمود ۱۹۴۰ء میں پھر چکوال آیا (۶۷)

قیام پاکستان کے موقع پر قادیان میں انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام تین سو تیرہ افراد پر مشتمل رضا کاروں اور درویشوں کی ایک جماعت تشکیل دی گئی جو مرکز کو پاکستان منتقل کرنے پر مامور تھے۔ یہ لوگ آخری مرحلہ تک وہیں رہے اور پھر بچا کھچا سامان، خواتین و بچے اور مرزائی کتب خانہ منتقل کرنے کے بعد ۱۹۴۷ء کے آخر میں پاکستان آئے۔ اس جماعت میں پانچ افراد ضلع چکوال کے مقامات دوالمیال، رتوچھ، کلر کہار، ملوٹ اور وریامال کے باشندے تھے۔ مرزائی رضا کاروں کے اس جتھہ کا سربراہ و نگران بھی ضلع چکوال کا باشندہ تھا (۶۸)۔

دوالمیال

آج کی دنیا بھر میں مرزائی فکر کے اہم مراکز قادیان، ربوہ، دوالمیال، صیہونی ریاست اسرائیل کے شہر حیفا کے نزدیک گاؤں کبابیر اور لندن کے نواح میں واقع عالمی مرکز جہاں جماعت مرزائیہ کا سربراہ مرزا مسرور احمد مقیم ہے۔ دوالمیال نامی گاؤں ضلع چکوال کے شہر چوآسیدن شاہ سے مغربی سمت میں تقریباً دس کلومیٹر فاصلہ پر واقع ہے جو پورے پاکستان میں فوجی خدمات کی بنیاد پر سب سے اول و نمایاں ہے۔ اس میں کوئی گھر ایسا نہیں جہاں صوبیدار میجر سے کم کا افسر ہو اور لاتعداد باشندے، جنرل، بریگیڈیئر، کرنل و میجر وغیرہ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے (۶۹) یہاں کے مسلمان لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ محمد صفدر (پیدائش یکم اگست ۱۹۳۴ء) جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں صوبہ پنجاب کے گورنر تعینات رہے (۷۰)

دوالمیال میں مرزائی افکار کی درآمد و فروغ میں تین نام اہم و نمایاں ہیں۔ ایک مولوی حکیم کرم داد، دوسرا سردار بہادر کپتان غلام محمد اور تیسرا صوبیدار فتح محمد ملک اور یہ تینوں مقامی

باشندے مرزا غلام احمد قادیانی کے حواری و صحبت یافتہ تھے۔

ان میں اول الذکر یعنی حکیم کرم داد، مرزا کے پہلے جانشین حکیم نورالدین بھیروی کا شاگرد اور مصنف نیز دوالمیال میں ذاتی دواخانہ (۷۱) اور اہم مبلغ تھا (۷۲) مرزا غلام کی زندگی میں جماعت کا آخری سالانہ جلسہ دسمبر ۱۹۰۷ء کو قادیان میں منعقد ہوا جس میں شرکت کے لیے سب سے پہلے قادیان پہنچنے والی جماعت دوالمیال کی تھی جو اپنے امیر مولوی کرم داد کے ہمراہ پہنچی (۷۳)۔

مرزائی حلقوں میں کرم داد کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ ضلع گجرات کی تحصیل پھالیہ کے مقام ہریا میں مسلمانوں اور مرزائیہ کے درمیان ۱۸ تا ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو مناظرہ منعقد ہوا تو پہلے روز شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی چشتی (وفات ۱۹۴۸ء) نے مسلمان جماعت کی صدارت کی اور مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانوی (وفات ۱۹۲۸ء) مناظر مقرر ہوئے۔ ادھر فریق مخالف کی طرف سے پہلے روز حکیم کرم داد دوالمیالوی نے صدارت کی (۷۴)۔

دوالمیال میں مرزائیت کی تاریخ کے دوسرے اہم فرد کپتان غلام محمد برطانوی فوج میں اس گاؤں و علاقہ کے پہلے کمشنڈ آفیسر آنریری کیپٹن تھے، جن کے خاندان کا ہر فرد فوج میں تھا (۷۵) اور انگریز حکام کی جانب سے "سردار بہادر" کے خطاب یافتہ تھے۔ پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۹ء تک پانچ سال لڑی گئی۔ اس جنگ میں لڑنے والی برطانوی فوج میں سب سے زیادہ تعداد سکاٹ لینڈ کی ایک بستی کے ۵۲۱ فوجی تھے۔ دوسرے نمبر پر براعظم ایشیاء کے موضع دوالمیال کے ۴۶۰ افراد تھے۔ ایک بستی کی اتنی بھاری تعداد پر برطانیہ نے تمام دولت مشترکہ میں سے سکاٹ لینڈ کی بستی اور دوالمیال کو توپ دینے کا اعلان کیا اور یہ دونوں توپیں جنگ عظیم اول میں استعمال ہوئی تھیں۔ چنانچہ حکومت برطانیہ نے ستمبر ۱۹۲۵ء میں توپ جہلم ڈی سی آفس میں پہنچا دی (۷۶) کپتان غلام محمد جنگ عظیم میں شامل اس گاؤں کے سینئر ترین آفیسر تھے جنہوں نے اس انعام کو حاصل کر کے جہلم سے لا کر ۱۹۲۵ء میں دوالمیال میں نصب کیا (۷۷) اکتوبر ۱۹۲۵ء میں برطانوی ہند کے انگریز کمانڈر انچیف سر بروڈ خود دوالمیال آئے اور اپنی نگرانی میں تالاب کے شمالی کنارے دمدمہ پر توپ نصب کرائی۔ اس موقع پر دوالمیال کے تمام سردار آفیسر بھی موجود تھے۔ یہ توپ تا حال وہیں موجود ہے۔ (۷۸)

مرزائی جماعت کی اہم شخصیات پر مشتمل بائیس رکنی وفد نے مرزا غلام احمد کے بیٹے کی

قیادت میں ۲۶ مارچ ۱۹۳۴ء کو دہلی میں وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن سے ملاقات کی۔ چودھری ظفراللہ خان جو بعدازاں پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بنائے گئے، اس وفد میں شامل تھے۔ علاوہ ازیں دوالمیال کے دو افراد سردار بہادر کیپٹن غلام محمد اور صوبیدار فتح محمد خان وفد میں شریک تھے۔ اس موقع پر وفد کی جانب سے جو سپاسنامہ پیش کیا گیا اس کا اردو متن نیز ممبران وفد کے نام ''الفضل'' میں نمایاں طور پر شائع کیے گئے۔ (۷۹)

صوبیدار فتح محمد ملک، دوالمیال میں مرزائیت کی بنیاد رکھنے والے تیسرے اہم فرد ہوئے جو وائسرائے ہند سے دہلی میں ملاقات کرنے والے مرزائی وفد میں بھی شامل تھے۔ قبل ازیں اکتوبر ۱۹۲۵ء میں توپ تنصیب کی تقریب میں شرکت کے لیے برطانوی ہند افواج کے کمانڈر انچیف دوالمیال آئے تو اس موقع پر صوبیدار فتح محمد ملک موجود تھے۔ جنہوں نے اپنے جواں سال بیٹے نذیر احمد کی کمانڈر انچیف سے ملاقات کرائی اور فوج میں بھرتی کرنے کے لیے کہا، چنانچہ کمانڈر انچیف نے نذیر احمد پر انگریزی میں چند کلمات کا تبادلہ کیا اور جمعدار بھرتی کر لیا (۸۰) یہی نذیر احمد آگے چل کر پاکستانی فوج میں میجر جنرل کے عہدہ تک پہنچا اور مرزائیت کی تاریخ کا اہم ستون ہوا۔

جنرل نذیر احمد نے انگلینڈ کی ملٹری اکیڈمی میں ٹریننگ حاصل کی اور جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا تو جہلم چھاؤنی میں بریگیڈیئر تھے جہاں سے لاہور چھاؤنی کے کمانڈر تعینات کیے گئے۔ یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو قائداعظم نے یہاں کا دورہ کیا اور افسران سے خطاب فرمایا تو جنرل نذیر احمد نے آپ کو سلامی پیش کی۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ و مشہور مرزائی چودھری ظفراللہ خان چین میں سفیر تھے تو جنرل نذیر ان کے ملٹری سیکرٹری رہے۔ پھر گورنر پنجاب امیر محمد خان نے لاہور کارپوریشن کا چیئرمین مقرر کیا۔ تب ملکہ برطانیہ الزبتھ ٹیلر کے اعزاز میں شالامار باغ لاہور میں شاندار دعوت دی۔ اگست ۱۹۶۴ء میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا اور ربوہ میں دفن ہوئے۔ جنرل نذیر احمد تیرہ سے زائد دیہاتوں پر مشتمل علاقہ کہون کے پہلے جنرل تھے۔ (۸۱) جنرل نذیر کی شخصیت کا یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۵۱ء کے راولپنڈی سازش کیس میں شامل تھے (۸۲) ان کی پہلی شادی دوالمیال میں ہوئی پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے وطن سے نزدیک شہر گورداسپور کے مرزائی پولیس آفیسر راؤ شمشیر علی کی بیٹی سے دوسری شادی و اولاد ہوئی۔

صوبیدار فتح محمد ملک کے جنرل نذیر احمد کے علاوہ مزید چار بیٹے اور بھی مرزائی ہوئے۔ ایک بیٹا ظہور احمد نامی تھا جو پیدائشی مرزائی اور اس نے یکم نومبر ۱۹۳۶ء کو بعمر تیس سال وصیت کی کہ میں تاحیات اپنی آمدن کا دسواں حصہ داخل خزانہ انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا اور مرنے کے بعد میری جس قدر جائیداد ہوگی اس کے مذکورہ حصہ کی مالک بھی انجمن ہوگی۔ (۸۳)

دوالمیال میں مرزائیہ کے دیگر قائدین میں قاضی عبدالرحمٰن (۸۴)، حافظ شہباز، ملک نورالحق (۸۵) اور آنریری لیفٹیننٹ لال خان اہم ہیں۔

یہاں کے متعدد افراد نے مرزا کی زندگی میں ہی اس کے افکار و دعاوی قبول کیے اور ''صحابہ'' میں سے ہوئے، ایسے سات افراد کے نام پیش نظر ہیں (۸۶) اور ۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء کو مرزائی شوریٰ کا اجلاس قادیان میں مرزا بشیر محمود کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں ہندوستان بھر سے ڈیڑھ سو سے زائد نمائندوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں ضلع چکوال کا ایک آدمی شریک جو دوالمیال کا باشندہ تھا (۸۷) اور قیام پاکستان کے مرحلہ پر مرکز کو قادیان سے پاکستان منتقل کرنے کے لیے تین سو تیرہ رضا کاروں کی جو جماعت قادیان میں معاملات سنبھالے ہوئے تھی۔ اس جماعت کے سربراہ و نگران دوالمیال کے ایک سابق کپتان تھے (۸۸) اور گزر چکا کہ مرزائی گروہ کا سالانہ جلسہ دسمبر میں قادیان میں منعقد ہوتا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء کا جلسہ جو مرزا کی زندگی میں اس نوع کا آخری اجتماع تھا۔ اس میں شرکت کے لیے دوالمیال کا وفد اپنے امیر مولوی کرم داد کے ہمراہ سب سے پہلے قادیان پہنچا۔ نیز ۱۹۳۴ء میں مرزائی قیادت کے جس اعلیٰ سطحی وفد نے وائسرائے ہند سے دہلی میں ملاقات کی، ان میں دو افراد دوالمیال کے تھے۔

پاکستان آزاد و قائم ہوا تو مرزا غلام کا مسکن و مدفن مشرقی پنجاب کا قصبہ قادیان نئے ہندوستان کی حدود میں شامل ہوا اور مرزائی گروہ اپنے دوسرے پیشوا مرزا بشیر سمیت پاکستان آ گیا۔ جہاں نئے مرکز کے طور پر مغربی پنجاب کے شہر چنیوٹ کے نزدیک ''ربوہ'' نام سے آبادی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ربوہ کی افتتاحی تقریب مرزا بشیر کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں ۶۱۹ مرد و خواتین نے شرکت کی۔ ان میں ضلع چکوال کے دو مرزائی شریک تھے جن میں سے ایک دوالمیال کا تھا (۸۹)، اگلے برس یعنی دسمبر ۱۹۴۹ء میں قادیان میں سالانہ اجتماع کا وقت آیا تو پاکستان سے مرزائیہ کا پچاس رکنی وفد اس میں شرکت کے لیے قادیان گیا۔

یہ قیام پاکستان کے بعد اس مناسبت سے پہلا وفد تھا۔ اس میں خطہ چکوال کا ایک آدمی شامل جو موضع دوالمیال کا تھا (۹۰)۔

گویا مرزا غلام کے دعاوی باطلہ سامنے آتے ہی دوالمیال میں حکیم نورالدین بھیروی کے شاگرد اور انگریزی فوج کے گماشتے اس خطہ میں مرزائی افکار کے مؤید ونمائندہ اور سرگرم کارکن ہوئے۔ یہ سرگرمیاں آج بھی جاری ہیں، چنانچہ ان دنوں فرحان ماڈل سکول دوالمیال کے سابق پرنسپل اور الحبیب سی این جی دوالمیال کے مالک ریاض احمد ملک نے تحقیق واشاعت کے لیے دوالمیال میں دو ادارے سالٹ رینج آرکیالوجیکل اینڈ ہیریٹیج سوسائٹی اور فرحان ایجوکیشنل سوسائٹی ناموں سے قائم کیے جو مولوی کرم داد مرزائی گھرانہ کے احوال وآثار شائع کر رہے ہیں۔ چنانچہ ۲۰۱۳ء میں دو کتب سامنے آئیں۔ مولوی کرم داد کے مرزائی بھانجا ڈاکٹر گل محمد اعوان خاموش کا شعری مجموعہ ریاض احمد ملک نے تحقیق وترتیب دے کر ''دردِ گل'' نام سے سالٹ رینج آرکیالوجیکل سوسائٹی کی طرف سے شائع کی۔ اس مجموعہ میں ریاض احمد ملک کے تین اعمال قابل ذکر ہیں۔

پہلا: آغاز میں دوالمیال کے متعدد مرزائی مشاہیر کی رنگین تصاویر شامل کیں، جن میں میجر جنرل نذیر احمد ملک، کپتان غلام محمد ملک، مولوی کرم داد، میجر حبیب اللہ خان ملک، کیپٹن ظہور احمد کی تصاویر شامل ہیں۔

دوسرا: اس شعری مجموعہ کا انتساب شاعر کے ماموں مولوی کرم داد کے نام کیا جس کے ساتھ اسلامی القاب لکھے جو دو سطور پر مشتمل ہیں۔

تیسرا: شاعر کے حالات پیش کیے جہاں عنوان کے ضمن میں یہ لکھا:

''علاقہ کہون کے پہلے مسلمان ڈاکٹر''

جبکہ اس شعری مجموعہ میں میجر جنرل نذیر احمد کی مدح میں شاعر کا موزوں کردہ قصیدہ (۹۱) دوالمیال کے چند مرزائی زعماء کا مرثیہ (۹۲) اور مولوی کرم داد کا مرثیہ (۹۳) شامل ہیں۔

دوسری کتاب ''شرافتِ منصور'' شائع کی گئی جو ڈاکٹر گل محمد کے پوتا ڈاکٹر منصور احمد کے طنز ومزاح پر مبنی افسانوں کا مجموعہ ہے۔ علاوہ ازیں ریاض احمد ملک نے چکوال میں احمدیت کی تاریخ پر کتاب لکھی (۹۴) جو تاحال شائع نہیں ہوئی۔

دوالمیال میں اگر ایک جانب مرزائی فکر کی تبلیغ واشاعت ہر دور میں جاری ونمایاں رہی اور لوگوں کو اس جانب راغب کرنے کے لیے ملازمت، شادی اور قرض کی فراہمی ومعاونت کی پیش کش جیسے حربے غریب وضرورت مند مسلمانوں پر آزمائے گئے۔ تو دوسری جانب مسلمانوں نے بھی اس کے تعاقب ومحاسبہ میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ اس ضمن میں عامۃ المسلمین کی استقامت ومعاونت اور مولانا سید لعل شاہ نیزان کی نسل کے دیگر افراد کا کردار وقیادت بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

مولانا سید لعل شاہ مشہدی کاظمی کا سال پیدائش معلوم نہیں ہو سکا جبکہ تقریباً ایک سو سال کی عمر میں ۱۹۴۷ء میں وفات پائی اور دوالمیال کے خاندانی احاطہ قبور میں مزار واقع ہے۔ اساتذہ میں والد مولانا سید رسول شاہ کے علاوہ مولانا غلام حسین چکوالوی، مولانا غلام قادر بھیروی لاہور، مولانا عبدالعزیز بگوی بھیروی اور مولانا قاضی مفتی غلام محی الدین پشاوری اہم نام ہیں اور چشتی سلیمانی سلسلہ میں خانقاہ میر اشریف کے خواجہ احمد سے خلافت پائی۔ آپ علاقہ میں علماء کے سر تاج، درویش صفت، مرشد، مفتی، شاعر، مبلغ ومناظر اور مصنف تھے۔ (۹۵)

عارف باللہ مولانا سید لعل شاہ عمر بھر دوالمیال میں گوشہ نشین رہے اور مرزائیت کے ردوتعاقب کی ذمہ داری خوب نبھائی۔ ان کے بارے میں فتاوٰے جاری کیے، مضامین وکتاب لکھی، مناظرے، مباہلہ اور مقدمات کا سامنا کیا اور اولاد کو اسی نہج پر ڈالا۔

چنانچہ مرزا غلام کی زندگی میں ہی دوالمیال کے مرزائیوں نے مسجد میں علیحدہ نماز جمعہ قائم کرنے کے لیے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ مسلمانوں کی طرف سے پیروی مولانا سید لال شاہ نے کی اور ۹ فروری ۱۹۰۷ء کو اسسٹنٹ کمشنر تحصیل پنڈ دادنخان نے فیصلہ شاہ صاحب کے حق میں سنایا اور مرزائیوں کو حکم ملا کہ وہ اس مسجد میں جماعت نہیں کرا سکتے۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران تقریباً ۱۹۱۷ء میں دوالمیال کے مرزائیوں نے آپ کے خلاف درخواست دائر کی کہ آپ کہتے ہیں کہ انگریزوں کی نوکری کرنی حرام ہے اور جو مسلمان لڑائی کرتے ہوئے یورپ میں مارے جا رہے ہیں یہ بھی کفر کی موت مر رہے ہیں۔ نیز حکومت کی جانب سے دوالمیال میں جلسہ پر پابندی ہے لیکن حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوالمیال میں جلسہ کرایا۔ اس درخواست کی تین نقول تیار کیں۔ ایک اسسٹنٹ کمشنر پنڈ دادنخان، دوسری سپرنٹنڈنٹ پولیس جہلم اور تیسری ڈپٹی کمشنر جہلم کو بھیجی گئی۔ جہلم سے انسپکٹر پولیس کی تار آئی کہ لعل شاہ کو گرفتار کر کے

عدالت میں پیش کرو۔ انسپکٹر صاحب، اسسٹنٹ کمشنر پنڈ دادنخان سے مشورہ کر کے دوالمیال آئے اور دونوں فریق کے تین تین آدمیوں کا چالان کر کے اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں لے گئے، جس نے آپ کو جہلم بھیج دیا۔ ان دنوں سپرنٹنڈنٹ کو کمرۂ عدالت سے باہر رہنے کا حکم دیا اور پھر کہا! شاہ صاحب میں بڑا خوش ہوں گا کہ آئندہ مذہبی معاملہ دوالمیال کا میرے پاس نہ آئے۔

چند برس بعد دوالمیال میں حکیم کرم داد مرزائی نے آواز اٹھائی کہ اگر حیات سیدنا عیسیٰ ثابت کر دیں تو میں مرزا کو کافر اور سب دعوؤں میں جھوٹا مان لوں گا۔ چنانچہ بات مناظرہ تک پہنچی اور ۱۶ مارچ ۱۹۲۴ء کو علاقہ کے مرکزی مقام چوآسیدن شاہ میں حضرت سیدن شاہ شیرازی کے وسیع احاطہ مزار میں مناظرہ طے پایا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا حاجی عبدالواحد علمبردار لاہوری صدر مناظر اور مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی نیز قاضی فضل احمد لدھیانوی معاونین مقرر ہوئے۔ مرزائی گروہ کی جانب سے حکیم کرم داد مناظر اور فتح محمد نمبردار نیز محمد بخش بافندہ معاون ہوئے۔ اختتام مناظرہ پر انسپکٹر پولیس مہر خان نے مسلمانوں کے دلائل کی تائید کی اور مرزائی اپنا موقف ثابت کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے۔ اس مناظرہ کی مفصل روداد انجمن تائید اسلام لاہور کے ماہوار رسالہ کے شمارہ ۱۵ مئی ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد مولانا سید لعل شاہ کا ایک اور مرزائی سے موضع چھمی میں مناظرہ منعقد ہوا جس کا مزید ذکر آگے آرہا ہے۔

دوالمیال میں مرزائی فکر پھیلانے کے لیے جو حربے جاری ہیں، اس نوع کا ایک واقعہ سامنے آیا۔ ایک نوجوان سے معاہدہ کیا گیا کہ اگر مجھے روزگار فراہم کیا جائے تو مرزائی ہو جاؤں گا، سابقہ بیوی کو چھوڑ دوں گا اور مرزائی لڑکی سے شادی کر لوں گا۔ علماء کا موقف سامنے آیا کہ یہ شخص معاہدہ کرتے ہی مرتد کافر قرار پایا۔ اسی تناظر میں یکم جولائی ۱۹۴۰ء کو فریقین میں مناظرہ طے پایا۔ مولانا سید لعل شاہ کی عمر نوے برس سے تجاوز کر چکی تھی اور ضعف و نقاہت غالب تھے اور عالم و فاضل فرزند علاقہ میں موجود نہیں تھے۔ ان دنوں علاقہ چھچھ ضلع اٹک کے گاؤں شمس آباد کے مشہور اہل سنت عالم مولانا غلام گیلانی (وفات ۱۹۳۰ء) (۹۶) کے فرزند قاضی محمد زاہد الحسینی (وفات ۱۹۹۷ء) دوالمیال سے نزدیک قصبہ ڈلوال میں مقیم تھے۔ شاہ صاحب نے انہیں مناظر مقرر کیا اور مرزائیہ کی طرف سے منڈی بہاء الدین کے ہائی سکول کا ٹیچر کرم الٰہی مناظر تھا۔ مولانا حکیم سید

حبیب الرحمٰن شاہ دوالمیالوی کے بقول یہ مناظرہ دوالمیال کی مسجد بوھڑ والی عرف مسجد غوثیہ میں منعقد ہوا جس میں علاقہ کی اہم شخصیات ڈھریالہ کہون کے پیر طریقت سید الطاف حسین شاہ وغیرہ موجود اور چوآسیدن شاہ تھانہ کا ہندو انسپکٹر حکومت کی طرف سے نگران تعینات تھا۔

قاضی محمد زاہد الحسینی نے اس مناظرہ کی روداد مرتب کی جو اسی برس ''دُرہ زاھد یہ بر فرقہ احمدیہ'' نام سے کتابی شکل میں شائع کی گئی جس میں اس خاص واقعہ کے متعلق ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو تترال کہون سے مرسلہ ایک استفتاء کے جواب میں جاری کیے گئے فتویٰ کا متن بھی شامل ہے۔ جس پر دیوبند، دہلی، صوبہ سرحد، ضلع جہلم، ضلع کیمبل پور کے چالیس علماء کی تصدیقات بھی ثبت ہیں جن میں سے حسب ذیل پانچ علماء آج کے ضلع چکوال کے باشندے تھے:

(۱) مولانا الحاج حافظ سید لال شاہ دوالمیال
(۲) مولانا مفتی عطا محمد رتوی
(۳) مولانا احمد دین جسیالوی
(۴) مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر
(۵) مولانا غلام ربانی مدرس اعلیٰ ڈلوال، سابق مدرس میرا شریف

دوالمیال کے مرزائی اپنے افکار پھیلانے کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کر رہے تھے، اس طرز کا دکاندار محمد بخش کو ورغلانے کا ایک واقعہ ''ذکرولی'' میں اور دوسرا ''ہم بھی وہاں موجود تھے'' میں درج ہے (۹۷)۔

مولانا سید لعل شاہ کے دور میں دوالمیال میں فتنہ مرزائیت کے رد و تعاقب کے لیے جلسوں کے انعقاد کا بھی اہتمام کیا گیا اور پنجاب بھر کے نامور خطباء و واعظین مدعو کیے گئے۔ دوالمیال کے ہی حوالدار حاجی محمد خان ولد عبدالغفار (پیدائش ۱۹۲۳ء) کا بیان ہے کہ قیام پاکستان سے کچھ ہی عرصہ قبل مسجد دُلہہ کے قریب واقع کھلے میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، میں خود اس میں موجود تھا۔ مشہور واعظ و مصنف مولانا محمد اکرم عرف قطبی شاہ ملتانی (۹۸) نے اس میں خطاب کیا اور مرزا کی خوب درگت بنائی۔ مولانا سید لعل شاہ بڑھاپے کے باوجود اس جلسہ میں تشریف فرما تھے۔ حاجی محمد خان نے یہ بھی بتایا کہ میں نے حکیم کرم داد کو بھی دیکھا، وہ باوا لعل شاہ کا سامنا تک کرنے سے ہمیشہ گریزاں رہا (۹۹) دیگر اوقات میں بھیرہ کے مولانا ظہور احمد بگوی (وفات

۱۹۴۵ء) اور لاہور کے مولانا محمد عمر اچھروی (وفات ۱۹۷۱ء) یہاں تشریف لائے۔

آپ کی وفات سے محض چند ماہ قبل ۱۹۴۶ء میں دوالمیال میں ردمرزائیت پر ایک جلسہ منعقد ہوا تو اس میں اسلامی عقائد و تعلیمات کے دفاع و فروغ کے لیے ایک تنظیم ''انجمن اشاعت و تبلیغ اسلامیہ حنفیہ دوالمیال'' نام سے (۱۰۰) تشکیل دی گئی۔ اس جلسہ کی روداد و تنظیم کے قیام کی خبر امرتسر کے ہفت روزہ ''الفقیہ'' میں ''دوالمیال ضلع جہلم میں حنفی تبلیغی کامیاب جلسہ'' عنوان سے چھپی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جلسہ بہ صدارت مولانا سید کرم حسین شاہ بمقام جامع مسجد منعقد ہوا۔ تلاوت و نعت خوانی اور پھر ''ختم نبوت'' کے موضوع پر تقاریر ہوئیں۔ مقررین سید عبدالحق شاہ، سید حبیب شاہ و منیر شاہ وغیرہ، صدارتی تقریر سید کرم حسین شاہ، پھر تبلیغ کے لیے ایک تنظیم کی قرارداد پیش کی جو منظور ہوئی اور مندرجہ ذیل ارکان مقرر ہوئے:

(۱) مولانا سید لعل شاہ، سجادہ نشین، صدر

(۲) حضرت سید محمد شاہ، خطیب جامع مسجد، نائب صدر

(۳) مولانا سید منیر شاہ، مبلغ

(۴) مولانا سید کرم شاہ، پروپیگنڈہ، سیکرٹری (۱۰۱)

اور مرزائیوں سے مولانا سید لعل شاہ کے مباہلہ کا آپ کے پوتا مولانا سید محمد منیر حسین شاہ نے ان الفاظ میں ذکر کیا:

''گاؤں دوالمیال میں مولوی کرم داد جو قادیانی جماعت کا امام تھا، سید لال شاہ صاحب جو اہل سنت کے امام تھے، مباہلہ ہوا، جس میں مولوی کرم داد بہت پہلے دنیا سے کوچ کر گئے اور سید لال شاہ صاحب زندہ رہے''۔ (۱۰۲)

اور مرزا غلام کے دعاوی باطلہ سامنے آنے کے بعد، علمی مراکز سے دور ایک گاؤں میں بیٹھ کر نصف صدی سے زائد عرصہ، اس فتنہ کے رد و ابطال میں آپ نے جو جدوجہد کی، ان کے نتائج کا آپ کے دوسرے پوتا مولانا سید عبدالحق شاہ نے یوں ذکر کیا:

''دوالمیال میں مولانا حاجی حافظ سید لال شاہ صاحب خلیفہ حضرت غوث زمان میروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ نے جو اسلامی خدمات انجام دیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ خصوصاً شیعہ

اور مرزائی فرقوں کے خلاف آپ نے نہایت ہی استقلال اور جوانمردی سے مقابلہ کیا اور اسی جہاد فی سبیل اللہ کا نتیجہ ہے کہ باوجود کئی کوششوں اور تدابیر کے اس علاقہ میں قادیانیت ترقی نہ کر سکی اور دوالمیال میں بھی مسلمانوں کی کافی تعداد بحمد اللہ موجود ہے۔ یہ صرف آپ کے وجود مسعود کا فیض ہے'' (۱۰۳) اور فرزند مولانا سید کرم حسین شاہ کی طرف سے وفات کی خبر ''الفقیہ'' میں چھپی، جس کا ایک اقتباس یہ ہے:

''مرتدین کے رد میں کافی قلم چلائی، آپ کی کئی ایک تصانیف مطبوعہ اور بہت کچھ غیر مطبوعہ کلام پڑی ہے، جو طبع کرا کے ان شاء اللہ شائع عام کی جائے گی۔ آپ کے وصال سے جماعت احناف کو بے حد نقصان پہنچا ہے۔ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۷ کو بوقت دو بجے تقریباً آپ کو غسل اور کفن دلا کر جلوس کی شکل میں گاؤں میں پھرایا گیا۔ زائرین مرد و عورت آپ پر پروانہ وار گرتے رہے، کثرت ہجوم سے چارپائی اٹھانا مشکل تھی بڑی مشکل سے صرف لوگ ہاتھ لگا سکتے تھے۔ نماز جنازہ ڈیڑھ دو ہزار کے قریب تھی'' (۱۰۴)

دوالمیال میں مرزائی گروہ کے تعاقب میں فعال و نمایاں دوسری شخصیت مولانا سید لعل شاہ کے فرزند مولانا سید کرم حسین شاہ تھے جو عالم جلیل، مربی و مرشد، حکیم، شاعر و مصنف تھے اور ۱۹۷۵ء میں وفات پائی اور چوآسیدن شاہ کے بڑے قبرستان میں خاندانی احاطہ میں قبر واقع ہے۔ والد گرامی کے علاوہ خانقاہ میرا شریف ضلع اٹک کے مدرسہ میں مولانا نور احمد ساکن چاولی ضلع چکوال وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان سے قبل جالندھر میں فوج کے امام و خطیب نیز مدرسہ عربیہ کریمیہ حنفیہ میں مدرس تھے۔ اس دور کے شاگردوں میں شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی (وفات ۲۰۰۰ء) شامل ہیں۔ والد گرامی کی وفات کے مرحلہ پر چوآسیدن شاہ منتقل ہو گئے۔ جہاں گزر بسر کے لیے مطب بنایا اور تصنیف و اشاعت کے اعمال جاری رکھے۔ چوآسیدن شاہ سے ملحق علاقہ جھنگڑ کے اہم گاؤں سلوئی میں مدرسہ کے بانی و صدر مدرس مولانا حافظ غلام احمد چشتی سے روابط و مراسم تھے۔ چند تصنیفات اور متعدد مضامین لکھے۔ شاعری میں احقر اور انور تخلص تھا، شعری مجموعہ ''سوزِ احقر'' نام سے مطبوع ہے۔ (۱۰۵)

مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی نے مرزائی افکار کے رد و تعاقب میں کتاب ''حقیقت مرزائیت''، لکھی (۱۰۶) جس کا پہلا حصہ ۱۹۲۴ء میں گلزار ہند سٹیم پریس لاہور سے سولہ صفحات پر

چھپا اور مرزائی ایڈووکیٹ ملک عبدالرحمٰن خادم کی تصنیف ''احمدی پاکٹ بک'' کے جواب میں ''حنفی پاکٹ بک'' لکھی جس کے زیر طبع ہونے کا اشتہار ''ذکرولی'' کے آخری صفحہ پر ہے۔

علاوہ ازیں ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر اور ماہنامہ ''شمس الاسلام'' بھیرہ اور دیگر رسائل میں ردمرزائیت پر آپ کے مضامین شائع ہوئے جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں، الفقیہ، شمارہ ۲۸ نومبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۶ تا ۷

(۲) قہر یزدانی بر خرمن قادیانی، الفقیہ، شمارہ ۲۱ اپریل ۱۹۲۷ء صفحہ ۳

(۳) احناف کی تازہ فتح، الفقیہ، شمارہ ۲۸ اگست ۱۹۲۹ء صفحہ ۵ تا ۶

(۴) قادیانی کذاب کے پچاس جھوٹ، شمس الاسلام، شمارہ فروری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۱ تا ۱۹۔

(۵) ردمرزا، شمس الاسلام، شمارہ اگست ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۳ تا ۱۴

(۶) کادیانی کذاب کے پچاس جھوٹ، شمس الاسلام، شمارہ ستمبر اکتوبر ۱۹۳۱ء، صفحہ ۴۵ تا ۵۶۔

(۷) مرزائیوں سے بحث کرنے کا گر، الفقیہ، شمارہ ۷ مئی ۱۹۴۳ء صفحہ ۶ تا ۷

(۸) مرزائی ذہنیت، الفقیہ، شمارہ ۷ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۶ تا ۷

(۹) ردِ مرزائیت، حیات ومَمات مسیح ناصری کی بحث، الفقیہ، شمارہ ۷ نومبر ۱۹۴۶ء، صفحہ ۶ تا ۷۔

(۱۰) ردِ مرزائیت، الفقیہ، شمارہ ۷ جنوری ۱۹۴۷ء صفحہ ۴ تا ۶، شمارہ ۲۱ فروری صفحہ ۵ تا ۶، قسط وار۔

علاوہ ازیں والد گرامی کی زندگی میں بعض رافضی افکار کے تعاقب میں ان کی تصنیف ''اظہار حق'' کی طباعت واشاعت کا اہتمام کیا تو آخری صفحہ پر بعض دوسرے مصنفین کی مطبوعہ و دست یاب کتب کا اشتہار شامل کیا۔ جن میں ردِ قادیانیت پر دو کتب ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' اور ''الصارم الربانی علی اسراف قادیانی'' کے نام درج کیے۔ یاد رہے ''السوء والعقاب'' مولانا احمد رضا خان بریلوی (وفات ۱۹۲۱ء) کی تصنیف جو ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی اور ''الصارم الربانی'' ان کے فرزند مولانا حامد رضا خان بریلوی (وفات ۱۹۴۲ء) کی تصنیف اور ۱۸۹۸ء میں لکھی گئی۔ اب یہ دونوں کتب ''عقیدۃ ختم النبوۃ'' کی دوسری جلد میں مطبوع ہیں۔

اور گزر چکا کہ ''انجمن اشاعت وتبلیغ اسلامیہ حنفیہ دوالمیال'' کے پروپیگنڈہ سیکرٹری تھے اور ۱۹۵۰ء میں چوآسیدن شاہ میں تنظیم ''تحفظ حقوق حنفیہ'' قائم کی جس کے صدر قرار پائے۔ اس کے قیام اور اغراض ومقاصد کی خبر ہفت روزہ ''رضوان'' لاہور میں چھپی۔ (۱۰۷)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں دیگر زعماء سمیت چوآسیدن شاہ سے گرفتار کیے گئے اور ساڑھے پانچ ماہ جہلم جیل میں رہے۔ چوآ کے نواحی گاؤں رتوچھ میں بھی مرزائیت کے تعاقب میں خدمات ہیں۔

دوالمیال میں ردِ مرزائیت میں سرگرم تیسری اہم شخصیت مولانا حافظ سید محمد شاہ ولد فضل شاہ تھے۔ جو تحصیل چکوال کے گاؤں دھیدوال سے ہجرت کر کے یہاں آئے اور ۱۹۸۱ء میں وفات پائی۔ دوالمیال کے مغربی محلہ کے کنواں کے پاس حجرہ وچار دیواری میں مزار واقع جس کے پہلو میں چھوٹی سی غیر آباد مسجد ہے۔ آپ کی والدہ عارفہ کاملہ خاتون تھیں اور بیٹے بھی اسی ڈگر پر تھے۔ مولانا سید لعل شاہ کے خاندان سے رشتہ داری استوار ہوئی۔ آپ مسجد بوہڑ والی عرف مسجد غوثیہ کے امام وخطیب نیز ''انجمن اشاعت وتبلیغ اسلامیہ حنفیہ دوالمیال'' کے نائب صدر تھے (۱۰۸)۔

مولانا سید لعل شاہ (وفات: ۱۹۴۷ء) کے پوتے بھی مرزائیت کے تعاقب وقلع قمع کرنے میں نہ صرف بزرگوں کے شانہ بشانہ کھڑے رہے بلکہ مختلف مراحل میں اس فکری جہاد کو آگے بڑھایا۔ ان میں مولانا سید کرم حسین شاہ کے فرزند مولانا سید عبدالحق شاہ اور مولانا سید فضل شاہ (وفات ۱۹۴۳ء) کے فرزندان مولانا سید محمد حبیب الرحمٰن شاہ، مولانا سید محمد منیر حسین شاہ کے اعمال قابل ذکر ہیں۔

مولانا سید عبدالحق شاہ نے ۱۹۹۷ء میں لاہور میں وفات پائی اور چوآسیدن شاہ قبرستان کے خاندانی احاطہ میں قبر بنی۔ عالم وحکیم اور صوفی تھے، اپنے دادا اور والد کے علاوہ ڈلوال کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ خانقاہ میرا شریف سے بیعت وخلافت تھی۔ پاکستان نیوی میں ملازمت کی پھر چوآسیدن شاہ کی مسجد تونسوی میں تقریباً دس برس امام وخطیب رہے۔ شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی آپ کے ہاں تشریف لائے اور مسجد تونسوی میں خطاب فرمایا۔ مولانا حافظ غلام احمد چشتی عرف باواجی سلوئی والے سے مراسم تھے۔ مولانا سید عبدالحق شاہ تقریباً ۱۹۸۰ء میں چوآسیدن شاہ سے لاہور منتقل ہوئے۔ جہاں فیروز پور روڈ پر جنرل ہسپتال کے پہلو میں واقع مسجد غوثیہ کے امام وخطیب رہے۔ مناظرہ کی روداد ''درہ زاھدیہ بر فرقہ احمدیہ'' پر آپ نے مقدمہ وخاتمہ قلمبند کیا اور طبع کرا کے مفت تقسیم کی۔ نیز ۱۹۵۵ء اور ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ (۱۰۹)

دوسرے پوتا مولانا سید محمد منیر حسین شاہ نے ۲۰۰۶ء میں وفات پائی اور دوالمیال کے

خاندانی قبرستان میں قبر واقع ہے۔ عالم جلیل، حکیم و چشتی صوفی تھے۔ والد و دادا کے علاوہ ڈلوال سکول میں تعلیم پائی۔ پھر مدرسہ بگویہ بھیرہ کی راہ لی اور جامعہ رضویہ لائل پور (اب فیصل آباد) سے شرعی علوم کی تکمیل کی، اساتذہ میں ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد محدث پاکستان شامل ہیں۔

دوالمیال میں اپنے دادا مولانا سید لعل شاہ سے موسوم مسجد میں تقریباً نصف صدی امامت و خطابت کی ذمہ داری انجام دی۔ اس مسجد کو گاؤں و علاقہ بھر میں ردِ مرزائیت کی سرگرمیوں میں مرکز کی حیثیت حاصل ہے اور جو بھی مقامی باشندہ مرزائی افکار و عقیدہ کے چنگل و گرفت سے نکل آئے وہ اسی مسجد کے اجتماع عام میں اپنے قبول اسلام کا اعلان کرتا ہے۔ آپ کی تبلیغ و کوشش سے دوالمیال کے ستر (۷۰) کے قریب مرزائیوں نے اسلام قبول کیا۔

جون ۱۹۸۸ء میں مرزائیوں کے چوتھے پیشوا مرزا طاہر احمد نے لندن سے پوری امت مسلمہ کو مباہلہ کی للکار دی اور ایک کتابچہ "مباہلہ کا کھلا چیلنج" طبع کرا کے تقسیم کیا۔ مولانا سید منیر شاہ نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ایک جوابی پمفلٹ "ایک مباہلہ نہیں بلکہ کئی مباہلے" چار صفحات پر چھپوا کر تقسیم کرایا۔ جس میں لکھا کہ "اپنے دادا کی طرح میں بھی مباہلہ کا چیلنج قبول کرتا ہوں، جہاں اور جس مقام پر چاہیں مرزا غلام احمد کے خاندان کے کسی بھی فرد سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہیں"۔

آپ کے دور میں ہی ۱۹۹۷ء میں دوالمیال کے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان مسجد و جنازہ گاہ کے اختلاف پر فساد و مقدمات قائم ہوئے۔ گاؤں میں ایک مسجد ۱۸۶۰ء سے موجود جس کے ارد گرد محلّہ کے باشندے مرزائی فکر سے متاثر ہوئے تو وقت گزرنے کے ساتھ یہ مسجد ان کے قبضہ میں چلی گئی۔ آج اس پر مینار علاقہ کی مساجد کے بلند و بالا میناروں میں سے ایک ہے۔ مذکورہ برس مسلمانوں نے مولانا سید منیر شاہ کی معیت میں عدالت سے رجوع کیا اور مؤقف اختیار کیا کہ یہ مسجد مرزا کے دعاوی سامنے آنے سے بھی قبل موجود اور اہل سنت و جماعت کے تصرف میں تھی۔ مرزائیوں نے نہ اس کی زمین خریدی اور نہ ہی اولیں تعمیر کی۔ لہٰذا عدالت سے ہماری استدعا ہے کہ اسے مرزائیہ کے ناجائز قبضہ سے واگزار کرا کے مسلمانوں کے سپرد کرنے کے احکامات جاری کرے تا کہ امن کی فضا قائم رہے۔

یہ معاملہ عدالت میں گیا تو مرزائیوں نے توجہ ہٹانے اور فتنہ برپا کرنے کے لیے سازش رچی اور گاؤں میں پہلے سے مسلمانوں اور مرزائیہ کی الگ الگ جنازہ گاہیں موجود ہونے کے

باوجود ایک ایسے فرقہ کی تیسری جنازہ گاہ تعمیر کرنے میں حوصلہ افزائی و پشت پناہی کی جس کے پیروکار سرے سے دوالمیال میں موجود ہی نہیں۔ اس حرکت پر مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوئے تو پولیس کی بھاری نفری گاؤں آ پہنچی۔ اب ایک اور مقدمہ حکم امتناعی کی صورت میں سامنے آیا اور مرزائیوں کے تاخیری حربوں کے باعث یہ مقدمات آج اٹھارہ برس بعد بھی عدالت میں معلق و زیر التوا ہیں۔

ان دنوں مولانا سید محمد منیر شاہ کے بڑے فرزند سید معید حسین شاہ، تحریک تحفظ ختم نبوت دوالمیال کے سرپرست ہیں (۱۱۰)۔

تیسرے پوتا مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ ۱۹۲۶ء میں دوالمیال میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱۵ء میں چوآسیدن شاہ میں سکونت ہے۔ عالم و حکیم ہیں۔ اپنے دادا مولانا سید لعل شاہ سے فارسی و عربی کتب پڑھیں۔ نیز علمی کاموں میں ان کے سیکرٹری کے طور پر کام کیا۔ حضرت بابو جی چشتی گولڑوی سے بیعت ہیں۔

قیام پاکستان سے قبل فوج میں چند برس ملازمت کی اور دادا گرامی کی وفات کے بعد مسجد باوا لعل شاہ میں ان کی جگہ امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ جب چھوٹے بھائی مولانا سید منیر شاہ تعلیم مکمل کر کے واپس آئے تو مسجد کے اعمال ان کے سپرد کیے۔ قیام پاکستان کے وقت جزیرہ انڈیمان (کالا پانی) میں پولیس میں ملازم تھے۔ وہاں سے واپس آئے تو دوالمیال میں دکان بنائی نیز چند ماہ مسجد بوہڑ والی میں امام و خطیب رہے۔ پھر دکانداری کے ساتھ بھائی کی معاونت سے مرزائیت کے رد و تعاقب میں فعال رہے اور ماہر ردِ قادیانیت، راولپنڈی میں مسجد چوہدری فیروز خان محلّہ قاسم آباد کے امام و خطیب مولانا محمد اورنگزیب (وفات ۱۹۹۸ء) سے رابطہ رکھا اور مختلف اوقات میں دوالمیال میں ان کے خطاب کا اہتمام کیا۔ نیز اس موضوع پر رسائل و کتب گاؤں میں تقسیم کیں۔ یہیں پر ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت میں فعال رہے۔ جس دوران معاملات پولیس اور جلسوں پر پابندی تک پہنچے۔ ۱۹۷۸ء میں چوآسیدن شاہ منتقل ہوئے جہاں سادات دواخانہ کے مالک اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر ہیں۔ جزیرہ انڈیمان میں تھے تو دوالمیال کا ایک مرزائی بھی ملازمت میں ساتھ تھا۔ جس نے موقع پا کر اپنے فاسد عقائد کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس پر آپ نے وہاں سے قریب کلکتہ شہر میں ایک تنظیم سے رابطہ کر کے مرزائی

افکار کے بطلان پر مبنی لٹریچر منگوا کر تقسیم کیا اور اس کی کوششوں کو ناکام بنایا۔(۱۱۱)

۱۹۵۰ء میں دوالمیال میں ایک مرزائی نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی، جس کی خبر ''رضوان'' میں چھپی (۱۱۲) آپ اس رسالہ کو خریدار مہیا کرنے میں بھی معاون رہے (۱۱۳)

مولانا حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ کے فرزند سید سبط الحسن شاہ (پیدائش یکم جنوری ۱۹۶۲ء) دوالمیال میں دکاندار اور تحریک منہاج القرآن کے ناظم ہیں۔ دیگر مقامی تنظیموں کے علاوہ اس تنظیم کی جانب سے بھی مسجد باوا سید لعل شاہ میں مرزائیت کے تعاقب میں جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر محمد الیاس اعظمی، پروفیسر صابر نقشبندی ساکن آڑہ ضلع چکوال، اور تحریک کے مرکز کی جانب سے درس قرآن پر تعینات مولانا افضال احمد مختلف اوقات میں یہاں آئے اور خطاب کیا۔ پروفیسر الیاس اعظمی کی مسجد سید لعل شاہ سے ملحق ایک گھر میں مرزائی مربی فضل اللہ تارڑ سے حیات سیدنا عیسیٰؑ پر بحث و گفتگو بھی ہوئی (۱۱۴)۔

دوالمیال میں مرزائی آبادی کا تناسب سات سے دس فی صد ہوگا اور اس استعماری آفت کا مقابلہ و سامنا کرنے کے لیے مقامی مسلمان بھی بالعموم مذہبی قیادت کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اس ضمن میں متعدد عام افراد کی خدمات بھی قابل تحسین و ذکر کے لائق ہیں جن کا اس مختصر تحریر میں احاطہ و بیان ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر انجینئر حاجی ملک رشید احمد مقیم کینیڈا جنہوں نے گاؤں کے رفاعی کاموں میں بڑھ چڑھ کر اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں گاؤں کی بچیوں میں اسلامی تعلیمات کے فروغ میں فعال ہیں۔ ادھر میر پور آزاد کشمیر کے دار العلوم گلزار حبیب میں شعبہ برائے خواتین کے نگران و سرپرست ہیں۔ میر پور میں ایک مرزائی کا مقدمہ سامنے آیا جسے مقامی وکلاء نے جیت کر دم لیا۔ دوالمیال میں مسجد کی واگزاری کا مقدمہ قائم ہوا اور حاجی رشید احمد پاکستان آئے تو ان کی درخواست و خواہش پر میر پور کے چند وکلاء دوالمیال آئے اور مسجد مقدمہ میں قانونی مشورے دیئے۔

علماء و مشائخ دوالمیال کی اس جانب توجہ و راہنمائی اور عامۃ المسلمین کی جدوجہد کے نتائج بھی سامنے آئے جن میں سے دو بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

۱- یہاں کے مرزائیوں کو مال و تعلیم کی کمی نہیں رہی اور قیام پاکستان سے قبل پھر آزادی کے بعد اعلیٰ سرکاری مناصب بھی حاصل رہے۔ لیکن تمام تر ذرائع اثر و رسوخ، لالچ، سازش، دھمکی کے استعمال کے باوجود مرزائی فکر گاؤں کی حدود سے باہر نہیں نکل پائی اور علاقہ اس آلودگی سے محفوظ ہے

۲- اسی پر بس نہیں بلکہ اولیں مرزائیوں کی آئندہ نسلوں میں سے متعدد خاندان اسلام کی طرف لوٹ آئے، یہاں دو مثالیں پیش ہیں:

صوبیدار فتح محمد ملک جو وائسرائے ہند سے دہلی میں ملاقات کرنے والے مرزائی وفد میں شریک تھے۔ ان کے پانچ بیٹے تھے اور سبھی مرزائی ہوئے جن میں سے ایک میجر جنرل نذیر احمد گیریژن کمانڈر لاہور تھے۔ انہی صوبیدار فتح محمد کی نسل کے تین مسلم افراد صوبیدار منیر احمد، کرنل اظہر محمود، محمد عمران کا یہاں ذکر مقصود ہے۔ صوبیدار منیر احمد ولد صوبیدار میجر اللہ دتہ ولد صوبیدار فتح محمد ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۸ء میں ملتان میں ایک ولی اللہ پیر مستان علی قادری جالندھری ملتانی (وفات ۱۹۸۴ء) سے ملاقات ہوئی۔ پھر خاندانی افکار سے لاتعلق ہوئے اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اب ان کے بیوی و بچے سب مسلمان و اہل سنت و جماعت ہیں۔ دوسرے فرد لیفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ اظہر محمود ولد نثار احمد ولد صوبیدار فتح محمد، اسلام آباد میں مقیم اور احمدیت سے کوئی تعلق نہیں۔ تیسرے فرد محمد عمران ولد مختار احمد ولد صوبیدار میجر اللہ دتہ ولد صوبیدار فتح محمد، عمر تقریباً چالیس سال، ملتان میں مقیم اور دعوت اسلامی (۱۱۵) سے وابستہ ہیں۔(۱۱۶)

حکیم کرم داد، جو دوالمیال میں مرزائی فکر کے فروغ و دفاع میں فعال سب سے اہم فرد تھے ۔ ان کے مسلمان پوتا لیفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ مبشر احمد ولد عبدالعزیز (پیدائش ۱۹۴۴ء) گاؤں و علاقہ کی غیر سیاسی و غیر متنازع شخصیت ہیں۔ ان کے چار اعمال نمایاں و قابل ذکر ہیں:

پہلا: اسلامی و سیاسی موضوعات نیز حالات حاضرہ پر اردو، انگریزی میں لکھتے ہیں، جیسا کہ ''اردو ڈائجسٹ'' ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء کے شماروں میں ''بوجھو تو جانیں'' عنوان سے تحریر اسلامی موضوع پر ہے۔ نیز اخبار The News وغیرہ کے کالم نگار ہیں۔

دوسرا: سماجی بھلائی کے کاموں بالخصوص سابق سرکاری ملازمین کے حقوق دلانے میں علاقہ بھر میں سرگرم ہیں۔

تیسرا: دوالمیال میں ۱۹۹۴ء میں بچیوں کا کالج قائم کیا جس سے علاقہ کہون کی سیکڑوں خواتین نے بی اے اور ایم اے کیا اور پردہ و دیگر اسلامی بنیادی تعلیمات کی تربیت پائی۔

چوتھا: مرزائی افکار پر خود تحقیق انجام دی اور مرزا غلام کی نوے (۹۰) کے قریب تصانیف بغور پڑھیں پھر اس عقیدہ سے تائب ہو کر اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے

انہیں دورانِ تحقیق دو باتوں نے راہ سجھائی:

(۱) مرزا کی تصانیف میں تضادات ہیں، چنانچہ ایک کتاب میں کوئی دعویٰ درج کیا تو دوسری میں کچھ اور پیش کر دیا، لہٰذا ابھی تک یہ بھی طے نہیں ہو سکا کہ وہ کس تاریخ کو مبعوث ہوا۔

(۲) ایک لاکھ سے زائد پیغمبر آئے جو اخلاق عالیہ کے مالک تھے، مخالفین سے بات کرتے ہوئے بھی اخلاق کا لحاظ رہا لیکن نبی ہونے کے مدعی مرزا کی تصانیف گالی گلوچ سے بھری پڑی ہیں اور مرزا کی شخصیت کو اخلاق کا اچھا نمونہ نہیں کہا جا سکتا۔

کرنل مبشر احمد پر اس مرحلہ میں مرزائیوں کی طرف سے بہت لے دے ہوئی۔ جس پر انہوں نے مرزا غلام کی تصانیف میں تضادات پر مبنی اور اخلاق سے گری ہوئی عبارات پر نشان لگا کر یہ کتب ان احمدی حضرات کے سپرد کر دیں۔ انہوں نے مرزائیت پر اپنی تحقیق کو کتابی شکل میں قلم بند بھی کیا جس کا نسخہ ان کے ہاں محفوظ و غیر مطبوع ہے۔ اور پہلی مسلمان بیوی نے وفات پائی، جن کی نماز جنازہ میں شریک چند افراد سے راقم سطور کی ملاقات ہوئی۔ کرنل مبشر احمد کی دوسری شادی چکوال شہر میں ہوئی تو خطبہ نکاح مولانا حافظ عبدالحلیم نقشبندی نے پڑھا (۱۱۷)۔

بابا ملک فقیر مرزا دوالمیالوی (وفات ۱۹۰۴ء)

دوالمیال میں مرزائیت کی تاریخ کا تذکرہ بابا فقیر مرزا کے ذکر کے بغیر نامکمل و ادھورا رہے گا۔ جن کا مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تصانیف میں بھی ذکر کیا (۱۱۸)۔ یہاں پہلے دوالمیال میں مرزائی پیشوا حکیم کرم داد اور پھر مرزا غلام کے اس بارے موقف، بعد ازاں دوالمیال کے علماء اسلام کی رائے پیش ہے:

حکیم کرم داد، جو مرزا غلام کو نبی ہی نہیں رسول مانتے تھے (۱۱۹) اس کا بیان ہے کہ ۷ رمضان ۱۳۲۱ھ کو حافظ شہباز احمد کے گھر ملک فقیر مرزا ولد فیض بخش کا مجھ سے مباہلہ ہوا جس میں فقیر مرزا نے یہ کہا:

"مرزا غلام احمد صاحب کا سلسلہ ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ تک ٹوٹ پھوٹ جاوے گا اور بڑے سخت درجہ کی ذلت وارد ہوگی جسے تمام دنیا دیکھے گی۔ اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی یعنی اگر مرزا کا یہ سلسلہ اور عروج ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ تک قائم رہا یا ترقی کی تو

میں ہر قسم کی سزا قبول کرنے کو تیار ہوں" (۱۲۰)

حکیم کرم داد کا ہی بیان ہے کہ ملک فقیر مرزا کے اس اقرار نامہ پر فریقین کے علاوہ حافظ شہباز احمد نیز گاؤں کے بیس سے زائد افراد کے دستخط لیے گئے اور یہ اخبار میں اشاعت کے لیے "البدر" کے ایڈیٹر کو قادیان روانہ کیا۔ "انہوں نے یہ لکھ کر کہ ہم ایسے مضامین کو اپنے اخبار میں درج نہیں کرتے واپس کر دیا" (۱۲۱)۔

اس واقعہ و مباہلہ پر بقول حکیم کرم داد، ایک سال گزر گیا تو ملک فقیر مرزا نے وفات پائی جس کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

"جب دوسرا رمضان آیا تو اس کے محلہ میں طاعون شروع ہوگئی۔ اس وقت یہ چار آدمی گھر میں موجود تھے۔ ایک ملہم (فقیر مرزا) دوسری ملہم کی بیوی، تیسری لڑکی، چوتھی لڑکے کی زوجہ۔ پہلے ملہم کی بیوی کا طاعون سے انتقال ہو گیا پھر خود فقیر صاحب ۵ یا ۶ رمضان ۱۳۲۲ھ کی شام کو سخت طاعون میں مبتلا ہو گئے ...... آخر پورے ایک سال کے بعد جس روز پیش گوئی کی گئی تھی یعنی ۷ رمضان ۱۳۲۲ھ کو ہلاک ہو گیا۔ دو لڑکیاں جو پیچھے رہ گئی تھیں وہ بھی تھوڑے دنوں کے بعد سخت بیمار ہو گئیں...... حضرت مرزا صاحب قادیانی کے سلسلہ کے عوض مرزا دوالمیالی کے گھر کا سلسلہ تباہ ہو گیا۔ (۱۲۲)۔

بابا فقیر مرزا کی وفات کے بعد حکیم کرم داد نے دستخط شدہ اقرار نامہ اور خط میں اس واقعہ کی تفصیل درج کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کو ارسال کر دیئے، جسے یہ خط ۲۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ملا۔ جس نے دونوں کے متون اپنی نشانیوں کے ضمن میں "حقیقۃ الوحی" میں نقل کر کے اس واقعہ پر یہ تبصرہ کیا:

"مجھے ایک خط پہنچا ہے جس میں ایک بڑے نشان کا ذکر ہے۔ اس خط کے کاتب حکیم کرم داد صاحب ہیں ...... فقیر مذکور...... اپنے تئیں ایک بزرگ ولی اللہ قرار دیتا ہے ......ہم خدائے قدیر و کریم کا شکر کرتے ہیں جو ہر میدان میں ہمیں فتح دیتا ہے" (۱۲۳)

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی واقعہ کے تناظر میں اپنی دوسری تصنیف "چشمہ معرفت" میں ملک فقیر مرزا دوالمیالی کا یوں ذکر کیا:

"ایسا ہی ایک شخص فقیر مرزا نام جو اپنے تئیں اولیاء اللہ میں سے سمجھتا تھا، اور اس کے بہت مرید تھے۔ میرے مقابل پر کھڑا ہوا اور دعویٰ کیا کہ خدا نے مجھے عرش سے خبر دی ہے کہ آئندہ رمضان تک یہ شخص یعنی یہ عاجز طاعون سے ہلاک ہو جائے گا۔ پس جب رمضان کا مہینہ آیا تو

خود طاعون سے ہلاک ہوگیا'' (۱۲۴)۔

اور ''تاریخ احمدیت'' کے مصنف نے بھی ملک فقیر مرزا دوالمیالوی سے متعلق یہ واقعہ حقیقۃ الوحی اور اس کے ضمیمہ کے حوالہ سے درج کر کے محض یہ اضافہ کیا'' جس نے حضور کے خلاف طاعون پڑنے کی بددعا کی وہ بددُعا اسی پر پڑی''۔ (۱۲۵)

اب اس بارے دوالمیال کے اہل سنت عالم وصوفی مولانا سید کرم حسین شاہ کی رائے و موٴقف ملاحظہ ہو جو انہوں نے ۱۹۲۴ء میں ''حقیقت مرزائیت'' میں بیان کیا:

''مرزا صاحب کا فرمانا فقیر مرزا دوالمیالی کے متعلق کہ اس کے بہت مرید تھے۔ بالکل جھوٹ اور ناواقفوں کو دھوکا دینے کے لیے لکھا ہے، وگرنہ کوئی قادیانی ایک اس کا مرید بتلا دے۔ اور یہ جو کہا ہے کہ اس نے دعویٰ کیا کہ آئندہ رمضان تک یہ شخص یعنی یہ عاجز طاعون سے ہلاک ہوجائے گا۔ بالکل جھوٹ'' (۱۲۶)

انہی مولانا سید کرم شاہ نے ۱۹۳۱ء میں ایک مضمون میں مرزا غلام احمد قادیانی کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد یہ لکھا:

''مرزا خان ایک معمولی زمیندار ہمارے گاؤں کا تھا۔ وہ نہ کوئی فقیر تھا اور نہ اس کا کوئی مرید تھا۔ نہ اس نے مرزا صاحب آنجہانی سے یہ شرطیں باندھیں۔ یہ بھی دروغ گویم بر روئے تُو، والا معاملہ ہے'' (۱۲۷)

اور مولانا سید محمد منیر شاہ دوالمیالوی نے ۱۹۸۸ء میں اس مباہلہ کا حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا:

''موضع دوالمیال میں بھی پہلا مباہلہ فقیر مرزا خان دوالمیالوی اور مرزا غلام احمد قادیانی میں ہوا جس میں بذات خود غلام احمد نے تحریر کیا تھا کہ میرے مدِ مقابل مرزا خان دوالمیالوی کی نسل نیست ونابود ہوگئی۔ حالانکہ اہل دیہہ کے تمام مکینوں کو علم ہے کہ فقیر مرزا خان کی نسل خدا کے فضل وکرم سے پھل پھول کر آج بھی مرزا غلام احمد کا منہ چڑا رہی ہے'' (۱۲۸)

۷ رمضان ۱۳۲۱ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۰۳ء بروز جمعہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت و افکار کو لے کر دوالمیال میں حافظ شہباز مرزائی کے گھر بابا فقیر مرزا خان ملک اور حکیم کرم داد کے درمیان جو مباہلہ ہوا۔ اس کے بارے میں اولین تحریری معلومات و مآخذ مرزا قادیانی کی تصانیف ہیں جو قابل اعتماد نہیں۔ یہاں انہی معلومات کی بنا پر اس واقعہ کا جائزہ پیش ہے:

(۱) مرزا قادیانی نے ''چشمہءِ معرفت'' میں لکھا کہ فقیر مرزا نے کہا، آئندہ رمضان تک یہ شخص یعنی یہ عاجز طاعون سے ہلاک ہوجائے گا۔ جبکہ قبل ازیں خود ہی ''حقیقۃ الوحی'' میں فقیر مرزا کا جو اقرار نامہ نقل کیا، اس میں طاعون سے موت کا دعویٰ وپیش گوئی درج نہیں، بلکہ لفظ ''طاعون'' ہی مذکور نہیں۔

(۲) اور ''چشمہءِ معرفت'' میں ہی لکھا کہ فقیر مرزا کے بہت مرید تھے۔ یہ بھی درست وصحیح نہیں۔ اور دوالمیال کے مولانا سید کرم حسین شاہ، مرزا قادیانی کے یہ دونوں جھوٹ منظر عام پر لے آئے تھے۔

(۳) اور مرزا قادیانی نے ''چشمہءِ معرفت'' میں جو لکھا کہ میری موت کی پیش گوئی کا وقت آئندہ رمضان یعنی ۱۳۲۲ھ تک بتایا گیا، یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ ''حقیقۃ الوحی'' میں خود ہی مباہلہ کے نتیجہ کی آخری تاریخ اس کے انعقاد کے بیس دن بعد یعنی ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ بتائی۔

(۴) حکیم کرم داد نے مرزا قادیانی کو جو اقرار نامہ وخط روانہ کیے۔ اس میں خود اعتراف کیا کہ اخبار ''البدر'' قادیان نے مباہلہ دوالمیال کی دستاویز شائع کرنے سے انکار کردیا اور ہمیں واپس بھیج دی۔

(۵) اسی خط سے یہ بھی واضح ہے کہ مباہلہ میں طے شدہ بیس دن گزر گئے اور کچھ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ اس پر دوالمیال یا دیگر مقامات کے مرزائیہ نے اپنی جیت وحقانیت کا جشن نہیں منایا اور اقرار نامہ میں طے شدہ ضابطہ کے مطابق فقیر مرزا کے خلاف مقامی مرزائیوں یا پنچائت نے کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی۔ اگر کوئی قدم اٹھایا گیا ہوتا تو خط میں اس کا ذکر ضروری ٹھہرا۔ اپنے افکار کی ترویج واشاعت کا یہ سنہری موقع کیوں گنوادیا، معلوم نہیں۔

(۶) اس وقوعہ کے تقریباً تین برس بعد اور فقیر مرزا کی وفات کے بھی تقریباً دو برس بعد حکیم کرم داد نے مباہلہ کا اقرار نامہ، تعارفی خط کے ساتھ مرزا قادیانی کو روانہ کیے جسے یہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۶ء کو ملا۔ مرزا غلام کے ہاں اس لمحہ ''حقیقۃ الوحی'' زیر تصنیف تھی چنانچہ اسی روز یہ اقرار نامہ و خط اس کتاب میں شامل کیے۔

حکیم کرم داد اتنا عرصہ کیوں چپ بیٹھے رہے، اپنی فتح ونصرت کا یہ واقعہ پہلے روز ہی مرزائی اخبارات ورسائل میں شائع نہیں کرایا، جبکہ وہ خود بھی مصنف ومضمون نگار تھے۔ مرزائی رسائل

میں ان کے مضامین موجود ہیں۔ حقیقۃ الوحی ۳۰ اپریل ۱۹۰۷ء کو چھپی تب مباہلہ دوالمیال کا واقعہ چار برس بعد پہلی بار سامنے آیا (۱۲۹)۔ بعدازاں مرزا غلام نے ''چشمۂ معرفت'' میں مختصر ذکر کیا۔ جو اس کی موت سے گیارہ روز قبل ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی (۱۳۰)۔

(۷) حکیم کرم داد کے خط سے ہی واضح ہے کہ فقیر مرزا نے ۷ رمضان کو طاعون کے باعث وفات پائی۔ گویا ماہِ مبارک میں شہادت پائی۔ دوسری جانب محض چار برس بعد خود مرزا غلام احمد قادیانی کی لاہور میں موت کیسے ہوئی؟ یہاں محتاج بیان نہیں۔

(۸) مباہلہ دوالمیال بارے حکیم کرم داد کے خط اور اس واقعہ پر مرزا غلام کے مذکورہ تبصرہ سے ناواقف مرزائیوں نے تاثر لیا کہ فقیر مرزا کی نسل بھی برباد ہوگئی۔ اس تاثر کا جواب مولانا سید محمد منیر شاہ دوالمیالوی نے دیا جو گزر چکا۔ علاوہ ازیں بابا فقیر مرزا ملک گھرانہ کے تین افراد سے ۱۱ اپریل 2015ء کو راقم السطور کی ملاقات ہوئی۔ ایک ان کے پوتا ریشم خان دکاندار نیز عامر شہزاد (پیدائش جنوری ۱۹۹۷ء) ولد محمد خان (پیدائش جون ۱۹۴۲ء) ولد عباس خان ولد نور محمد ولد فقیر مرزا خان ولد فیض محمد۔ باپ بیٹا دونوں سے ہوئی اور حاجی محمد خان سابق فوجی، مذہب پسند اور سماجی خدمات میں فعال ہیں۔

(۹) آخر میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کی ہزیمت کا واقعہ جو بابا فقیر مرزا دیکھ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

جیسا کہ اس مضمون کے آغاز میں گزر چکا کہ خطہ چکوال کے ہی مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر اور مرزا غلام کے درمیان مقدمہ جہلم پھر گورداسپور کی عدالت میں زیرِ سماعت تھا۔ جس کی لمحہ بہ لمحہ روداد ہفت روزہ ''سراج الاخبار''، جہلم میں شائع ہو رہی تھی اور دوالمیال میں اس اخبار کے خریدار موجود تھے۔ چنانچہ اس کے فیصلہ کی گھڑی آ پہنچی اور آٹھ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو ہندو مجسٹریٹ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو سات سو روپیہ جرمانہ ورنہ چھ ماہ قید کی سزا سنائی۔ بابا فقیر مرزا دوالمیالوی شاید اسی فیصلہ و خبر کے انتظار میں زندہ تھے۔ چنانچہ اس فیصلہ کے محض پانچ ہفتے بعد سولہ نومبر ۱۹۰۴ء کو وفات پائی۔

کوٹ راجگان

چوآسیدن شاہ سے چکوال جانے والی سڑک پر تقریباً تین کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں چھمبی (۱۳۱) نام کا برلب سڑک مغربی جانب ہے اور سڑک سے مشرقی جانب گاؤں سے محض نصف

کلومیٹر دور چند گھروں پر مشتمل آبادی ڈھوک راجگان یا کوٹ راجگان نام سے ہے۔ جہاں کے راجگان تتر ال کہون کے پیر صاحبان کے ارادت مند تھے۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء میں حضرت پیر محمد حسین شاہ ان کے ہاں تشریف لائے تو وفات پائی اور گہرے تعلق کا ثبوت ہے کہ وہیں پر قبر بنی اور چھمبی، کوٹ راجگان کے مشترکہ قبرستان کے مغربی کونہ میں مزار مشہور و نمایاں ہے۔

کوٹ راجگان کے راجہ علی محمد گجرات پنجاب میں محکمہ جنگلات کے افسر تھے۔ جنہوں نے مرزائیت اختیار کی۔ گجرات کا ملک برکت علی، مرزا غلام قادیانی کا ''صحابی'' تھا اور ۱۹۴۴ء میں ہندوستان بھر کے آٹھ اضلاع میں مرزائی گروہ کے سرپرست پہلی بار مقرر کیے گئے تو ملک برکت علی کا بیٹا ملک عبدالرحمٰن خادم ایڈووکیٹ (وفات ۱۹۵۷ء) ضلع گجرات میں جماعت کا پیشوا مقرر ہوا۔ (۱۳۲) جس نے ۱۹۵۲ء میں ''احمدی پاکٹ بک'' تصنیف کی اور مولانا محمد عمر اچھروی نے تین جلدوں کی ضخیم کتاب ''مقیاس النبوۃ'' اسی کے جواب میں لکھی جو مطبوع ہے۔

راجہ علی محمد نے عبدالرحمٰن خادم کی بہن سے دوسری شادی کر لی، جس باعث عبدالرحمٰن خادم کا اس علاقہ میں آنا جانا ہوا تو اس خاندان میں مرزائی فکر مزید پھیلی۔ تب مقامی علماء متوجہ ہوئے اور ۱۲ اگست ۱۹۲۹ء کو چھمبی میں مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی اور عبدالرحمٰن خادم کے درمیان مناظرہ ہوا (۱۳۳) جس سے تین دن قبل ۹ اگست کو چوآسیدن شاہ کی دوسری جانب کے قصبہ ڈنڈوت میں مولانا محمد احسن اور عبدالرحمٰن خادم میں مناظرہ منعقد ہو چکا تھا (۱۳۴) نیز مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی نے ''احمدی پاکٹ بک'' کی طرز پر جواب میں ''حنفی پاکٹ بک'' تالیف کی۔

وقت اپنی رفتار سے آگے بڑھتا رہا اور کوٹ راجگان کے باشندے مسلمان و مرزائی عقائد پر منقسم رہے نیز اکثر مرزائی افراد نقل مکانی کر گئے۔ اسی راجہ علی محمد کی نسل کے چند افراد اسلام پر قائم رہے۔ جو ایک مرحلہ پر جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہوئے تو جماعت کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی (وفات ۲۰۰۳ء) اور دیگر مرکزی راہنما مختلف اوقات میں کوٹ راجگان کے اس گھرانہ میں تشریف لائے۔

حضرت پیر محمد حسین شاہ کی نواسی کے داماد حضرت پیر انور حسین شاہ نقشبندی چشتی (پیدائش ۱۹۲۷ء/ وفات: ۲۰۱۶ء) تتر ال کہون سے ۱۹۶۹ء میں ہجرت کر کے چھمبی آ بسے۔ جو سرکاری ملازمت سے پنشن یاب ہونے کے بعد ۱۹۸۱ء سے ۲۰۰۵ء تک مسجد حنفیہ رضویہ چھمبی میں امام و

مدرس رہے۔ اسی دوران تقریباً ۱۹۹۶ء میں کوٹ راجگان کے ایک آدمی نے وفات پائی۔ پیر انور حسین شاہ کی معلومات و تحقیق کے مطابق مرنے والا مرزائی تھا۔ چنانچہ انہوں نے گاؤں کی مرکزی مسجد یا رسول عربی کے امام و خطیب مولانا قاضی رفیع الدین سے تبادلہ معلومات کی۔ نتیجتاً خطیب صاحب نے جنازہ و تدفین کے اعمال انجام دینے سے علیحدگی اختیار کر لی۔ پیر صاحب نے جذبہ ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ جس جرأت سے اٹھایا، اہل دیہہ کے ہاں زیر غور آیا تب لوگوں نے مرنے والے کے ایمان و کفر کے متعلق دو آراء اختیار کیں۔ یہ مرحلہ اسی کیفیت میں گزر گیا اور جنازہ کے انکار اور پڑھنے سے روکنے کا معاملہ علاقہ میں پھیلا۔ نیز دیگر مقامات کے علماء کے علم میں لایا گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد مرنے والے اس آدمی کے مسلمان بیٹا نے پیر انور حسین شاہ کو دستاویزی ثبوت پیش کیے جن سے مرزائی ہونا ثابت تھا۔ کوٹ راجگان میں شاید یہ آخری مرزائی فرد تھا۔ ادھر یہ واقعہ مرزائیوں کے عقائد و افکار بارے عامۃ المسلمین میں بیداری و شعور کا سبب بنا۔ (۱۳۵)

حضرت پیر انور حسین شاہ نے ۱۹۸۵ء میں اس چھوٹے سے گاؤں چھمبی میں ''بہاء الدین زکریا لائبریری'' قائم کی اور اسلامی موضوعات پر رسائل و کتب بلا معاوضہ تقسیم کا شغل اپنایا۔ اس ضمن میں دس کے قریب کتب اس لائبریری کی طرف سے بھی شائع کی گئیں اور اسی کے زیر اہتمام کتاب ''عربی زبان میں رد قادیانیت'' تالیف کی گئی جو کہ از زیر طبع ہے۔

پِچنند

تلہ گنگ سے مغربی جانب میانوالی شہر جانے والی سڑک پر تقریباً ۴۵ کلومیٹر فاصلہ پر تر حالہ موڑ سے مزید سات کلومیٹر ذیلی سڑک پر قصبہ پچنند واقع ہے۔ ۱۹۳۵ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسرے جانشین مرزا بشیر الدین محمود نے جماعت احرار کے لیڈران کو مباہلہ کا چیلنج کیا تو مختلف مقامات کے مرزائیوں نے مباہلہ میں شرکت کے لیے نام درج کرائے۔ جن کے ناموں کی فہرست ''الفضل'' میں قسط وار شائع کی گئی اور پیش نظر قسط میں پچنند کے تین مرزائیہ کے نام شامل ہیں (۱۳۶)

ان ایام میں پچنند میں مولانا احمد خان (وفات ۱۹۴۲ء) نمایاں عالم تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے ان کے خلاف کام کیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے اس فتنہ کا رد کیا۔ اس ضمن میں ان کی قلمی تحریریں موجود ہیں۔ بعد ازاں ۱۹۵۴ء میں مسجد شیرال نزد واٹر ٹینکی میں مولانا محمد صادق ملتانی اور

قادیانی مبلغ میں مناظرہ ہوا جولا جواب ہو کر فرار ہو گیا (۱۳۷)۔

پھر مولانا عبد الرحمٰن چشتی سابق خطیب پاکستان فوج، اس جانب متوجہ رہے اور جمعہ کے خطبات نیز دیگر مواقع پر قادیانیوں کا رد کیا۔ اس دوران تقریباً ۱۹۶۷ء میں مسلمان لڑکی کا مرزائی سے نکاح کا معاملہ سامنے آیا تو پچنند کے ہی پیر نور زمان شاہ ہمدانی (وفات ۱۹ اگست ۲۰۰۴ء) نے علماء سے رابطہ کیا۔ جس پر شرعی حکم سامنے آیا کہ طلاق کی حاجت نہیں کیونکہ خاوند کے کفریہ عقائد کے باعث نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ چنانچہ عورت الگ کی گئی اور دوسری جگہ شادی ہوئی (۱۳۸)۔

آج کے پچنند کے علماء میں مولانا احمد خان کے فرزند مولانا مفتی محمد ابراہیم سیالوی (پیدائش ۱۹۴۸ء) مقیم واں بھچراں ضلع میانوالی (۱۳۹) اور ان کے تین فرزند مولانا مفتی محمد رشید سیالوی، پروفیسر محمد سعید سیالوی مقیم واں بھچراں، مولانا محمد حبیب سیالوی (پیدائش ۱۶ اگست ۱۹۷۱ء) خطیب مسجد محمدیہ محلہ ریتلیاں پچنند کے علاوہ مولانا محمد عبد اللہ حقانی سابق خطیب پاکستان فوج، مولانا محمد جعفر، مولانا عبد المجید کوکب کے نام اہم ہیں:

پچنند میں عیدین اور جنازہ کی نمازیں پڑھنے کے لیے جگہ مختص ہے جہاں مولانا محمد عبد اللہ حقانی نماز عید کے امام مقرر ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں ایک مرزائی مر گیا تو مولانا حقانی نے آواز بلند کی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنے کے متعلق شرعی حکم اور آئین پاکستان میں ان کے غیر مسلم ہونا بیان کیا۔ تب عوام نے بھی ساتھ دیا، یہ مرحلہ تو گزر گیا لیکن جلد ہی مرزائی گروہ نے الگ قبرستان کا بندوبست کر لیا۔

مولانا محمد عبد اللہ حقانی، مولانا محمد جعفر، مولانا محمد حبیب سیالوی کی سعی و اہتمام سے جون ۲۰۰۰ء کو اسی عید گاہ میں عظیم الشان تاجدار ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں مولانا مفتی محمد ابراہیم سیالوی اور ان کے فرزند پروفیسر محمد سعید سیالوی کے علاوہ ملک کے نامور عالم و مصنف مولانا محمد اشرف سیالوی (وفات ۲۰۱۳ء) (۱۴۰) وغیرہ نے خطاب کیا اور مرزائی افکار بے نقاب کیے اور ۲۰۰۰ء سے ہر سال ماہ اکتوبر میں اسی مقام پر کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں پنجاب بھر سے علماء اہل سنت مدعو کیے جاتے ہیں اور ''القمر ویلفیئر سوسائٹی تلہ گنگ'' اس کی منتظم ہوتی ہے۔

القمر ہسپتال تلہ گنگ کے مالک ڈاکٹر حافظ محمد بشیر ملک، القمر سوسائٹی کے صدر اور پچنند کے باشندہ ہیں۔

پچنند میں مرزائی گھرانوں کی تعداد تقریباً آٹھ اور ان کی عبادت گاہ پہلے سے موجود ہے لیکن اپنی دینی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے گاؤں میں مرکز تعمیر کرنے کے لیے جگہ حاصل کر لی اور ۲۰۱۱ء میں اس پر کام شروع کر دیا۔ اس پر مقامی علماء اہلسنت نے پھر قدم اٹھایا اور حکام کے نام ایک درخواست تیار کر کے اس پر مقامی افراد کے دستخطوں کے حصول کی مہم چلائی۔ پھر یہ درخواست اعلیٰ حکام کو پیش کی تا کہ مرزائیوں کی اس خلاف آئین کارروائی پر قانون حرکت میں آئے۔ نیز اس فعل پر احتجاج و مذمت میں ایک کانفرنس مسجد محمدیہ میں منعقد کی جس میں پچنند کے مولانا عبدالمجید کوکب و دیگر علماء اور تلہ گنگ کے موضع کوٹ گلّہ کے صاحبزادہ مولانا سید عبدالرزاق شاہ نیز مولانا سلطان شمس العارفین سجادہ نشین چوکھنڈی شریف و خطیب جامع مسجد تلہ گنگ وغیرہ نے خطاب کیا(۱۴۱)۔

اور گزر چکا کہ مولانا گل محمد سیالوی نے کتاب ''قہر یزدانی برسرِ دجال قادیانی'' جن احباب کی تحریک پر تالیف کی ان میں پچنند کے سابق ناظم ملک عبدالرحمٰن شامل ہیں۔ نیز یہ کتاب پچنند میں تقسیم کی گئی، جس کے مثبت نتائج سامنے آئے۔

رَتُوچھہ

یہ گاؤں چوآسیدن شاہ سے جنوبی جانب محض دو کلومیٹر فاصلہ پر پہاڑی علاقہ میں ہے اور قیام پاکستان کے وقت تین سو تیرہ رضا کاروں کا جو دستہ مرکز کو قادیان سے پاکستان منتقل کرنے کے لیے قادیان میں سرگرم تھا اس میں ایک فرد رتوچھہ کا تھا۔ نیز ''وفات نامہ مولوی دلپذیر'' کا مصنف نور محمد بھی یہیں کا باشندہ تھا۔ (۱۴۲)

ان دنوں رتوچھہ کی مسلم آبادی مولانا حافظ عمر حیات کی معیت میں اس فتنہ کے تعاقب میں فعال ہے۔ حافظ عمر حیات جولائی ۱۹۵۷ء میں یہیں پر پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں بینائی جاتی رہی لیکن دل و دماغ روشن ہیں۔ چوآسیدن شاہ میں مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی سے قرآن مجید حفظ کیا نیز مزار سیدن شاہ کی مسجد میں محکمہ اوقاف کے خطیب مولانا غلام حسین ساکن بھٹی ولانہ سے تعلیم حاصل کی اور حاجی عبدالسبحان قادری ساکن سناواں تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ سے بیعت کی۔ ۱۹۷۳ء میں ربوہ ریلوے اسٹیشن واقعہ کے نتیجہ میں جس ملک گیر تحریک ختم نبوت نے جنم لیا، اس موقع پر چکوال شہر میں بھی جلوس نکالا گیا۔ حافظ عمر حیات اس میں شریک

تھے اور مرزائیت کے تعاقب میں ان کا یہ پہلا قدم تھا۔

مرشد کے حکم پر ۱۹۸۵ء میں رتوچھہ میں تعلیم قرآن کریم اور ردِ مرزائیت پر کام شروع کیا جو تا حال بحسن و خوبی جاری ہے۔ گھر میں ''دارالعلوم ختم نبوت'' قائم کیا نیز مسجد صدیق اکبر کے خطیب جمعہ ہیں۔ اسی کے ساتھ بارہ ربیع الاول کو میلاد النبی ﷺ کی فرحت و سرور کے اظہار میں جلوس گزشتہ سینتیس برس سے ان کے گھر سے شروع ہوتا ہے جو کسی مسجد، کھلے میدان یا سکول میں جلسہ کے انعقاد پر ختم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں خواتین کی محفل میلاد اور دس محرم کو شہداء کربلا جلسہ کا اہتمام کرتے ہیں۔

رتوچھہ میں قبل ازیں ان کے استاذ مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی اور ان کے فرزند مولانا سید عبدالحق شاہ نے ردِ قادیانیت پر تقاریر کے ذریعے خدمت اسلام انجام دی۔ اب حافظ عمر حیات ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کرتے ہیں جس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اس عمل میں تحریک منہاج القرآن کے مبلغین و کارکنان بھی حصہ لیتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل سابق ڈپٹی کمشنر چکوال مصنف و محقق ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی اور سابق قادیانی و انجمن طلبہ اسلام لاہور کے کارکن عرفان محمود برق نے ختم نبوت کانفرنس رتوچھہ میں خطاب کیا۔

۱۹۸۵ء میں مرزائیوں کو اسلامی شعائر کے استعمال سے روکنے کے لیے اسلام آباد میں ملک گیر ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد جاری تھا، تو رتوچھہ میں مرزائی عورتوں نے اس کانفرنس کے شرکاء کو گلی محلہ میں گالی گلوچ شروع کر دیا۔ اس پر حافظ عمر حیات ایک درخواست لے کر وفد کے ہمراہ تھانہ چوآسیدن شاہ پہنچے۔ تب پولیس اہلکار گاؤں آئے اور فریقین کو بٹھا کر مذاکرات کیے جس دوران مرزائی نمائندہ و سربراہ نے لکھ کر دیا کہ آئندہ فساد پھیلانے والی کوئی بات نہیں کی جائے گی۔

۱۹۹۸ء کے آغاز میں مرزائی لڑکے لڑکی کے نکاح کا معاملہ سامنے آیا تو مفتی چکوال مولانا محمد اکرام الحق اور مرکزی ناظم اعلیٰ منہاج القرآن علماء کونسل لاہور مفتی عبداللطیف قادری سے الگ الگ فتاویٰ حاصل کیے گئے جو مولانا حافظ عمر حیات کے ہاں محفوظ ہیں۔

رتوچھہ کے مرزائی گھرانے اسلام کی آغوش میں آرہے ہیں۔ چنانچہ ۲۰۰۶ء میں یہاں چونسٹھ گھر تھے جو ۲۰۱۵ء میں تعداد چالیس تک آ گئی ہے۔ ان کا اپنا عبادت خانہ موجود اور اب قبرستان الگ کرنے کی مہم جاری ہے (۱۴۳)۔

کلر کہار

قیام پاکستان کے مرحلہ پر جن مرزائی رضا کاروں نے مرکز کو قادیان سے پاکستان منتقل کرنے میں حصہ لیا، ان میں ایک شخص کلر کہار کا باشندہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد نواحی قصبہ بوچھال کلاں کا ایک آدمی کلر کہار میں مرزائی گروہ کا مربی مقرر ہوا۔

کلر کہار میں ختم نبوت کے حوالے سے متعدد جلسے ہوئے جن میں مولانا گامن شاہ، مفتی فیض رسول اور مولانا محمد عمر اچھروی تشریف لائے۔ ۱۹۷۲ء کا واقعہ ہے کہ کلر کہار میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کے بینر لگائے گئے۔ جن میں سے ایک دو بینر، ایک مرزائی نیاز قطب کی دیوار سے باندھے گئے تھے۔ جب جلوس گزر گیا تو نیاز قطب نے بینر پھاڑ کر پاؤں میں روندے اور اہل اسلام کو برا بھلا کہا۔ اطلاع ملنے پر پورا شہر سڑکوں پر نکل آیا اور گھروں میں بوڑھے وعورتیں رہ گئیں۔ چار پانچ ہزار کے لگ بھگ افراد جلوس کی شکل میں تھانہ کلر کہار پہنچے اور غلام مصطفےٰ ولد علاء الدین کی مدعیت میں مقدمہ درج کرایا گیا۔

چکوال کی عدالت میں مقدمہ چلا اور مجرم کو چار سال سزا ہوئی۔ پھر سیشن کورٹ جہلم میں گیا تو سزا میں اضافہ کر کے چھ برس کر دی گئی۔ لاہور ہائی کورٹ میں اپیل تھی کہ اسی دوران مجرم جیل میں ہی مر گیا۔ یہ فیصلہ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ چکوال قاضی حبیب الرحمٰن نے کیا تھا جن پر حکومت وقت کی طرف سے شدید دباؤ تھا مگر انہوں نے حق پر فیصلہ کیا۔

حکیم غلام مصطفےٰ نقشبندی جن کی مدعیت میں یہ مقدمہ درج ہوا وہ ۱۹۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ حکیم وطبیب حاذق اور شاعر ہیں۔ اردو، پنجابی، سرائیکی، انگریزی زبانوں میں حمد ونعت اور علماء و اولیاء اللہ کے مناقب موزوں کیے۔ اشعار کی تعداد پندرہ ہزار سے زائد، جن کی ایک ہی نام "مقام عشق" سے اشاعت جاری اور چھ اجزاء چھپ چکے ہیں۔ ان دنوں کلر کہار میں مطب ہے نیز ہر جمعہ کو محفل کا اہتمام کرتے ہیں۔

۲۰۰۹ء میں علاقہ کے مرزائیوں نے کلر کہار کے نواح میں تبلیغی مرکز بنانا چاہا تو شہر کے زعماء اور انجمن نوجوانِ اسلام کے ذمہ داران واراکین نے ڈپٹی کمشنر چکوال کے ہاں جا کر اسے رکوایا۔ کلر کہار میں اب چار پانچ مرزائی گھرانے ہیں جن کا عبادت خانہ ہے اور قبرستان شہر سے باہر ہے (۱۴۴)۔

وَریامال

مرزائی رضا کاروں کے جس دستہ نے قیام پاکستان کے مرحلہ پر مرکز قادیان سے آخری اہم وضروری سامان نیز بقیہ افراد کو یہاں منتقل کیا اور پھر خود اپنے گھروں کو لوٹے، ان میں ایک موضع وریامال کے آنریری کپتان شیرولی تھے جو بعدازاں مرزائی جماعت کے دوسرے پیشوا مرزا بشیر الدین محمود کے محافظ دستہ کے نگران رہے۔ یہ گاؤں تحصیل چکوال کے موضع کریالہ سے نزدیک واقع اور ان دنوں وہاں بارہ کے قریب مرزائی گھرانے ہیں لیکن ان کی الگ شناخت کا مرحلہ ابھی طے نہیں ہوا اور نکاح وجنازہ، عبادت گاہ وقبرستان کا الگ اہتمام نہیں اور اس پہلو سے مخلوط معاشرہ و ماحول ہے۔ چنانچہ ۲۲ مارچ ۲۰۰۵ء کو کپتان شیرولی کی بیٹی فوت ہوئی تو طے کرنا مشکل ومتنازع ہو گیا کہ مسلمان تھیں یا اپنے باپ کی طرح مرزائی۔

ان دنوں نواحی گاؤں کھوکھر زیر (۱۴۵) کے مولانا حافظ عبدالرزاق (پیدائش ۱۹۵۵ء) وریامال میں ۱۹۹۸ء سے امام وخطیب تھے۔ جن کی معلومات وتحقیق کے مطابق مرنے والی خاتون مرزائی تھیں، چنانچہ وہ نماز جنازہ کی امامت وتدفین کے اعمال وافعال سے الگ و دور ہو گئے۔ ادھر متوفیہ کے بھائی عبداللہ جو گاؤں کے بااثر افراد میں سے تھا، ان کا اصرار تھا کہ وہ مسلمان تھیں۔ چنانچہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس واقعہ پر گاؤں میں شورش برپا ہو گئی اور مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے۔ کچھ مولانا عبدالرزاق کے حامی اور دیگر مخالفت پر جمع ہو گئے۔ تب معاملات مقدمات ولڑائی جھگڑا تک پہنچ گئے۔

عبداللہ جو ربوہ میں والد کے ساتھ مقیم رہے اور وہیں پر چھٹی جماعت تک تعلیم پائی اور باپ کی وفات کے بعد انہیں ربوہ مرکز سے ہر ماہ مالی امداد بھی وریامال میں موصول ہو رہی تھی۔ نیز گاؤں میں لوگوں کو مرزائیت جانب راغب کرنے کے شواہد بھی موجود تھے۔ اب عبداللہ کا بیان و اصرار تھا کہ میرے خاندان کا مرزائیت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ عبداللہ دیگر اہم حامی افراد کے ہمراہ چکوال شہر کے علماء کی خدمت میں پہنچے اور مولانا مفتی محمد اکرام الحق، مولانا حافظ عبدالحلیم نقشبندی و دیگر علماء کے سامنے مختلف اوقات میں حلفیہ بیان دیا کہ میں سچا سنی العقیدہ مسلمان ہوں اور ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں، میرا قادیانی گروہ سے کوئی تعلق نہیں۔ مفتی اکرام الحق نے ۱۰ مئی

۲۰۰۵ء کو تحریر بعنوان "فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں" کے ذریعے اسے پابند کیا کہ اپنے عقیدہ کا اعلان گاؤں کے عوام کے سامنے کرے تاکہ ماضی کے شک وشبہات کا ازالہ ہو۔ اگر ایسا نہ کرے تو اس کا عقیدۂ اہل سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ لیکن عبداللہ نے اس شرعی فیصلہ پر عمل نہیں کیا اوراس کے محض پچیس دن بعد ۴ جون ۲۰۰۵ کو سات افراد پر درخواست مقدمہ دائر کردی۔ جن میں امام وخطیب مولانا عبدالرزاق شامل تھے، جنہیں جنازہ کے واقعہ سے فوری بعد مسجد سے الگ کردیا گیا تھا۔ مقدمہ کی زد میں آنے والے دیگر چھ افراد میں بعض تحریک منہاج القرآن کے سرگرم کارکن تھے۔ درخواست ومقدمہ میں مدعی نے موقف اختیار کیا کہ میں مسلمان ہوں اور یہ لوگ مجھے کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ گرفتار کیے گئے اور وریامال میں سات برس امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے والے مولانا عبدالرزاق تین دن جیل میں رہے۔ یہ مقدمہ چار برس ۲۰۰۹ء تک جاری رہا۔ بالآخر عدالت نے تمام ملزمان کو بری کردیا۔

عبداللہ نے وفات پائی تو اس کی نماز جنازہ بھی مقامی امام نے ادا نہیں کی نیز گاؤں کے اکثر لوگ بھی جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ وریامال کی فضا ابھی تک مکدر ہے۔ (۱۴۶)

بھون

چکوال سے کلر کہار جانے والی سڑک پر قصبہ بھون واقع ہے۔ جو ماضی قریب تک چکوال ضلع کا آخری ریلوے سٹیشن تھا۔ حافظ حاجی مہر خان ولد غلام حیدر (پیدائش ۱۹۵۴ء بھون) کے بقول ۱۹۵۸ء میں کشمیری مہاجرین کا قافلہ بھون وارد وآباد ہوا، یہ لوگ مرزائی تھے۔ اب یہ لوگ دو محلوں میں آباد اوران کی تعداد تقریباً پانچ سو افراد ہے۔ بھون کا مقامی کوئی باشندہ مرزائی نہیں (۱۴۷) ان میں سے ایک محلّہ کی مسجد قاضیاں والی میں چھمبی نزد کلر کہار کے مولانا افتخار احمد چشتی عرصہ دراز سے خطیب واس جانب متوجہ ہیں۔

جبکہ دوسرا نیا محلّہ میرانامی ہے جہاں کی مرزائی عورتوں نے مسلمانوں میں اپنے افکار پھیلانے کی کوشش کی تو اہل محلّہ کی تشویش وخواہش پر اس محلّہ کی مسجد غوثیہ میں ۲۰۱۴ء میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں چکوال شہر کے اہم عالم ومرکزی مسجد حنفیہ رضویہ کے امام وخطیب مولانا مفتی سید محمد لقمان شاہ نیز مولانا محمد ندیم سیالوی اور مولانا مختار حسین چشتی نے

خطاب کیا۔ جس میں کفریات مرزا اوران کے غیر مسلم ہونے کے دلائل پیش کیے۔ محلّہ میں اس جلسہ کے مثبت اثرات سامنے آئے۔

مولانا محمد ندیم سیالوی بھون سے چار کلومیٹر دور گاؤں رہنہ سادات میں جنوری ۱۹۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم ضیاء القرآن سہگل آباد تحصیل چکوال میں تعلیم پائی اور مدرسہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں مفتی سید محمد لقمان شاہ کے ہاں دورۂ حدیث کیا۔ ۲۰۱۲ء سے ۲۰۱۴ء تک پونے تین سال بھون کی مرکزی مسجد مغل والی میں امام وخطیب رہے وہاں بھی ہر برس ماہ ستمبر میں ردِ مرزائیت پر خطبہ جمعہ دیا (۱۴۸)۔

جبکہ مولانا مختار حسین چشتی دسمبر ۱۹۸۰ء کو تحصیل تلہ گنگ کے موضع مورت میں پیدا ہوئے۔ چکوال میں مولانا سید محمد زبیر شاہ اوران کے فرزندان سے تعلیم مکمل کی اور مسجد انوار محمدیہ عرف مسجد ترکھاناں بھون میں امام وخطیب ہیں (۱۴۹)۔

چند برس قبل مرزائیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین سے روکا گیا۔ اس مطالبہ و احتجاج میں مقامی علماء وعوام اور مقامی تنظیموں، میلاد کمیٹی، لبیک یا رسول اللہ ﷺ فورس، انجمن اسیرانِ زلف رسول ﷺ، انجمن غلامانِ اہل بیت، انجمن مہریہ نصیریہ کے کارکنان نے حصہ لیا۔ تب معاملہ پولیس اور اسسٹنٹ کمشنر تحصیل چکوال تک پہنچا جو موقع پر آئے اور معاملہ پرامن طریقہ سے طے ہوا، مرزائیوں کا قبرستان الگ ہوا۔

دوسرے واقعہ میں مرزائیہ نے اپنی عبادت گاہ کی تعمیر جدید پر اس میں محراب بنانے کی کوشش کی۔ جس پر عوامی دباؤ کے ذریعے انہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق اسلامی شعائر کے استعمال سے روکا گیا۔

مولانا خان ملک کھیوالی

چکوال سے جہلم جانے والی سڑک پر شہر سے بارہ کلومیٹر فاصلہ پر ایک گاؤں "کھیوال" نام کا ہے۔ جس میں مختلف ادوار میں تیرہ سے زائد علماء ہو گزرے، جن میں سب سے اہم ومشہور مولانا خان ملک کھیوالی ہیں۔ جن کی تالیف "قانونچہ کھیوالی" مطبوع ودینی مدارس میں رائج ہے۔ انہی مولانا خان ملک کھیوالی کا مرزا قادیانی نے اپنے اولین متبعین میں خود ذکر کیا۔ جس پر کہا گیا کہ ان کے مرزائی ہونے کی یہ واضح دلیل وثبوت ہے۔ مرزا کی اس تحریر کے متعلق ہماری تحقیق و

رائے یہ ہے:

مولانا خان ملک کھیوالی کے حالات اور سال وفات دست یاب نہیں اور ان کی قبر کھیوال کے بڑے قبرستان میں ہے۔ لہٰذا ان کے احوال جاننے اور حقیقت تک پہنچنے کے لیے راقم سطور نے مرزا غلام کی تصانیف نیز مرزائیت کی تاریخ پر مرزائی مؤرخ کی ضخیم تصنیف ''تاریخ احمدیت'' کی ورق گردانی کی اور کھیوال کے تین اہم افراد سے ملاقاتیں اور اس موضوع پر گفتگو کی۔

۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو قادیان میں تین روزہ مرزائی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں پانچ سو کے قریب لوگ جمع ہوگئے۔ جن میں قادیان سے باہر دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کی تعداد ۳۲۷ تھی جن کے ناموں کی فہرست مرزا نے خود ''آئینہ کمالات اسلام'' میں پیش کی جو اگلے برس چھپی۔ اس میں آج کے ضلع چکوال کا ایک آدمی شامل جو چکوال شہر کا باشندہ تھا (۱۵۰)۔

بعد ازاں مرزا غلام قادیانی نے اپنے اولین تین سو تیرہ متبعین کے ناموں کی فہرست ''ضمیمہ انجام آتھم'' میں خود پیش کی جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔ اس فہرست میں مولانا خان ملک کھیوالی نیز ان کے بیٹا مولوی عبدالرحمٰن کھیوالی کے نام موجود ہیں (۱۵۱) اور ''تاریخ احمدیت'' میں محض اسی پس منظر میں نام درج ہے (۱۵۲)۔

علاوہ ازیں ''قانونچہ کھیوالی'' کو حسب ضرورت تیار کر کے مرزائی مدرسہ کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ اس بارے میں مرزائی مؤرخ یوں رقم طراز ہے:

''صرف میں قانونچہ کھیوالی مصنفہ مولوی خان ملک صاحب کا زبانی یاد کرنا لازمی تھا...... چونکہ قانونچہ پنجابی زبان میں تھا، اس کے قوانین کا مختصر سا خلاصہ اردو میں لکھوایا گیا جو مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری نے مرتب کیا اور وہی کورس میں رکھا گیا'' (۱۵۳)۔

کھیوال کے مذکورہ ذیل تین افراد جن میں سے دو کا مولانا خان ملک کے گھرانہ سے نسبی تعلق ہے، ان کے نام و بیانات یہ ہیں:

(۱) حاجی چوہدری محمد اورنگزیب ولد حاجی غلام محمد

(۲) عبدالباسط ولد محمد جمیل

(۳) محمد اقبال ولد حکیم حاجی محمد الیاس شکوری

حاجی اورنگزیب ۱۹۳۵ء میں کھیوال میں پیدا ہوئے، پاک فوج میں صوبیدار میجر رہے۔

شاعر و مقرر، مذہبی مزاج اور صوفیہ کے سلسلہ چشتیہ میں خانقاہ گولڑہ کے سجادہ نشین حضرت سید غلام محی الدین گیلانی عرف بابو جی سے بیعت کی۔ حاجی اورنگزیب کا بیان ہے کہ میں نے مولانا خان ملک کی پوتی سے قرآن مجید کی تعلیم پائی اور وہ میری ہی نہیں پورے گاؤں کی استاذ تھیں۔ اور اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر کاربند تھیں۔ انکے والد کا نام عبدالرحمٰن اور بھائی مبارک احمد جبکہ بیٹے کا نام محمد خان تھا۔ عبدالرحمٰن قادیان شہر میں مرزائی مدرسہ میں استاذ تھے وہیں وفات پائی اور مبارک بھی قادیان اور پھر ربوہ کے مرزائی مدرسہ میں پڑھاتے تھے، ربوہ میں ہی وفات پائی اور پھر قبر بنی۔ اس خاتون اور ان کے بیٹے محمد خان کا مرزائی افکار سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے اس گھرانہ سے گہرے مراسم رہے اور محمد خان نے ہی مجھے فوج میں بھرتی کرایا اور میں اس کی نماز جنازہ میں بھی شریک تھا۔ اور مولانا خان ملک کھیوالی مرزا کے دعاوی سامنے آنے سے قبل وفات پا چکے تھے۔ (۱۵۴)

عبدالباسط تقریباً ۱۹۳۸ء میں کھیوال میں پیدا ہوئے اور مولانا خان ملک کی بیٹی کے پوتا ہیں۔ ان کے والد مولانا محمد جمیل ولد عبدالکریم نے تقریباً ۱۹۴۷ء میں وفات پائی وہ کھیوال کی مسجد میں امام و خطیب تھے۔ اسی مسجد میں خود عبدالباسط بھی چار پانچ برس امام و خطیب رہے بعد ازاں بیرون ملک چلے گئے۔ عبدالباسط کے بقول، مولانا خان ملک کا مرزائیت سے کوئی تعلق نہ تھا (۱۵۵)۔

محمد اقبال کے والد کھیوال کے نواحی گاؤں پنوال کے باشندہ لیکن کھیوال میں مقیم رہے اور محمد اقبال ۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو پیدا ہوئے۔ چکوال شہر میں مقیم اور کپڑے کی تجارت سے وابستہ ہیں۔ ان کے گھرانہ کے بعض افراد تحریک منہاج القرآن سے متعلق ہیں۔ محمد اقبال کی نانی، مولانا خان ملک کی پوتی اور مبارک احمد کی بہن تھیں۔ محمد اقبال کا بیان ہے کہ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کو پاکستانی آئین میں غیر مسلم قرار دیا گیا تو ان دنوں میں کالج کا طالب علم تھا۔ اس موقع پر میری نانی نے مجھ سے ایک خط اپنے بھائی مبارک کے نام لکھوایا۔ جس میں لکھا کہ تم احمدیت سے تائب ہو کر ہم سے آملو، یہ آخری موقعہ ہے وگرنہ ہمارا تم سے کوئی تعلق نہ رہے گا۔ مبارک ربوہ میں مقیم تھا، اس پر بہن کے اس خط کا کوئی اثر نہ ہوا، چنانچہ بعد ازاں بہن بھائی کے درمیان تعلق و رابطہ منقطع ہو گیا تا آنکہ دونوں نے وفات پائی تو تعزیت کے لیے بھی کوئی فرد ایک دوسرے کے ہاں نہیں گیا۔ مبارک کی اولاد انہی کے افکار و عقیدہ پر اور شاید ملک سے باہر چلے گئے ہیں (۱۵۶)۔

گویا کھیوال کے یہ تینوں افراد اس پر متفق ہیں کہ مولانا خان ملک کا مرزائیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تو پھر مرزا غلام نے فہرست میں نام کیوں دیا، قانونچہ کھیوالی کو مرزائیوں نے پذیرائی کیوں دی، اور مولانا خان ملک کی نسل میں مرزائی فکر کہاں سے اور کیسے پہنچی؟ ان سوالات کا جواب و جائزہ یہ ہے:

مولانا خان ملک کے بیٹے عبدالرحمٰن کھیوالی نے مرزائی افکار و عقیدہ اپنے متلون مزاج، غیر مقلد استاذ برھان الدین جہلمی کی صحبت سے اخذ کیے، اپنے والد مولانا خان ملک سے نہیں۔ چنانچہ مرزائی مؤرخ کی متعلقہ عبارت یہ ہے:

''مولوی برھان الدین (غالباً ۱۸۳۰ء۔ ۳ دسمبر ۱۹۰۵ء) نے ۲۵ سال کی عمر میں دہلی جا کر سید نذیر حسین دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا، تقریباً ۱۸۶۵ء میں وطن آ کر اہل حدیث تحریک کے پر جوش علم بردار ہوئے۔ عالم، طبیب، شاعر تھے۔ پہلے باوَلی شریف کے ایک بزرگ کی شاگردی اختیار کی پھر مولوی عبداللہ غزنوی کی صحبت میں کئی سال گزارے۔ بعد ازاں حضرت پیر صاحب کوٹھہ شریف سے اظہارِ عقیدت کیا۔ پھر ۲۰ جولائی ۱۸۹۲ء کو مرزا قادیانی کی بیعت کی۔ جہلم کے قبرستان میں دفن ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھی رہے۔ برہان الدین کے شاگردوں میں حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولوی محمد عرفان ڈونگا گلی مری، مولوی حشمت علی راجوروی، مولوی مبارک علی سیالکوٹی، مولوی عبدالرحمٰن کھیوالی، مولوی محمد قاری جہلمی ہیں۔ مؤخر الذکر تین احمدی ہوئے'' (۱۵۷)۔

یوں جب استاذ برھان الدین جہلمی مرزائی ہوا تو متعدد شاگرد بھی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور مولانا خان ملک کے پوتا مبارک احمد کو مرزائیت اپنے باپ عبدالرحمٰن کھیوالی سے منتقل ہوئی۔ مبارک احمد کھیوال میں پیدا ہوا، والد کے علاوہ مرزائی مدرسہ قادیان کے دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی پھر قادیان و ربوہ میں خود استاذ رہا (۱۵۸)۔

مولانا خان ملک علم صرف و نحو کے عظیم ماہر و مدرس تھے اور دور دراز کے طلباء اس کی تحصیل کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان کے شاگردوں میں کھیوال سے کچھ ہی فاصلہ پر واقع نقشبندی مجددی خانقاہ ترمنی شریف کے سجادہ نشین مولانا سید میر احمد غوث (وفات ۱۹۵۶ء) کے علاوہ ضلع اٹک کی مشہور خانقاہ میرا شریف کے خلیفہ و سجادہ نشین مولانا احمد خان چکڑالوی (

۱۸۷۰۔۱۹۳۱ء) جیسے مشاہیر و اکابرین شامل ہیں (۱۵۹) اور قانونچہ کھیوالی بھی ایک شاگرد نے مرتب کی۔ جو علم صَرف کی تدریسی کتاب ہے، کسی اسلامی شرعی علوم کی کتاب نہیں۔ لہٰذا اس کا مرزائی مدارس میں پڑھایا جانا، مصنف کے عقیدہ پر دلیل نہیں۔ بلکہ مرزائی مدارس میں اسلامی شرعی علوم پر متعدد مسلم اکابرین کی تصانیف پڑھائی جاتی ہیں کیونکہ مرزائی فکر کی بقا اور مسلمانوں میں گھسنے کے لیے ضرورت ٹھہریں۔ ان کتب میں ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ، ابن قیم کی اعلام الموقعین، ابن عربی کی فصوص الحکم، غزالی کی احیاء العلوم، زرقانی، الاشباہ والنظائر (۱۶۰) اور قدوری، شرح وقایہ، مقدمہ ابن خلدون شامل تھیں۔

یاد رہے اہل سنت عالم مولانا حمید الدین صدیقی نے قانونچہ کھیوالی کی شرح عقدۃ الآلی لکھی جو ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء یعنی مرزا غلام کی زندگی میں لاہور سے چھپی (۱۶۱)۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی فکری و اعتقادی زندگی کے تین ادوار ہیں۔ وہ سوادِ اعظم اہل سنت کے گھرانہ میں پیدا ہوا۔ ابتدائی زمانہ میں قرآن مجید کے علاوہ بخاری، مثنوی رومی اور دلائل الخیرات، تذکرۃ الاولیاء، فتوح الغیب اور سفر السعادت پڑھتے (۱۶۲) اور ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک سیالکوٹ میں بطور کلرک ملازم رہا۔ جس دوران نقشبندی سلسلہ میں خواجہ محمد خان عالم (وفات ۱۸۷۲ء) سے بیعت کی (۱۶۳) جو ضلع گجرات کے موضع کہری میں پیدا ہوئے اور جہلم و کھاریاں کے درمیان جی ٹی روڈ پر واقع موضع باوَلی میں مزار واقع ہے (۱۶۴) تا آنکہ چھ ستمبر ۱۸۸۳ء کو ''فتوح الغیب کے ایک صفحہ کی تشریح''، لکھی جو الفضل میں مطبوع ہے (۱۶۵)۔ مرزا کی فکری زندگی کے دوسرے دور کا آغاز سیالکوٹ چھوڑنے کے کچھ عرصہ بعد ہوا، جب آریہ و عیسائی پادریوں سے مناظرہ میں نام پایا اور غیر مقلد علماء کے منظورِ نظر ہوئے اور انہی کی سرپرستی میں کتاب ''براھین احمدیہ'' تصنیف کی۔ مرزا کی زندگی کے تیسرے دور کی ابتداء براھین احمدیہ کی اشاعت سے ہوئی، جس کے پہلے دو حصے ۱۸۸۰ء، تیسرا ۱۸۸۲ء اور چوتھا ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئے (۱۶۶) اس کتاب کے مندرجات سے مرزا کے باطل افکار سامنے آنا شروع ہوئے اور ۱۸۸۹ء میں ''جماعت احمدیہ'' بناڈالی اور لوگوں سے بیعت لینا شروع کی۔ تا آنکہ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کر دیا (۱۶۷)۔

اور مرزا غلام کی زندگی کے مذکورہ دوسرے دور کے اعمال کی وجہ سے متعدد مسلم اکابرین اس سے حسن ظن رکھتے تھے۔ عین ممکن ہے مولانا خان ملک انہی میں سے ایک ہوں اور وفات

کے بعد بیٹا عبدالرحمٰن کھیوالی نے اسی بنیاد پر والد کا نام مرزا غلام سے ذکر کیا اور اس نے تین سو تیرہ کی فہرست میں شامل کرلیا، جو مرزائیوں کے ہاں واحد دلیل وثبوت ٹھہرا۔

پیر طریقت صاحبزادہ حسنین محمود شاہ نقشبندی (پیدائش ۱۹۶۰ء)

آخر میں ان تین محبان علم کا ذکر ضروری ٹھہرا جنہوں نے ''اہل چکوال اور مرزائیت'' کے موضوع پر لکھنے میں، معلومات جمع کرنے اور اس غرض سے سفری و دیگر سہولیات مہیا کرنے میں راقم سطور کی معاونت و سرپرستی کی۔ ان میں پہلا نام پیر طریقت صاحبزادہ حسنین محمود شاہ کا ہے جو دوالمیال سے محض ڈیڑھ دو کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں تترال میں پیدا ہوئے۔ اپنے جلیل القدر والد و مشہور عارف باللہ، سالک و مجذوب پیر امیر شاہ نقشبندی مقیم جاتلی نیز اپنی عارفہ کاملہ دادی مرحومہ سے تربیت وروحانی فیض پایا۔ پھر نقشبندی خانقاہ گھمکول کے بڑے پیر صاحب سے بیعت کی اور اوراد و اذکار نیز تعویذات کی اجازت پائی۔ جن کی وفات پر علاقہ تلہ گنگ کے پیر طریقت میجر محمد یعقوب نقشبندی سیفی سے ۲۰۰۳ء میں بیعت کی اور تربیت کے بعد سیفی سلسلہ کے سرتاج افغانستان کے نامور عارف باللہ و عالم جلیل اخوندزادہ مولانا پیر سیف الرحمٰن مبارک مدفون لاہور سے نقشبندی و دیگر سلاسل صوفیہ میں خلافت پائی اور ان دنوں چکوال کی نقشبندی خانقاہ میں مریدین کی تربیت و تزکیہ میں مصروف نیز چھمی نزد چوآسیدن شاہ میں بچیوں کے مدرسہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

دوالمیال کے پڑوسی گاؤں کے سابق باشندہ ہونے کی وجہ سے مرزائی فتنہ پر بخوبی آگاہ ہیں۔ چنانچہ جیسے ہی اس موضوع پر لکھنے کی خبر ہوئی آپ ہر دم منسلک رہے اور معلومات تک رسائی کے لیے رتوچھ سے ضلع چکوال کے مغربی کونہ کے مقام کوٹ گلّہ تک اسفار میں میری مدد وراہ نمائی کی۔

مولانا صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن سیالوی (پیدائش ۱۹۵۶ء)

آپ کے دادا مولانا حکیم عبدالرحیم اور والد مولانا حکیم حافظ محمد اسحاق، نیز چھوٹے بھائی مولانا حافظ محمد حفیظ الرحمٰن غزآلی کی ردِ مرزائیت میں خدمات کی ایک جھلک اپنے اپنے مقام پر گزر چکی۔

جبکہ صاحبزادہ حبیب الرحمٰن سیالوی چکوال شہر میں پیدا ہوئے۔ امام وخطیب اور نعت خوان ہیں۔ نیز وسیع مطالعہ اور کتاب کے قدرداں ومحافظ ہیں۔ مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ چکوال

کے پہلو میں تجارتی بنیادوں لیکن محض خدمت دین حنیف کے جذبہ سے ''مکتبہ رضویہ'' قائم کیا جو پندرہ برس کے قریب قائم و جاری رہا۔ آپ کے فرزند صاحبزادہ محمد انیس الرحمٰن (پیدائش ۱۹۸۵ء) بھی حافظ وعالم اور چکوال کے ائمہ وخطباء میں سے ہیں۔

مرزائیت کے موضوع پر لکھنے کی ضرورت کو اہم خیال کرتے ہوئے صاحبزادہ حبیب الرحمٰن سیالوی نے راقم سطور کو اپنے گراں بہا خاندانی ذخیرہ کتب سے استفادہ کا بھرپور موقع دیا نیز اپنی ذمہ داریوں ومعاملات کی پروا کیے بغیر معلومات کی کھوج میں ہر لمحہ معاونت وساتھ دیا۔

مولانا حافظ محمد عبدالحلیم نقشبندی (پیدائش ۱۹۴۹ء)

چکوال شہر سے پندرہ کلومیٹر دور گاؤں کھوکھر زیر میں پیدا ہوئے اور مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال میں ملک کے مشہور عالم، محدث و محقق مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (وفات ۲۰۰۷ء) نیز مفتی چکوال مولانا محمد اکرام الحق، حافظ غلام ربانی انوار آباد چکوال کے علاوہ علامہ غلام محمد سیالوی، علامہ محمد رفیق چشتی، علامہ نیاز احمد اور شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی وغیرہ سے تعلیم پائی اور حضرت پیر صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہیں۔ آپ حافظ، عالم، مدرس، مصنف وشاعر، استاذ العلماء، سماجی خدمات میں سرگرم اور ضلع کے نمایاں علماء میں سے ہیں (۱۶۸)۔

۲۴ ستمبر ۱۹۷۲ء کو چکوال شہر کے محلہ لائن پارک کی مسجد حیات النبی میں مدرسہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ تب سے اب تک اسی مسجد کے امام وخطیب اور مدرسہ کے نگران وصدر مدرس ہیں۔ ان مشاغل ومصروفیات کے ساتھ تصنیف واشاعت کے اعمال سے گہرا شغف ہے اور ان کی بیس سے زائد مطبوعہ تصانیف خود راقم السطور کی نظر سے گزریں۔ جو حدیث وفقہ، اسلامی عقائد وارکان، قربانی، زکوٰۃ، اعتکاف، سود، طلاق، تکفین وتدفین، خواتین کے شرعی مسائل، صرف ونحو، سیر وسوانح، سفرنامہ کے موضوعات پر اور طلباء وعوام کے لیے مفید ہیں۔ آپ کے فرزند صاحبزادہ ظہیر احمد بھی حافظ وعالم اور مسجد ومدرسہ کے اعمال وذمہ داریوں میں والد کے معاون اور شہر کی ایک اور اہم مسجد میں خطیب ہیں۔

ردِ قادیانیت میں مولانا عبدالحلیم نقشبندی کی خدمات میں سے ہے کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں شہر سے گرفتار کیے گئے علماء میں سے ایک تھے اور ۲۰۱۴ء میں اسی مسجد میں ختم نبوت

کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں سابق ڈپٹی کمشنر چکوال ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی معاون و موجود تھے اور سابق قادیانی عرفان محمود برق مدعو کیے گئے جنہوں نے موضوع کی مناسبت سے بھرپور خطاب کیا۔

علاوہ ازیں بیرون ملک بالخصوص یورپ و افریقہ میں جاری مرزائی سرگرمیوں پر مطلع ہوئے تو اس جانب حکام و عوام کو متوجہ کرنے نیز دوالمیال میں مسجد کے تنازعہ کے حل و تصفیہ کے لیے ۲015ء میں ''قرارداد چکوال'' پیش کی۔ اور اسی دوران اس موضوع پر مستقل کتاب ''عقیدہ ختم نبوت'' تالیف کی۔ نیز ضلع چکوال میں مرزائیت کی آمد و محاسبہ کی تاریخ پر راقم سطور نے یہ مضمون انہی کی تحریک و خواہش پر قلم بند کیا۔

☆☆☆☆

حوالہ جات و حواشی

۱- مولانا محمد حسن فیضی کا موزوں کردہ غیر منقوط عربی قصیدہ اکتالیس اشعار پر مشتمل اور پہلی بار انجمن نعمانیہ لاہور کے ماہوار رسالہ کے شمارہ فروری ۱۸۹۹ء میں چھپا۔ پھر ۹ مئی ۱۸۹۹ء کے ''سراج الاخبار'' میں شائع ہوا۔ نیز ''کاشف اسرار نہانی یعنی روداد مقدمات قادیانی'' اور ''تازیانۂ عبرت'' میں شامل ہے اور ''تجلیات مہر انور'' صفحہ ۸۴۵ تا ۸۴۷ نیز ''ردِ قادیانیت اور سنی صحافت'' جلد اول صفحہ ۴۳۹ تا ۴۴۱ پر مطبوع ہے۔

۲- جن چھیاسی علماء و مشائخ کو مرزا نے مباہلہ و مناظرہ کا کہا ان کے نام ''مہر منیر'' صفحہ ۲۱۸ تا ۲۱۹، ''برگ ہائے گل'' صفحہ ۳۱ تا ۳۵، تذکار بگویہ، جلد ۱ صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۵ پر ہیں۔

۳- ہفت روزہ ''سراج الاخبار''، جہلم، مولانا فقیر محمد جہلمی (وفات ۱۹۱۶ء) نے جاری کیا اس کا پہلا شمارہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ۔ ۵ جنوری ۱۸۸۵ء کو سامنے آیا اور آغاز ۱۹۱۷ء میں بند ہو گیا۔ مولانا محمد کرم الدین دبیر کچھ عرصہ اس کے ایڈیٹر رہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور اور بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال میں اس کے متفرق شمارے محفوظ ہیں۔ جن سے لاہور کے محقق محمد ثاقب رضا قادری (پیدائش یکم جولائی ۱۹۸۴ء) نے فتنہ مرزائیت سے متعلق تمام مواد اخذ کر کے کتاب مرتب کی۔ جو مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور نے ۲۰۱۴ء میں ''ردقادیانیت اور سنی صحافت'' جلد اول نام سے ۷۳۶ صفحات پر شائع کی۔

۴- مولانا محمد حسن فیضی کے حالات: تجلیات مہر انور، صفحہ ۸۴۲ تا ۸۶۱۔ تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۴۵۴ تا ۴۵۸، تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۶۷۸ تا ۶۸۲، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال صفحہ ۹۶ تا ۱۰۰، چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۶۹، ضیائے حرم، شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۷۳ تا ۷۸، مہر منیر، صفحہ ۲۳۶، ۲۵۵، وارثان علم و حکمت، صفحہ ۵۲۶ تا ۵۲۹۔

۵- معلوم رہے مرزائی گروہ میں ''مبارک'' نام کے تین اہم افراد ہوئے۔ ایک مبارک احمد قادیانی، جو مرزا غلام قادیانی کا بیٹا تھا، دوسرا مبارک علی سیالکوٹی، جس سے مولانا کرم الدین دبیر کا جہلم میں مناظرہ ہوا، یہ مبارک علی مرزا کی موت کے بعد لاہوری گروہ میں چلا گیا، تیسرا مبارک احمد کھیوالی، جو مولانا خان ملک کھیوالی نزد چکوال کا پوتا تھا۔

۶- تاریخ، احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۲۸۸۔

۷- تاریخ، احمدیت، جلد ۴ صفحہ ۵۰۔

۸- مولانا کرم الدین دبیر کے حالات: تاریخ چکوال، صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۵، تجلیات مہر انور، صفحہ ۸۶۱ تا ۸۶۸، تذکار بگویہ، جلد ۱ صفحہ ۵۰۸، ۵۲۹، ۵۵۳، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۶۹، جلد ۳ صفحہ، صفحہ ۵۱ تا ۵۲، ۱۷۴ تا ۱۸۰، تذکرہ

اکابر اہل سنت، صفحہ ۴۰۹ تا ۴۱۴، تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۶۸۳ تا ۶۸۸، تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۳۵۸ تا ۳۵۹، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۳، چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۶۷، ردِ قادیانیت اور سنی صحافت، جلد ا صفحہ ۶۱ تا ۶۹، عقیدۃ ختم النبوۃ، جلد ۹، صفحہ ۱۲ تا ۱۳، جلد ۱۳، صفحہ ۴۸۷، مہر منیر، صفحہ ۲۵۲ تا ۲۵۵، وارثان علم وحکمت، صفحہ ۵۳۶ تا ۵۳۹، آواز، شمار ۲۱ فروری ۱۹۹۱، صفحہ ۳، ضیائے حرم، شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۳۷ تا ۸۷، مشرق، شمارہ ۳۰ نومبر ۱۹۹۰، جمعہ میگزین صفحہ ۳۔

۹- گوجر خان کے سہروردی مشائخ، صفحہ ۶۱۰۔

۱۰- تاریخ احمدیت، جلد ۵، صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۳۔

۱۱- شمس الاسلام، شمارہ جون ۱۹۳۲ء، صفحہ ۱۸ تا ۲۱۔

۱۲- تاریخ احمدیت، جلد ۷، صفحہ ۱۶۱۔

۱۳- اشاریہ ماہنامہ شمس الاسلام، صفحہ ۵۷، ۵۸، ۶۲۔

۱۴- مولانا قاضی غلام محمد چکوالی کے حالات: برگ ہائے گل، صفحہ ۱۹ تا ۴۲، تاریخ احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، ردِ قادیانیت اور سنی صحافت، جلد ا صفحہ ۱۵۸، ۴۹۳، ۴۹۵۔

۱۵- مولانا غلام محی الدین دیالوی کے حالات: ردقادیانیت اور سنی صحافت، جلد ا، صفحہ ۱۵۵، ۳۳۸، ۳۵۶، گوجر خان کے سہروردی مشائخ، صفحہ ۵۹۹ تا ۶۲۵۔

۱۶- مولانا احمد الدین پادشہانی کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۳۹۲، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۱۵، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد ۷ صفحہ ۲۶ تا ۳۴، مہر منیر، صفحہ ۲۳۶، ۶۳۸، ندائے اہلِ سنت، شمارہ یکم مارچ ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۱۔

۱۷- مولانا احمد الدین سکنہ جواھر بارے: تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، صفحہ ۲۰، مہر منیر، صفحہ ۲۳۸، ندائے اہلِ سنت، شمارہ یکم مارچ ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۱۔

۱۸- مولانا فیض الحسن کے حالات: تجلیات مہر انور، صفحہ ۴۷ تا ۵۰۷، تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۷، تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۶۷۶ تا ۶۷۷، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۸۳ تا ۸۸، وارثان علم وحکمت، صفحہ ۵۳۲

۱۹- مولانا نور احمد امرتسری کے حالات: تذکرہ علماء امرتسر، صفحہ ۸۰ تا ۱۴۹۔

۲۰- استنكاف المسلمين عن مخالطة المر زائيين، صفحہ ۲۸۔

۲۱- معلوم رہے ضلع چکوال میں ''تتراال'' نام کے دو گاؤں ہیں۔ایک علاقہ کہون میں اور چوآ سیدن شاہ سے جانب مغرب سات کلومیٹر ہے۔دوسرا تتراال چکوال شہر سے متصل ہے۔

۲۲- کہون: کلر کہار اور چوآ سیدن شاہ کے درمیانی علاقہ کا نام ''کہون'' جو تیرہ سے زیادہ دیہاتوں، تتراال، دوالمیال، ڈھیری سیداں، ارڑ، ڈھریالہ، مگھال، دلیل پور، وہولہ، ڈلوال، بادشاہ پور، خیر پور، کھوکھر بالا، چک خوشی وغیرہ پر محیط ہے۔اس کی تاریخ پر دلیل پور کے محقق ومؤرخ، شاعر وصحافی محمد عابد حسین منہاس (پیدائش ۱۹۶۷ء) کی کتاب ''تاریخ کہون'' پہلی بار ۲۰۰۲ء میں مجید بک ڈپو لاہور نے ۳۴۸ صفحات پر اور

پھر مصنف کے اضافات کے ساتھ ۲۰۱۳ء میں کشمیر بک ڈپو چکوال نے ۶۲۸ صفحات پر شائع کی۔

۲۳- مولانا محمد حنیف گھرانہ کے حالات: تاریخ کہون، صفحہ ۲۷۱، ۳۳۷ تا ۳۳۸، ۳۴۱ تا ۳۴۲۔

۲۴- مولانا سید ظہور شاہ جلالپوری کے حالات: پنجابی ادب وِچ چکوال دا حصہ، صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۴، تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۰، تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ا صفحہ ۵۵۶ تا ۵۵۹، تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۲۴۸ تا ۲۴۹، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۴۰ تا ۴۳، چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۳۸۴ تا ۳۸۵، عقیدہ ختم النبوۃ، جلد ۷ صفحہ ۴۷۹ تا ۴۸۴۔

۲۵- مولانا قاضی محمد رضا کالسی کے حالات: فتح یزدانی بر گروہ قادیانی، صفحہ ۱۰، بارہ مارچ ۲۰۱۵ء کو کالس میں مولانا قاضی عبد اللطیف نقشبندی کے پوتا قاضی عبید الحسن ولد قاضی فضل حسن (پیدائش ۱۹۸۸ء) نیز گاؤں کے معمر ومعتبر، فیض محمد ولد فضل محمد (پیدائش ۱۹۲۲ء) سے راقم کی ملاقات واستفادہ۔

۲۶- مفتی عطا محمد رتوی کے حالات: بزمِ اسلاف، صفحہ ۸۷ تا ۱۴۶، تاریخ چکوال، صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۲، تذکار بگویہ، جلد ا صفحہ ۴۸۵، ۵۵۱، جلد ۲ صفحہ ۱۳۶، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۰۹، جلد ۳ صفحہ ۵۰، ۶۰۴ تا ۶۰۵، تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۰۔تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ا صفحہ ۵۵۳ تا ۵۵۵، تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۴، تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، صفحہ ۶۵ تا ۶۷۔

۲۷- مولانا احمد الدین جسیالوی کے حالات: بدر منیر، صفحہ ۴۹۔تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۲۱۔ندائے اہلِ سنت، شمارہ یکم مارچ ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۱۔

۲۸- مولانا عبد الرحیم کے حالات: فتح یزدانی بر گروہ قادیانی، صفحہ ۷، ۱۰۔آپ کے پوتا صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن سیالوی سے راقم کی ملاقاتیں واستفادہ۔

۲۹- مولانا غلام احمد عرف باواجی سلوئی والے کے حالات: گورنمنٹ کالج کٹاس نزد چوآ سیدن شاہ کے پروفیسر وقار حسین طاھر کی کتاب ''مردِ کامل'' ۱۹۷۵ء میں چھپی۔سلوئی کے حافظ محمد صادق چشتی کی پنجابی نظم میں ''تعریف باوا صاحب حافظ غلام احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ'' لائل پور سے ۱۲ صفحات پر چھپی۔سرگودھا سے شائع ہونے والے رسالہ ''ابتسام'' کے خاص شمارہ میں محمد فاروق علی سیال کا مضمون سولہ صفحات پر شائع ہوا۔ماہنامہ ''الجامعہ'' محمدی شریف جھنگ میں حافظ محمد خان چشتی سکنہ خیر پور کہون کا مضمون شمارہ جمادی الاوّل ۱۴۰۲ھ صفحہ ۶۶ تا ۸۰۔تجلیات مہر انور، صفحہ ۵۸۳ تا ۵۸۸۔تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۵۔ تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، صفحہ ۶۹۔مفتی محمد خان قادری سے راقم کی ملاقات واستفادہ۔

۳۰- مولانا محمد اسماعیل کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۶۹۳ تا ۶۹۴۔تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، صفحہ ۹۵۔فتح یزدانی بر گروہ قادیانی، صفحہ ۷، ۱۰۔آپ کے فرزند مفتی محمد اکرم الحق سے راقم کی ملاقات واستفادہ، فروری ۲۰۱۵ء۔

۳۱- مولانا سید محمد ذاکر شاہ سیالوی کے حالات: اشاریہ ماہنامہ شمس الاسلام، صفحہ ۲۰۹۔تذکار بگویہ، جلد ۲ صفحہ ۱۹۲، ۲۰۴، ۸[illegible] تا ۶۲۹، ۶۴۲، جلد ۳ صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۰، ۴۶۳۔فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد ۸ صفحہ ۴۰۶ تا ۴۳۰۔قہر یزدانی بر سر دجال قادیانی، صفحہ ۱۰۹۔وارثان علم وحکمت، صفحہ ۹۳۹ تا ۹۴۰۔

۳۲- مولانا محمد ابو بکر چشتی کے حالات: وارثانِ علم وحکمت، صفحہ ۱۰۴۵ تا ۱۰۵۸۔

۳۳- مولانا گل محمد سیالوی کے حالات: مقالات سیالوی، صفحہ ۸۰۔ نیز راقم سطور کی ملاقات و استفادہ، ۱۹ اپریل ۲۰۱۴ء۔

۳۴- مولانا مفتی محمد اکرام الحق اور مولانا عبد الحلیم نقشبندی کی گفتگو سے استفادہ۔

۳۵- دار العلوم محمد یہ غوثیہ بھیرہ کے قیام و کارکردگی کی مختصر تاریخ ''جمالِ کرم'' جلد ۱ صفحہ ۳۲۸ تا ۵۴۱ پر ہے۔

۳۶- جمالِ کرم، جلد ۳ صفحہ ۵۴۵ تا ۵۵۳۔

۳۷- مولانا حافظ محمد خان چشتی کے حالات: تاریخ کہون، صفحہ ۳۳۹ تا ۳۴۰۔

۳۸- حافظ محمد خان چشتی سے راقم کی ملاقات و استفادہ، ۴ جون ۲۰۱۵ء۔

۳۹- مولانا سید محمد زبیر شاہ کے حالات: مولانا محمد حنیف رضوی کا کتابچہ ''شیخ الحدیث'' والتفسیر، مختصر حالاتِ زندگی'' آپ کی رسمِ چہلم کے موقع پر بزمِ غوثیہ چکوال نے ۹ صفحات پر شائع کیا۔ نیز ماہنامہ ''شیخ الحدیث'' چکوال کے شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ / ۲۰۰۹ء صفحہ ۱۲ تا ۱۷ پر مطبوع ہے۔ مولانا سید حامد علی شاہ نے ۲۰۰۰ء میں کتابچہ ''سوانح عمری، ابو الظفر السید محمد زبیر شاہ'' تالیف کیا جو راولپنڈی سے ۳۹ صفحات پر چھپا۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱ صفحہ ۳۷۴ تا ۳۷۸۔ تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۱۹۷ تا ۱۹۸۔ تعارف علماء اہلِ سنت، صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۸۔ مولانا محمد ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی (وفات ۲۰۰۶ء) کا مضمون ماہنامہ ''ماہ طیبہ'' سیالکوٹ، شمارہ جون ۱۹۹۸ء صفحہ ۳۹ تا ۴۸۔ ڈاکٹر محمد شیراز قادری کا مضمون ''شیخ الحدیث'' شمارہ محرم ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۹ تا ۳۰۔

۴۰- مولانا محمد حنیف رضوی سے ملاقات و استفادہ، ۲۱ مئی ۲۰۱۵ء۔

۴۱- شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء صفحہ ۳ تا ۸۔

۴۲- شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۱ء صفحہ ۵ تا ۱۱۔

۴۳- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۵۹۔

۴۴- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۱۹۸۔

۴۵- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۴۸۰۔

۴۶- حاجی غلام مصطفےٰ عابد کی قبر پر حاضری نیز ان کے بھائی حاجی غلام مرتضےٰ سے ملاقات و استفادہ، ۲۸ مئی ۲۰۱۵ء۔

۴۷- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۴۶۳، ۴۹۵۔

۴۸- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۴۹۹۔

۴۹- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۶۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۹۱، ۴۰۲، ۴۹۹، ۶۸۰۔

۵۰- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۴۹۹۔

۵۱- الحاج ملک خلیل الحق قادری سے ملاقات و استفادہ، ۲۸ مئی ۲۰۱۵ء۔

۵۲- ایڈووکیٹ چوہدری محمد شہزاد سے ملاقاتیں و استفادہ۔

۵۳- المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی پاکستان کے تعارف کے لیے دیکھیں: انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۶۰۵ تا ۶۰۸۔

۵۴- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۱۸۴، ۲۳۱، ۲۳۲ تا ۲۳۳، ۲۵۲، ۴۱۲، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۴۔ علامہ محمد نوید حیدری سے ملاقات و استفادہ، ۲۱ مئی ۲۰۱۵ء۔

۵۵- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۲۴۹۔

۵۶- تحریکِ منہاج القرآن کے تعارف کے لیے دیکھیں: انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۶۱۵ تا ۶۱۹۔

۵۷- نقشبندی خانقاہ کوٹ گُلّہ تحصیل تلہ گنگ کے رد قادیانیت بارے خدمات کی تفصیلات جاننے کے لیے راقم السطور نے ۲۷ مئی ۲۰۱۵ء کو وہاں کا سفر کیا لیکن کسی ذمہ دار شخصیت سے ملاقات نہ ہو سکی۔

۵۸- ماہنامہ ''المصطفےٰ'' المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کی چکوال شاخ نے جاری کیا تھا۔ لیکن اب یہ علامہ عامر علی سلطانی کی سرپرستی میں تحصیل کلر کہار کے گاؤں نور پور سے شائع ہو رہا ہے۔ اور دونوں الگ ادارے ہیں۔

۵۹- المصطفےٰ، شمارہ ذیقعد ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ / ستمبر اکتوبر ۲۰۱۳ء آخری بیرونی صفحہ۔

۶۰- المصطفےٰ، شمارہ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ / اپریل ۲۰۱۳ء صفحہ ۱۴ تا ۱۷۔

۶۱- معلوم رہے، ضلع چکوال میں ''جھاٹلہ'' نام کے دو گاؤں ہیں۔ ایک تلہ گنگ سے سرگودھا جانے والی سڑک پر بارہ کلومیٹر دور ہے (دیکھیں تاریخ تلہ گنگ، صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۷) اور دوسرا، چکوال و چوآ سیدن شاہ کے درمیان واقع ہے۔

۶۲- حافظ صابر ایوب نقشبندی سے ملاقات و استفادہ، ۲۷ مئی ۲۰۱۵ء۔

۶۳- مولانا حافظ حفیظ الرحمٰن غزالی کا خط بنام راقم السطور۔

۶۴- تاریخ احمدیت، جلد ۱ صفحہ ۳۴۳ تا ۳۶۳، ۵۷۸ تا ۵۸۳، جلد ۷ ضمیمہ صفحہ ۱۰ تا ۵۳۔ مرزائی خزائن، جلد ۵ صفحہ ۶۱۶ تا ۶۲۹، جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۵ تا ۳۲۸۔

۶۵- شمس الاسلام، شمارہ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۵۷۔

۶۶- تاریخ احمدیت، جلد ۳ صفحہ ۴۹۷۔

۶۷- تاریخ احمدیت، جلد ۴ صفحہ ۹۳۔

۶۸- تاریخ احمدیت، جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۰، ۳۸۲۔ ہم بھی وہاں موجود تھے، صفحہ ۵۱۔

۶۹- انسائیکلوپیڈیا آف چکوال، صفحہ ۷۴۔ تاریخ کہون، صفحہ ۱۱۷، ۳۶۶، ۳۷۴ تا ۳۷۵۔

۷۰- تاریخ کہون، صفحہ ۱۱۷، ۳۸۸ تا ۳۹۰۔

۷۱- آثارِ قدیمہ کٹاس، صفحہ ۴۳۔ تاریخ کہون، صفحہ ۲۷۵، ۴۸۰۔

۷۲- تاریخ احمدیت، جلد ۴ صفحہ ۲۲۷، جلد ۵ صفحہ ۳۴۔

۷۳- تاریخ احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۵۰۸۔

۷۴- مناظرہ ہریا کی روداد مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانوی نے مرتب کی۔ جو ''الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی'' نام سے ۱۹۲۵ء میں لاہور پرنٹنگ پریس لاہور میں ۲۲۲ صفحات پر چھپی۔ اب ''عقیدۃ ختم النبوۃ'' کی آٹھویں جلد میں مطبوع ہے۔ نیز ''تجلیات مہر انور'' صفحہ ۶۷۲ تا ۶۹۷ پر الظفر الرحمانی کی تلخیص درج ہے۔

۷۵- تاریخ کہون، صفحہ ۳۶۶، ۳۷۴۔
۷۶- تاریخ کہون، صفحہ ۳۶۷۔
۷۷- آثارِ قدیمہ کٹاس، صفحہ ۸۔
۷۸- تاریخ کہون، صفحہ ۳۶۷۔
۷۹- تاریخ احمدیت، جلد ۶ صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۰۔ الفضل، شمارہ ۱۳ اپریل ۱۹۳۴ء ۳ تا ۶۔
۸۰- تاریخ کہون، صفحہ ۳۸۷۔
۸۱- تاریخ کہون، صفحہ ۳۴۶، ۳۷۴، ۳۸۸۔
۸۲- انسائیکلوپیڈیا آف چکوال، صفحہ ۷۳۔
۸۳- الفضل، شمارہ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰۔
۸۴- تاریخ احمدیت، جلد ۶ صفحہ ۱۴۷۔
۸۵- تاریخ احمدیت، جلد ۱۴ صفحہ ۶۳۔
۸۶- تاریخ احمدیت، جلد ۷ ضمیمہ صفحہ ۱۲، ۱۶، ۳۲۔
۸۷- تاریخ احمدیت، جلد ۴ صفحہ ۱۴۱، ۲۳۳۔
۸۸- ہم بھی وہاں موجود تھے، صفحہ ۵۱۔
۸۹- تاریخ احمدیت، جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۴، ۲۷۴۔
۹۰- تاریخ احمدیت، جلد ۱۴ صفحہ ۶۳۔
۹۱- درِ دِگل، صفحہ ۳۵ تا ۳۶۔
۹۲- درِ دِگل، صفحہ ۳۹۔
۹۳- درِ دِگل، صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۹۔
۹۴- آثارِ قدیمہ کٹاس، صفحہ ۴۳۔
۹۵- مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی کے حالات پر ان کے شاگرد وامام مسجد تترال مولانا میاں لعل وعولوی کی کتاب ''گودڑی کا لعل'' منوہر پریس سرگودھا سے ۱۹۴۷ء میں ۲۴ صفحات پر چھپی۔ ایک نہیں بلکہ کئی مباہلے، صفحہ ۳۔ تاریخ چکوال، صفحہ ۳۷۷ تا ۳۷۹۔ تاریخ کہون، صفحہ ۲۶۰ تا ۲۶۱، ۳۳۰ تا ۳۳۲۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱ صفحہ ۵۳۶ تا ۵۴۲۔ تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۳۷۱۔ تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۹۱ تا ۹۲۔ ذکرِ ولی، صفحہ ۶۳ تا ۶۴۔ آواز، شمارہ ۹ مئی ۱۹۹۱ء صفحہ ۶۔ ضیائے حرم، شمارہ مارچ ۱۹۹۵ء صفحہ ۸۷ تا ۹۰۔ نوائے وقت، شمارہ ۱۹ مارچ ۱۹۹۱ء صفحہ ۶۔ نیز آپ کے پوتا حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ کا غیر مطبوعہ مضمون، چار قلمی صفحات۔
۹۶- قاضی محمد زاہد الحسینی کے والد مولانا غلام گیلانی شمس آبادی کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار۔ جلد ۱، جلد ۲، وارثان علم وحکمت، صفحہ ۵۳۳ تا ۵۳۴۔ معارف رضا، شمارہ ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۲۵ تا ۱۳۷۔ اور رد قادیانیت پر ان کی تصنیفات ''عقیدة ختم النبوة'' کی ساتویں جلد کے آغاز میں مطبوع ہیں۔

۹۷- ذکرِ ولی، صفحہ ۶۷۔ ہم بھی وہاں موجود تھے، صفحہ ۵۱ تا ۵۲۔
۹۸- مولانا قطبی شاہ ملتانی کے حالات: الجامعہ، شمارہ رمضان ۱۴۱۱ھ۔
۹۹- حاجی حوالدار محمد خان سے ملاقات واستفادہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔
۱۰۰- الفقیہ، شمارہ ۷ نومبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۶ تا ۷۔
۱۰۱- الفقیہ، شمارہ ۷ ستمبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۱۔
۱۰۲- ایک نہیں بلکہ کئی مباہلے، صفحہ ۳۔
۱۰۳- درہ زاہدیہ بر فرقہ احمدیہ، صفحہ ۴ تا ۵۔
۱۰۴- الفقیہ، شمارہ ۲۱ فروری ۱۹۴۷ء صفحہ ۱۱۔
۱۰۵- مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی کے حالات: بدرِ منیر، صفحہ ۵۵۔ تاریخ کہون، صفحہ ۲۷۳، ۳۳۵۔ چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۲۲۶۔
۱۰۶- راقم سطور نے ایک مضمون میں ''حقیقت مرزائیت'' کو مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی کی تصنیف لکھ دیا تھا۔ (ضیائے حرم، شمارہ مارچ ۱۹۹۵ء صفحہ ۹۰) جو درست نہیں۔ حق یہ ہے کہ ان کے فرزند مولانا سید کرم حسین شاہ کی تصنیف ہے۔
۱۰۷- رضوان، شمارہ ۲۸ نومبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۸۔
۱۰۸- مولانا سید محمد شاہ دوالمیالوی کے مزار پر راقم کی حاضری اور لوح مزار سے سال وفات اخذ کیا، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔
۱۰۹- مولانا سید عبد الحق شاہ دوالمیالوی کے فرزند مولانا سید انوار الحق شاہ (پیدائش ۲۶ ستمبر ۱۹۴۸ء) سے راقم سطور کی ملاقات واستفادہ۔ جو والد کے بعد مسجد تونسوی چوآسیدن شاہ کے امام رہے۔ ان دنوں وہیں کی مسجد عثمانیہ، بائی پاس میں امام اور انجمن غوثیہ چوآسیدن شاہ کے نائب صدر ہیں۔ ۱۸ اپریل ۲۰۱۵ء۔
۱۱۰- مولانا سید منیر شاہ دوالمیالوی کے حالات: تاریخ کہون، صفحہ ۴۸۰۔ آپ کے فرزند سید معید حسین شاہ سے ملاقات واستفادہ نیز آپ کے مزار پر حاضری، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔
۱۱۱- مولانا حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ دوالمیالوی سے ملاقات واستفادہ، ۱۸ اپریل ۲۰۱۵ء۔
۱۱۲- رضوان، شمارہ ۷ فروری ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۲۔
۱۱۳- رضوان، شمارہ ۷ جنوری ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۲۔
۱۱۴- صاحبزادہ سید سبط الحسن شاہ دوالمیالوی سے ملاقات واستفادہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔
۱۱۵- ''دعوتِ اسلامی'' کے تعارف کے لیے دیکھیں: انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۶۰۹ تا ۶۱۳۔
۱۱۶- صوبیدار منیر احمد سے ملاقات واستفادہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔
۱۱۷- کرنل ریٹائرڈ مبشر احمد سے ملاقات واستفادہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔
۱۱۸- بابا فقیر مرزا دوالمیالوی کا ذکر مرزائی تصنیفات میں: تاریخ احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۴۸۰۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۲ صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۵، ۶۲۶، جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۶۔

۱۱۹- مرزائی خزائن، جلد۲۲صفحہ ۳۸۵۔

۱۲۰- مرزائی خزائن، جلد۲۲صفحہ۳۸۲۔

۱۲۱- مرزائی خزائن، جلد۲۲صفحہ۳۸۴۔

۱۲۲- مرزائی خزائن، جلد۲۲صفحہ۳۸۴۔

۱۲۳- مرزائی خزائن، جلد۲۲صفحہ ۳۸۰۔

۱۲۴- مرزائی خزائن، جلد۲۳صفحہ ۳۳۶۔

۱۲۵- تاریخ احمدیت، جلد۲صفحہ۴۸۰۔

۱۲۶- حقیقت مرزائیت، صفحہ۱۵۔

۱۲۷- شمس الاسلام، شمارہ فروری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۸۔

۱۲۸- ایک مباہلہ نہیں بلکہ کئی مباہلے، صفحہ ۲ تا ۳۔

۱۲۹- مرزائی خزائن، جلد۲۲صفحہ اول۔

۱۳۰- مرزائی خزائن، جلد۲۳صفحہ اول۔

۱۳۱- ضلع چکوال میں ''دھمی'' نام کے تین دیہات ہیں ایک چوآسیدن شاہ سے شمالی جانب تین کلومیٹر فاصلہ پر ۔دوسرا کلر کہار شہر سے اسی قدر مشرقی سمت میں اور تیسرا دیوالیاں نامی گاؤں سے نزدیک ہے۔

۱۳۲- تاریخ احمدیت، جلد۴صفحہ۵۶۹ تا ۵۷۰، جلد۷ ضمیمہ صفحہ ۲۱، جلد۱۰صفحہ ۵۷۸ تا ۵۷۹۔

۱۳۳- تاریخ احمدیت، جلد۵صفحہ۱۶۵۔

۱۳۴- تاریخ احمدیت، جلد۵، صفحہ ۱۶۵۔

۱۳۵- حضرت پیرانور حسین شاہ سے استفادہ۔

۱۳۶- الفضل، شمارہ ۷نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۱۔

۱۳۷- مولانا احمد خان کے پوتا مولانا محمد حبیب سیالوی سے ملاقات نیز بذریعہ مراسلت استفادہ۔

۱۳۸- پیر سید نور زمان شاہ ہمدانی کے فرزند سابق ہیڈ ماسٹر پیر سید معین الدین شاہ ہمدانی (پیدائش ۲۲ فروری ۵۲ ۱۹ء) سے ملاقات واستفادہ، ۲فروری ۲۰۱۵ء۔

۱۳۹- معلوم رہے اس علاقہ میں مولانا محمد ابراہیم سیالوی نام کے دو علماء ہیں۔ جن میں نام کے علاوہ بھی بعض امور مشترک ہیں۔دونوں صوفیہ کے سلسلہ چشتیہ سیالویہ سے وابستہ، تحصیل تلہ گنگ کے باشندہ، نیز ایک ہی استاذ مولانا نور احمد چشتی (وفات ۱۹۹۴ء) سے پچنند کے پہلو میں واقع گاؤں ڈھبہ (اب کوٹ شمس) کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ایک مولانا مفتی محمد ابراہیم سیالوی پچنند میں پیدا ہوئے اوران دنوں مدرسہ شمس العلوم مظفریہ رضویہ واں بھچراں ضلع میانوالی کے سرپرست ہیں۔دوسرے مولانا محمد ابراہیم سیالوی ڈھبہ کی دوسری سمت اور تلہ گنگ سے میانوالی جانے والی سڑک پر اڑتیس کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں میال میں ۱۲۸گست ۱۹۴۷ء کو پیدا ہوئے، ان دنوں فیصل آباد میں مقیم اور استاذ کے احوال پر مطبوعہ کتاب ''حیات طیبہ'' کے مصنف ہیں۔(آخر الذکر سے فون پر راقم کی گفتگو)۔

۱۴۰- مولانا محمد اشرف سیالوی کے حالات وخدمات پر لاہور کے رسالہ ''حجۃ الاسلام'' نے ۲۰۱۳ء میں خاص شمارہ ۳۵۸ صفحات پر شائع کیا۔ جس میں پچنند کے مولانا مفتی محمد ابراہیم سیالوی کا مضمون صفحہ ۹۲ تا ۹۵ پر ہے۔

۱۴۱- پیر سید معین الدین شاہ ہمدانی ومولانا محمد حبیب سیالوی کی گفتگو سے استفادہ۔

۱۴۲- انسائیکلوپیڈیا آف چکوال، صفحہ ۱۴۹۔

۱۴۳- مولانا حافظ عمر حیات سے ملاقات واستفادہ، ۲۶مئی ۲۰۱۵ء۔

۱۴۴- حکیم غلام مصطفےٰ نقشبندی سے ملاقات نیز ان کی تحریر سے استفادہ، ۱۴اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۴۵- ''کھوکھر'' نام کے دو گاؤں ضلع چکوال میں ہی ہیں۔ایک پہاڑ پر آباد چنانچہ ''کھوکھر بالا'' کہلایا اور دوسرا پہاڑ کے دامن میں، لہذا کھوکھر زیر ٹھہرا۔اول الذکر تحصیل کلر کہار میں اور دوسرا تحصیل چکوال کی حدود میں شامل ہیں۔اور دونوں تک پہنچنے کے لیے چکوال شہر سے راستے جدا ہیں۔لیکن دلچسپ وعجیب یہ کہ دونوں کے درمیان فاصلہ محض تقریباً پانچ کلومیٹر جو پہاڑ اور کچے راستہ پر محیط ہے۔

۱۴۶- فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں، مفتی محمد اکرام الحق، ایک قلمی صفحہ تحریر ۱۰مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۴۷- حاجی مہر خان سے ملاقات واستفادہ، ۳۰مارچ ۲۰۱۵ء۔

۱۴۸- مولانا محمد ندیم سیالوی سے ملاقات واستفادہ، ۳۰مارچ ۲۰۱۵ء

۱۴۹- مولانا مختار حسین چشتی سے ملاقات واستفادہ، ۳۰مارچ ۲۰۱۵ء۔

۱۵۰- مرزائی خزائن، جلد۵صفحہ ۶۱۳ تا ۶۲۹۔

۱۵۱- مرزائی خزائن، جلد۱۱صفحہ ۳۲۷۔

۱۵۲- تاریخ احمدیت، جلد۱صفحہ۵۸۱، جلد۷ ضمیمہ صفحہ ۲۸۔

۱۵۳- تاریخ احمدیت، جلد۷صفحہ۹۱۔

۱۵۴- حاجی اورنگزیب سے ملاقات، ۱۶فروری ۲۰۱۵ء۔

۱۵۵- عبدالباسط سے ملاقات، ۵فروری ۲۰۱۵ء۔

۱۵۶- محمد اقبال سے ملاقات، ۲۴فروری ۲۰۱۵ء۔

۱۵۷- تاریخ احمدیت، جلد۲صفحہ ۴۰۹ تا ۴۱۲۔

۱۵۸- تاریخ احمدیت، جلد۵صفحہ ۱۰۷۔

۱۵۹- مولانا احمد خان ٹیروی کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱صفحہ ۴۷۶ تا ۴۷۸۔ ذکر ولی، صفحہ ۹۴ تا ۹۵۔

۱۶۰- ریویو آف ریلیجنز، شمارہ مارچ ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۴۔

۱۶۱- مرأۃ التصانیف، جلد۱صفحہ۱۳۳۔

۱۶۲- تاریخ احمدیت، جلد۱صفحہ ۶۴۔

۱۶۳- الحقیقہ، جلد۱صفحہ ۶۲۰ تا ۶۲۱۔

۱۶۴- خواجہ محمد خان عالم نقشبندی کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱صفحہ ۵۱۰، ۵۸۶۔ تذکرہ اولیائے جہلم،

صفحہ ۱۰۷ تا ۱۰۸۔

۱۶۵- الفضل، شمارہ ۶ ستمبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۱ تا ۲۔

۱۶۶- تاریخ احمدیت، جلد ۱ صفحہ ۱۹۱۔

۱۶۷- ریویو آف ریلیجنز، شمارہ جولائی ۱۹۲۲ء صفحہ ۲۷۱۔

۱۶۸- مولانا عبدالحلیم نقشبندی کے حالات: چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۳۳۴ تا ۳۳۵۔ وارثان علم و حکمت، صفحہ ۱۰۲۹ تا ۱۰۳۴۔

کتابیات

اردو کتب

۱- استنکاف المسلمین عن مخالطة المرزائیین، یعنی مرزائیوں سے ترک موالات، مرتب مولانا نور احمد امرتسری، غالباً ۱۳۳۹ھ کے آغاز میں چھپی، انجمن حفظ المسلمین امرتسر۔

۲- اشاریہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی، پہلی اشاعت ۲۰۱۱ء مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ۔

۳- انجمن طلبہ اسلام، نظریات، جدو جہد، اثرات، معین الدین نوری، پہلی اشاعت ۲۰۱۴ء ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۴- انسائیکلوپیڈیا آف چکوال، محمد عابد حسین منہاس، دوسری اشاعت ستمبر ۲۰۰۶ء، کشمیر بک ڈپو چکوال۔

۵- ایک مباہلہ نہیں بلکہ کئی مباہلے، مولانا سید محمد منیر حسین شاہ دوالمیالوی، سال اشاعت درج نہیں، غالباً ۱۹۸۸ء پاک شیرازی پرنٹنگ پریس چوآسیدن شاہ۔

۶- بدر منیر، مولانا محمد عثمان غنی، دوسری اشاعت ۲۰۱۳ء کاریگر پرنٹنگ پریس چکوال۔

۷- برگ ھائے گل، خلیق احمد قاضی، پہلی اشاعت ۲۰۱۲ء، مقبول کتب خانہ چکوال۔

۸- بزمِ اسلاف، مولانا محمد عبیداللہ قاری، پہلی اشاعت ستمبر ۲۰۰۱ء ایس ٹی پرنٹرز گوالمنڈی راولپنڈی۔

۹- تاریخ تلہ گنگ، عبدالرحمٰن شاد، سال اشاعت درج نہیں، غالباً ۲۰۰۸ء کشمیر بک ڈپو چکوال۔

۱۰- تاریخ چکوال، ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، پہلی اشاعت ۱۹۹۲ء مقبول اکیڈمی لاہور۔

۱۱- تاریخ کہون، محمد عابد حسین منہاس، دوسری اضافہ شدہ اشاعت ۲۰۱۳ء کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۱۲- تجلیات مہر انور، مفتی سید حسین گردیزی، پہلی اشاعت ۱۹۹۲ء مکتبہ مہریہ گولڑا۔

۱۳- تذکار بگویہ، ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی، پہلی جلد دوسری اشاعت ۲۰۰۷ء، دوسری جلد پہلی اشاعت ۲۰۰۹ء، تیسری جلد پہلی اشاعت جنوری ۲۰۱۴ء مجلس مرکزیہ حزب الانصار پاکستان بھیرہ۔

۱۴- تذکرہ اکابر اہل سنت، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، دوسری اشاعت ۱۹۸۳ء شبیر برادرز لاہور۔

۱۵- تذکرہ اولیائے پوٹھوار، صاحبزادہ مقصود احمد صابری، پہلی جلد، تیسری اشاعت، سال طباعت درج نہیں، ھاشمی پبلی کیشنز راولپنڈی، دوسری جلد، پہلی اشاعت مارچ ۲۰۱۵ء مکتبہ صابریہ راولپنڈی۔

۱۶- تذکرہ اولیائے جہلم، انجم سلطان شہباز، اشاعت جولائی ۲۰۰۸ء بک کارنر شوروم جہلم۔

۱۷- تذکرہ اولیائے چکوال، محمد عابد منہاس صدیقی، پہلی اشاعت ۲۰۱۱ء کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۱۸- تذکرہ علماء امرتسر، مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مرتب محمد کاشف رضا، اشاعت ۲۰۱۲ء والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور۔

۱۹- تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، مولانا عبدالحلیم نقشبندی، پہلی اشاعت نومبر ۱۹۹۷ء جامعہ انوار الاسلام چکوال۔

۲۰- تعارف علماء اہل سنت، مولانا محمد صدیق ہزاروی، پہلی اشاعت ۱۹۷۹ء مکتبہ قادریہ لاہور۔

۲۱- جمالِ کرم، پروفیسر حافظ احمد بخش، پہلی اشاعت مارچ ۲۰۰۳ء ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۲۲- چکوال میں نعت گوئی، محمد عابد منہاس، پہلی اشاعت ۲۰۰۸ء کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۲۳- حقیقت مرزائیت، مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی، حصہ اول، اشاعت فروری ۱۹۲۴ء گلزار ہند سٹیم پریس لاہور۔

۲۴- حیات طیبہ، مختصر تذکرہ استاذ العلماء نور احمد چشتی، مولانا محمد ابراہیم چشتی سیالوی، پہلی اشاعت جون ۲۰۱۳ء، جامعہ نوریہ رضویہ سراج العلوم ڈِھبّہ۔

۲۵- درود و سلام و نعت خوانی، قرآن حکیم کی روشنی میں، ملک خلیل الحق نقشبندی قادری، سال اشاعت درج نہیں، غالباً ۲۰۱۵ء مکتبہ غوثیہ مہریہ چکوال۔

۲۶- درہ زاھد یہ بر فرقہ احمد یہ، قاضی محمد زاہد الحسینی، سال اشاعت درج نہیں، سال تالیف ۱۹۴۱ء، ملٹری پریس کیمبل پور۔

۲۷- ذکرِ ولی، مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی، پہلی اشاعت، سالِ اشاعت درج نہیں، رفیق عام پریس لاہور۔

۲۸- ردقادیانیت اور سُنی صحافت، محمد ثاقب رضا قادری، پہلی جلد، پہلی اشاعت ۲۰۱۴ء مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور۔

۲۹- روبرو سلام بر سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم، پروفیسر زاہد الحسن فریدی، سال اشاعت درج نہیں، مرتب و ناشر ملک خلیل الحق قادری نقشبندی بزم نور چکوال۔

۳۰- سوانح عمری قبلہ شیخ القرآن والحدیث استاذ الاساتذہ واستاذ مشائخ پیر طریقت رہبر شریعت قبلہ جناب ابو الظفر السید محمد زبیر شاہ، مولانا سید حامد علی شاہ، سالِ اشاعت و ناشر مذکور نہیں، سال تالیف جنوری ۲۰۰۰ء مطبوعہ راولپنڈی۔

۳۱- شیخ الحدیث والتفسیر، مختصر حالاتِ زندگی، مولانا محمد حنیف رضوی، پہلی اشاعت ۱۹۹۸ء بزمِ غوثیہ پاکستان ضلع چکوال۔

۳۲- حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنوں اور غیروں کی نظر میں، غلام مصطفٰے عابد، پہلی اشاعت جون ۱۹۷۶ء ناظم اعلیٰ انجمن طلبائے اسلام پاکستان چکوال۔

۳۳- الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی، مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانوی، پہلی اشاعت ۱۹۲۵ء لاہور پرنٹنگ پریس لاہور۔

۳۴- عقیدہ النبوۃ، مرزائیت کے تعاقب میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی تصنیفات کا مجموعہ، جمع و ترتیب و تحقیق مفتی محمد امین عطاری وغیرہ، پہلی اشاعت، پہلی و دوسری جلد ۲۰۰۵ء، تیسری و چوتھی جلد ۲۰۰۶ء، پانچویں و چھٹی جلد ۲۰۰۷ء، ساتویں تا دسویں جلد ۲۰۰۹ء، گیارہویں و بارہویں جلد ۲۰۱۰ء تیرہویں و چودہویں جلد ۲۰۱۱ء، ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ کراچی۔

۳۵- فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، حاجی محمد مرید احمد چشتی، ساتویں و آٹھویں جلد، پہلی اشاعت ۲۰۱۰ء، انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی۔

۳۶- قادیانیت، اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں، عرفان محمود برق، بیسویں اشاعت اگست ۲۰۱۴ء، انجمن محبان ختم نبوت پاکستان لاہور۔

۳۷- قادیانیت کا پوسٹ مارٹم، مفتی محمد حنیف قریشی، پہلی اشاعت دسمبر ۲۰۱۴ء، چشتی کتب خانہ فیصل آباد۔

۳۸- قادیانیوں کی کفریہ سرگرمیوں پر ایک نظر، عرفان محمود برق، سال اشاعت درج نہیں، انجمن محبان ختم نبوت پاکستان۔

۳۹- قہر یزدانی بر سر دجال قادیانی، مولانا گل محمد سیالوی، پہلی اشاعت دسمبر ۲۰۱۳ء، القمر لائبریری دار العلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ۔

۴۰- گوجر خان کے سہروردی مشائخ، حسن نواز شاہ، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء، مخدومہ امیر جان لائبریری نزالی تحصیل گوجر خان۔

۴۱- گودڑی کا لعل، مولانا میاں لعل دعولوی، اشاعت ۱۹۴۷ء منوہر پریس سرگودھا۔

۴۲- مرآۃ التصانیف، مولانا حافظ محمد عبد الستار قادری، پہلی اشاعت ۱۹۸۰ء، مکتبہ قادریہ لاہور۔

۴۳- مقالات سیالوی، مولانا گل محمد سیالوی، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء دار العلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ۔

۴۴- مہر منیر، مولانا فیض احمد فیض، پانچویں اشاعت ۱۹۸۷ء، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور۔

۴۵- وارثان علم و حکمت، صاحبزادہ مقصود احمد صابری، پہلی اشاعت ۲۰۱۲ء، مکتبہ صابریہ راولپنڈی۔

۴۶- ہم بھی وہاں موجود تھے، داستان حیات، سابق لیفٹیننٹ جنرل عبد المجید ملک، ترتیب و تدوین باقر وسیم قاضی، پہلی اشاعت ۲۰۱۵ء سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔

پنجابی کتب

۴۷- پنجابی ادب وچ چکوال دا حصہ، محمد عابد منہاس، پہلی اشاعت جون ۲۰۱۰ء، کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۴۸- تحفہ رحیمیہ، مولانا عبد الرحیم، سال اشاعت درج نہیں، شاعر کی زندگی میں چھپی، مرکنٹائل الیکٹرک پریس راولپنڈی۔

۴۹- تعریف باداصاحب حافظ غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد صادق چشتی، سال اشاعت درج نہیں، مطبوعہ لائل

پور۔

۵۰- فتح یزدانی بر گروہ قادیانی، یعنی مناظرہ اہل اسلام با مرزائیاں در مقام موہڑہ نوری و شکست مرزائیاں، میاں اللہ دتہ، سال اشاعت درج نہیں، مرکنٹائل الیکٹرک پریس راولپنڈی۔

اردو اخبارات و رسائل

۵۱- سات روزہ "آواز" جہلم۔

۵۲- "ابتسام" سرگودھا۔

۵۳- ماہنامہ "الجامعہ" محمدی شریف جھنگ۔

۵۴- مجلہ "حجت الاسلام" لاہور۔

۵۵- ماہنامہ "الحقیقہ" شکر گڑھ، "تحفظ ختم نبوت نمبر" جلد اول۔

۵۶- سات روزہ "رضوان" لاہور۔

۵۷- ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ۔

۵۸- ماہنامہ "شیخ الحدیث" چکوال۔

۵۹- ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور۔

۶۰- سات روزہ "الفقیہ" امرتسر۔

۶۱- ماہنامہ "ماہ طیبہ" سیالکوٹ۔

۶۲- روزنامہ "مشرق" لاہور۔

۶۳- ماہنامہ "المصطفیٰ" نور پور چکوال۔

۶۴- سالنامہ "معارف رضا" کراچی۔

۶۵- سات روزہ "ندائے اہل سنت" لاہور۔

۶۶- روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی۔

مضامین و وثائق

۶۷- حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ دوالمیالوی کا مضمون "علاقہ کہون کی عظیم روحانی شخصیت" صفحات ۴۔

۶۸- حکیم غلام مصطفیٰ نقشبندی کی تحریر، ۲ صفحات۔

۶۹- مفتی محمد اکرام الحق کی تحریر "فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں" ۱ صفحہ۔

۷۰- مولانا محمد حبیب سیالوی کی مرسلہ تحریر، ۱ صفحہ۔

۷۱- مولانا محمد حفیظ الرحمٰن غزالی کی مرسلہ تحریر، صفحات ۹۔

مرزائی کتب و رسائل

۱- آثار قدیمہ کٹاس، ریاض احمد ملک، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء سالٹ رینج آرکیالوجیکل اینڈ ہریٹیج سوسائٹی دو

المیال۔
۲- تاریخ احمدیت، دوست محمد شاہد، اشاعت ۲۰۰۷ء نظارت نشر و اشاعت قادیان۔
۳- در دِگل، ڈاکٹر گل محمد اعوان خاموش، تحقیق و ترتیب ریاض احمد ملک، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء سالٹ رینج آرکیالوجیکل اینڈ ھیریٹیج سوسائٹی دوالمیال۔
۴- روحانی خزائن عرف مرزائی خزائن، مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات کا مجموعہ، اشاعت ۲۰۰۸ء نظارت اشاعت ربوہ۔
۵- شرافتِ منصور، ڈاکٹر منصور احمد، مرتب ریاض احمد ملک، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء فرحان ایجوکیشنل سوسائٹی دوالمیال۔
۶- ماہنامہ ''ریویو آف ریلیجنز'' قادیان۔
۷- روزنامہ ''الفضل'' قادیان۔

☆☆☆☆☆

اُستاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبد الحلیم نقشبندی مہتمم جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ لائن پارک چکوال

کی کچھ تصانیف

- تذکرۂ علمائے اہلسنت چکوال
- جمال مسائل شرعیہ فی ردّ غیر شرعی رسومات
- مقام مصطفیٰ ﷺ
- جمالِ تصوف
- جمال المسائل
- جمالِ کریم
- اسلامی ارکان
- تحفہ اعتکاف
- احکامِ میت
- مسائل قربانی
- حاضری حرمین شریفین
- صاحبِ حدیث کون؟
- فیوض الحدیث
- خواتین کے شرعی مسائل
- مسئلہ سود
- ہم زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟

اسلامی ارکان